يا معلم الكتاب والحكمة علمنا ما لم نكن نعلم

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشی لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف حقائق ذخیرۂ اسرار دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ میں بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان

موسوم

مواہب الرحمٰن
تفسیر القرآن

المشتہر

جامع البیان

مصنفہ

جبر العلوم النقلیۃ والعقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل فخر الافاضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الحنفی والحلی مولٰنا مولوی سید امیر علی صاحب قتادی الہند ترجمۂ عالمگیریہ وعین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام و حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ

در مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ بجسن حق طبع

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے۔ جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان میں بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدوں میں ؎ ۸ر

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲؍ر

تفسیر سورۂ یوسف۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵ر

پنجسورہ مترجم۔ باترجمۂ اردو - ۳ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ؎ ۸ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۸ر۔ بلا کمیشن

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط الفیضی مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ایسے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں کو ہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط سواہ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا وقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ بلا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ لعہ بلا جلد۔ مجلد ؎ عہ

احادیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدوں میں ہر حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو میں اس مرتبہ میں اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ؎ عہ

تحفۃ الاخیار۔ ترجمۂ اردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی۔ عہ ر

ترجمۂ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمۂ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں۔ للعہ ر

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ؎ ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں جدید الطبع ؎ عہ

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔ ؎ ر

دلائل الخیرات۔ باترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ وخواص اسماء حسنے معروف - ۸ر

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مولفۂ مولانا غلام یحییٰ - ۵ر

فقہ اردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمۂ اردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدوں میں عہ ر

راہ نجات ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ؎ ر

مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۸ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان - ار

ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری۔ اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین و جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس وقعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا ہے قیمت کامل ؎ عہ

کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین - ۴؍ر

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ؎ ر

شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ؎ ر

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب سنیں جو اُتارا گیا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچان لی بات

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

حق ۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھدے ہمکو ماننے والے کیساتھ ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نکریں اللہ تعالی پر اور جو پہونچا ہم پاس حق ۔ اور ہمکو توقع ہے کہ

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بختوں کے ساتھ میں ۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ ۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں اُن میں ۔

وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اور یہی نیکی کرنیوالوں کا بدلا ہے ۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں ۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ ۔

اوپر مذکور ہوا کہ نصاری لوگ بہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہود یوں واہل مکہ کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اس وقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاری کا نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو سورۂ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اُس کلام سے جو عیسی علیہ السلام پر اُترا تھا اور یہی اللہ تعالی نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اور جب اُنھوں نے سُنا جو اُس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اُترا اُس کو سُنا تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ تو تو اُن کی آنکھیں دیکھتا ہے کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اس حق کے جو اُنھوں نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان وجوش قلب ہے کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالی شانہ کو سُنے اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ کلام مجید سُنکر ظاہر سے بیہوش ہو جاتے تھے حتی کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی ہے کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ لکھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ ہیں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ ہیں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول وکتاب کے سچ ہونے کے ۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین یعنی محمد صلعم کی اُمت کے ساتھ ہیں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ہم کو اللہ تعالی کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنھوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہے رواہ الحاکم وصححہ اور واضح ہو کہ اُمت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ قولہ اذا سمعوا الآیات اُن کا نزول اس گروہ کے حق میں ہے جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زاہد ہو جا کر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہوگئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جاکر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرینگے پس اللہ عزوجل نے انکا یہ پوشیدہ قول وجناب باری تعالی میں دعا کرنا نازل فرمایا رواہ الطبرانی پھر مروی ہوا ہے کہ جب مسلمان ہوگئے تو یہود مردودوں نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہوا کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالی پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالی اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لاویں حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہوگیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہے کوئی مانع نہیں ہے کیونکر نہ ایمان لاویں

اطلاع اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ اور ہم آرزو کرتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کر دے
یل سکتی ہے ہین ملا دے یا اُن کے ساتھ جنت مین داخل کر دے اور مفسر سیوطی نے کہا کہ نطمع کا عطف نؤمن پر ہی پس معنی یہ ہوے کہ ہم کیون نہ طمع کرین کہ ہمارا
پروردگار ہم کو قوم صالحین کیساتھ مین جنت کے اندر داخل کرے - یہ اسواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ و فعلیہ ہو بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہین ہے جیسا کہ
بعض محققین کا قول ہے اور جب بحسب معنی حال ہے یعنی کیون ہم ایمان نہ لاوین ہمکو تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالیٰ ہم کو قوم صالحین کے ساتھ لادے پس جو لوگ کہ
صالحین کے ساتھی ہونا نہین چاہتے ہین وہ البتہ ایمان نہ لائین گے - بالجملہ جب یہ اُن کی باتین اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم و صحابہ
رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ سچے ہین اور ان لوگون کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی بقولہ - فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ
بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنات عطا فرمائین جنکے نیچے نہرین
جاری ہین درحالیکہ اُنمین ہمیشہ رہین گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے ف یعنی جو لوگ ایمان لا کر مرتبہ احسان کو فائز ہوے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہے - کما فی الصحاح - اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافرون کے وعید بھی فرما دئے بقولہ
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ - اور جنھون نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائین ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہین ف حاصل آنکہ کلام الٰہی
واسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بدانجام آگ کا مقام و عذاب کا ٹھکانا جہنم ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ وَاِذَا سَمِعُوْا
مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ الآیۃ - اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندون کا حال بیان فرما دیا کہ خالص بندون کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن خطاب سننے
کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہین پس اُن کی عقلین اچھی انبساط و کشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد و آیات کو مشاہدہ کرتی ہین اور اُن کے دل اس خطاب
کی حلاوت کو لیتے ہین اور اُن کی روحین جمال انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہین اور انکے اسرار باطنہ اور انوار صفات کو مشاہدہ کر کے اس کے نادر و عجیب علوم غیبیہ کے
لطائف ادراک کرتے ہین پھر اس سے خطاب فرمانیوالے کے جمال کی طرف شوق اُنکا دوڑتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کر لیتا
ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اُس کی وحدانیت پر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اس کے بعد اُسکا عاشق صادق ہو جاتا ہے پس اس سے اُس کے جسم کو اثر
ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہو کر آنکھون سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جلکر فنا ہو جانا چاہتا ہے تاکہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر و یاد کی مجلس مین یہ
دل بھی عشق کی آگ مین جل جاتا ہے پھر ان لوگون کی یہی کیفیت ہوئی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق و محبت کے آنسو ان کی آنکھون
سے جاری ہوے پس آگاہ فرمایا کہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ الآیۃ یعنی جب اُنھون نے سماع خطاب مین پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد
علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اُترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اس کو پاکر بہت خوش ہوے اور جتنی عمر برباد ہو گئی اس سے رنج کیا پس
اس خوشی و رنج نے اُن کو جوش دلایا کہ گریہ شوق مین آنسو بہانے لگے - اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھین معرفت غیب تک پہونچین اور انکی روحین
مشاہدۂ قربت تک واصل ہوئین پھر ایسے بہت گذرے ہین جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت اسی معرفتون کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے
اُن کو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کیواسطے زندہ کر دیا - اور جنید رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ مین ایک رات مین ناز مین ٹھہرا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس مین نے یہ آیت پڑھی کُلُّ نَفْسٍ
ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ پس مین نے اس کو کئی بار دوہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دوہراتے جاویگا - کہ چار جن کو تو نے قتل
کر ڈالا جنھون نے اپنے سر آسمان کی طرف نہین اُٹھائے یہانتک کہ مر گئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے - اور صحیح مین ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہین رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے پھر اللہ عزوجل نے انجیل والون مین سے ایمان لانے والون کی
پاکیزہ تصدیق کو مزید وصف سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین - یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

دینے سے تیرے سچے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یارون کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہین۔ اور ابن عطاؒ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پاؤن قریب تھا کہ بول اُٹھین کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اُٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا۔ مما عرفوا من الحق۔ اور شیخ استاذؒ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھین کھلین اور مقام تحقیق کو پہنچکر جوش گریہ سے تسکین پائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○

اے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستھری چیزین جو اللہ تعالی نے تم کو حلال کردین اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالی نہین چاہتا حد سے بڑھنے والے کو۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ○

اور کھاؤ اللہ تعالی کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالی سے جس پر تم یقین رکھتے ہو۔

نزول اس کلام کا اسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنون کے روزے جائز ہین سب دن برابر روزہ رکھین اور ہر شب تمام رات نماز مین قائم رہین اور عورتون سے نزدیک نہ ہون اور خوشبو کو نہ چھوئین اور گوشت نہ کھاوین اور بچھونے پر نہ سوئین اور عبدالرزاق نے مرسل روایت کی جسمین حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمرو کا نام ہے اور معالم مین دس صحابہ کا ایک مکان مین جمع ہو کر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جن کے نام یہ بیان کیئے کہ وہ ابوبکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن اسود و عبداللہ بن عمرو ہین۔ وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد والسدی وغیرواحد من التابعین مرسلا ولہ شاہد فی الصحیحین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق مین ہے پھر ان کے ارادے راہبون کے مانند بیان کرکے کہا کہ نبی صلعم نے اُن سے کہا کہ مین روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑہتا اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جس نے میری سنت کو لیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہین ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین مین ہے کہ چند صحابہؓ نے حضرات امہات المومنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہان ہم اور کہان آنحضرت صلعم۔ اُن کو تو اللہ تعالی نے بخشدیا ہے پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپنے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباسؓ سے ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب مین گوشت کھاتا ہون تو مجھے عورتون کی خواہش ہوتی ہے اور مین نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر۔ اور قدروی موقوفا و مرسلا۔ بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزین حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا اے ایمان والو مت حرام کرو۔ ف اپنے اوپر۔ طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔ پاکیزہ لذیذ چیزین مطعومات ان چیزون سے جو اللہ تعالی نے تم پر حلال کردی ہین ف اور ابن جریرؒ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کر لینا روا نہین ہے اور چونکہ خیر الہدی ہدی محمد صلعم ہین تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہے جائز نہین اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہے پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے و کھانا چھوڑکر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہین ہے کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے۔ قال المترجم اسمین بعض تامل ہے۔ بالجملہ اللہ تعالی نے اس سے منع کیا کہ حلال مین سے لذیذ چیزون و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو۔ وَلَا تَعْتَدُوا اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم الٰہی سے تجاوز مت کرو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ یعنی اللہ تعالی تجاوز کرنے والون کو دوست نہین رکھتا ہے ف یعنی تجاوز کرنیوالے محبوب بندے نہین ہین پھر حکم دیا کہ۔ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالی نے حلال طیب کر ف یعنی مرزوق مین سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہین اور بحث اوپر بیان ہوچکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب اللہ تعالی نصیب کرے تو اسکو کھاوے اگر جی چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالا طیبا حال کونه مما رزقکم اللہ تعالی اور اعراب ظاہر ہے اور آیت میں دلیل واضح ہے کہ اللہ تعالی ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے پھر یہ وصیت کردی کہ واتقوا اللہ الذی انتم به مؤمنون اور اسی اللہ تعالی کا تقوی رکھو جس پر تم ایمان لائے ہو یعنی اللہ تعالی کے ممنوعات سے تقوی رکھو پس بندہ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارضہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہے پس اگر کسی نے آلہ تناسل قطع کردیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہے محض مہمل ہے کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا پھر بخوف الٰہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنھوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کرلیا تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہان یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کرلے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہد اختیار کرے اور نہ کھاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف فتح البیان نے دعوی کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کرلیا تو اسپر حرام نہیں ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہیں آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہوجاتی ہے اور اسپر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہے اور مدلول احادیث صحیحہ سے بھی خلاف ہے و قال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے ممانعت ہے کہ جو حلال ہیں ان میں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرو پس اگر وہ حرام نہیں ہوسکتی ہے تو ممانعت کس چیز سے ہے پس آیت کی نہی ویسے ہی ہے جیسے اور امور میں نہی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہوجاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اسنے اپنے اوپر ممنوع کرلیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا عجیب ہے اور کچھ عجب نہیں بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہے شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسه من قبل ان تنزل التوراة الآیة پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کرلیا تھا ورنہ وہ اوروں پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث ثقہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تھے پس ان کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص دور ہٹ گیا پس عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کرلیا ہے پس عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔ یا ایها الذین آمنوا لا تحرموا طیبات الآیة رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح و رواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور به و صححه وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن رواحہ کے یہان کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والوں نے عبداللہ رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہے پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ مجھپر حرام ہے جب انھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جاکر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالی نے نازل کیا۔ یا ایها الذین آمنوا لا تحرموا الآیة۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اسی میں امام شافعی وغیرہ ان علماء کی دلیل نکلتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے اس شخص کو جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنمیں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کرنیکا التزام کیا تو کفارہ ہے اور اگر اس نے خالی اپنے اوپر حرام کرلیا تو بھی جو اس نے التزام کیا اسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فتوی دیا ہے اور ایسے ہی قولہ تعالی یا ایها النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الآیة میں ظاہر ہے یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالی نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہان ہے کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جسمیں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المترجم سابق میں جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل

روایت ہے اسمین آخر مین ہے کہ قولہ لا تعتدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا اُن کو ممانعت ہے کہ خصی مت ہو اور یہی اعتدا ہے پھر اُن کو حکم کیا کہ اپنی قسمون (حد سے تجاوز کرنا ۱۲)
کے کفارہ ادا کرین ۔ رواہ ابن جریر بطولہ ۔ واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا ۔ مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ
تنگی مت کرلو ۔ اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا
چاہیئے مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری رح نے تعلیقاً ابن عمر رض کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقوی قرار دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و
تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ مین ہے ف قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین
امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ۔ شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین
مشغول کر کے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلیئے ہے اور قلب کے لیئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہے اور
اللہ تعالی نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام اُنس و بسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتداے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ
مین سے طیبات و لذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائین کیونکہ یہان تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہین ہے اسواسطے کہ آپ
تو وہ اُنس و نور لقا مین پگھلے جاتے ہین ۔ حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت ہی حلال و لذیذ چیزین بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہین کہ اس
ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہو گئی تو اب وہ مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرد کیونکہ یہان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہو گئی جیسے کنواری لڑکی
کو آموزینت و دیگر زیبایش بیجا ہے پھر بیاہی گئی تو اُسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ
غذائین و عمدہ پوشاک سے بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہو جاوین ۔ تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ
عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو ۔ و ابوذر غفاری و سالم مولی حذیفہ و مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و
معقل بن مقرن ۔ کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتین و خوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور راہب
بن جانا یعنی آلہ نسل قطع کر دینا اور راہبون کا لباس و ترک دنیا اختیار کرین پس اللہ تعالی و رسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے اُن کو فرمایا
کہ البتہ تمھارے نفوس کا تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کر دو ۔ اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ
رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون کے پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منھ موڑے وہ مجھ سے نہین ہے اسمین ظاہر کر دیا کہ
جو لوگ اہل مقامات و حال ہین اُن کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً
طیباً ۔ واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جاوے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالی کے شوق مین اسکے دل کو قوت دے
اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے ۔ سہل رح نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہے کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہے بدون آنکہ جد و جہد کرے اور
نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اُٹھا اُٹھا کر تاک لگائے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی
سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہین یعنی اُن کی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ باوجود امتحان
اسباب کے نظر کو ٹھیک رکھے بعض نے کہا کہ رزق الہی جو تجکو روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اُٹھانے کے تجکو ملا جسمین
حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجکو سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا ۔ شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذات مین سے
مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یون ہے کہ لوگون سے مخالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزلت اختیار
کرے اور یہی خواری عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ ۔ کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت مین کھا دے

اور اگر اس سے نیچا درجہ ہو تو اسکی یاد رکھا وے کیونکہ غفلت کی حالت پر رکھنا ارادت کی راہ مین حرام ہی - اور مجھے حلال و حرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہی کہ حلال وہ ہی کہ جو خزانۂ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بصفت رضا و تسلیم حاصل کرلیوے اور حرام وہ ہی جو غیر کیواسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کرلینے کی کوشش کرتا ہے اور بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل بے علم نہین حاصل ہوتا ہی - اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہی وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہی قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیئے اور زمانہ مین جو شیطانی فقیر و درویش ایسے ہین کہ خلاف شرع حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیا کی طرف نسبت کر کے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز ولی نہین اور حدیث مین ہی کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا - فافہم -

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

نہین پکڑتا تم کو اللہ تعالی تمھارے بے فائدہ تمھارے قسمون پر ولیکن تم کو پکڑتا ہے اس قسم پر جو تم نے گرہ باندھی - سو اس کا اُتار ہے کھلانا دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

محتاجون کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والون کو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو نہ ملے تو روزے تین دن کے - یہ

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اُتار ہے تمھاری قسمون کا جب تم قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسمون کو یون بتاتا ہے تم کو اللہ تعالی اپنے حکمون کو شاید تم احسان مانو -

مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے باین معنی مربوط ہی کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کرلیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ ہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہے مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کرلیا - پس اسکو یہ نہین چاہیئے اور تحریم سے نادم ہوا اور قسم توڑے اور اگر مہمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہی اور بعض نے کہا کہ واجب ہی لیکن یہ ربط بنا بر قول ان فقہا کے ہی جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال تعالی لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ط اللہ تعالی تمکو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمھاری قسمون مین ہو یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمھاری قسمون مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو - واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین - یمین لغو - یمین منعقدہ اور یمین غموس - پھر آیت مین فرمایا کہ یمین لغو پر مواخذہ نہین ہی اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہی اور رہا یہ کہ اللہ تعالی کی قسم کھا لینے مین مسادات کرلینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل عموم قولہ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم - کے جو سورۂ بقر مین گذر چکی ہے ممنوع و منکر ہے - پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہی - عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھاے وہ قسم لغو ہے عن مجاہد - دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھاوین - ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا دوسرا کہے واللہ مین نہین خریدونگا عن ابراہیم النخعی - لغو یہ ہی کہ اپنے کلام مین حلف کو ملا دے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا - اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہے اور عمداً قسم نہین کھاتا ہی پس وہ لغو قسم ہی اور اس پر کفارہ بھی نہین ہی - ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ - اور بلے واللہ - بدون قصد قسم کے اور بعض اہل التفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علماء سلف سے مروی ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعی رح کا مذہب ہی اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہی یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہے - ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہی - بدلیل قولہ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان یعنی بتصمیم و قصد سے جو قسم کھاے اسپر مواخذہ ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اشبہ و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہی اور جو تفسیر سلف سے مروی ہی اسکا محل یہی ہی اور یہ بعد ما ل صادق کے اسلم ہی اور اللہ تعالی اعلم - ولیکن مفسر و طرح

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لا واللہ و بلی واللہ کہنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہین کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو عرضہ ہو پس
مواخذہ نہونے کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا ولیکن ممنوع ہے۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہے کہ کسی کو غالب گمان یہ ہے کہ بات یون ہی ہے پس اُسنے
کہا کہ بلی واللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہے کہ یون نہین ہے تو اُسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر عرضہ نہین لازم آتا ہے بالجملہ لغو پر کفارہ نہین ہے۔ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ط ولیکن اللہ تعالی تم سے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تم نے معقود کی ف واضح ہو کہ عَقَدْتُّم بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی و ابوبکر
کی قراءۃ ہے اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید قاف ہے اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقدتم روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہین ولیکن جس پر تم عقد یمین
کرو اسکے مقابلہ مین مواخذہ ہے پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی اسمین داخل ہوگی اور
معنی یمین غموس کے یہ ہین کہ کوئی بات گذری ہوئی ہے اسپر جان بوجھکر اُس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپئے دیئے ہین اور
یہ جانتا ہے پھر اُس نے قسم کھائی کہ نہین دیئے ہین تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد و نیت ہے لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ
وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے یہ معنی ہین کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس مین ہو نہین سکتی ہے پس یمین غموس اسمین
داخل نہین ہے و مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم زور ہے مکر و فریب و جھوٹ کیساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لا دلیتا ہے اور وہ
معقود نہین اور نہ اسپر کفارہ ہے اور یہی جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے اور شافعی رح نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہے کیونکہ مکتسب بقلب و معقود بخبر و مقرون باسم اللہ تعالی ہے
لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہے اور حقنی حدیثین کہ قسم کا کفارہ دینے مین وارد ہین سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہین اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہین بلکہ یمین
غموس مین سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہین اور احادیث سے ثابت ہے کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب
امام ابو حنیفہ رح کا ہے فَکَفَّارَتُہٗٓ پس کفارہ قسم ف جب جھوٹ ہو جائے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہے و لیکن لفظ یمین مونث ہے پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا چاہیئے
کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہے باین معنی ہے کہ یمین بمعنی حلف ہے اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنین چنان
ہے اور یہی زمخشری رح نے مقدر کیا اور یہی اولی ہے پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزون مین سے ایک چیز ہے اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ
اَھْلِیْکُمْ کھانا دینا دس مسکینون کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل و عیال کو ف یعنی نہ اعلی درجہ کا ہو اور نہ ادنی درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال
مین ہو پھر اطعام مین آیا کھلانا ضرور ہے یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے مین ایک وقت ہو یا دونون وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین
کوئی ہون یا اسی شہر والے ہون جہان کا قسم کھانے والا ہے۔ جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی رح کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے
مین دونون وقت کھلاوے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتوی کا یہی قول ہے اور حسن بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ ایک ہی وقت
کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہون یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد
و سعید و شعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ گیہون سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہون کا ایک مد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھا نہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت
و سعید بن المسیب و مجاہد و عطا و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہے اور شافعی رح نے
کہا کہ نبی صلعم کی مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے ولیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہین کہا اور امام احمد نے کہا کہ گیہون سے ایک مد دیوے اور دیگر طعام سے دو
مد دیوے۔ پھر یہ شرط نہین کہ مسکین اسی شہر کے ہون بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہین
ہے جیسے کپڑے مین ہے۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اَوْ کِسْوَتُھُمْ یعنی یا دس مسکینون کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوۃ کسقدر ہے تو مفسرین رح نے بنا بر

مذہب شافعیؒ کہا کہ اسقدر ہے جو کسوہ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہبند کے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اسقدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔ اور مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا ضرور ہے کہ جسمیں نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو وے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے اور فقط کرتا و کرتی اوڑھنی کے مانند اُن کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہے۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہے اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اسواسطے تفریق منصوص ہے پھر تیسری بات بیان کی بقولہ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ یا آزاد کرنا ایک بردہ کا خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہے کیونکہ یہاں اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہے کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل میں مسلمان ہونیکی قید منصوص ہے پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہے۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اسکا کفارہ ہے جبکہ طعام و لباس و بردہ میں سے کوئی نہ پاوے پس اسمیں اتفاق ہے کہ اگر اشیاء مذکورہ بالا میں سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب یا یہ کہ تین دن پے درپے ہوں یا چاہے متفرق تین روز روزہ رکھے پس مفسر سیوطیؒ نے بنابر قول امام شافعیؒ کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ پے درپے ہونا شرط نہیں ہے اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ و احمدؒ و ثوریؒ نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قراۃ میں فصیام ثلثۃ ایام متتابعات آیا ہے اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراۃ منقول ہے اور یہ قراۃ ایسی مشہور ہے کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بحسب معنی زیادت کرنا روا ہے یعنی اس قراۃ کی دلیل سے فصیام ثلثۃ ایام کے جو مطلق ہیں پے درپے مراد ہونیکے معنی لیے جاوینگے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے درپے معتبر نہیں لکھتے حالانکہ اسمیں بھی ابی بن کعبؓ کی قراۃ فعدۃ من ایام اُخر متتابعات مروی ہے تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہے اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قراۃ ابن مسعودؓ کی منسوخ ہے یعنی پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی اور ظاہرا ناسخ اس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثۃ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس ظاہر اس سے یہ ہے کہ حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنابر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قراۃ پر عمل روا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں روا ہے تو اُن کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن اُنپر وارد ہوتا ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے میں قراۃ ابن مسعودؓ یعنی فاقطعوا ایمانھما سے حجت پکڑی حالانکہ شاذ ہے پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قراۃ ابن مسعودؓ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اسکے اثبات میں اشکال ہے واللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہے کہ روایت دارقطنی از عائشہؓ جسکو ناسخ قرار دیا ہے نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجودیکہ نسخ آخری رتبہ رکھتا ہے جب تک وفاق ممکن ہے نسخ مرجوح ہوگا پس قراۃ ابن مسعودؓ کی طرف اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہوا اور بعد تعین قراۃ تتابع کے وہ حجت ہے واللہ اعلم۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی منصوص کردیا کہ ان روزوں میں پے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہے اور ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثۃ ایام متتابعات پڑھتے تھے رواہ ابو العالیہ عن ابی بن کعبؓ و حکاہا مجاہد و الشعبی و ابو اسحق عن عبد اللہ بن مسعودؓ اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے شاگرد یہی قراۃ پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ یہ قراۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر احد یا تفسیر صحابہ سے ہے اور وہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے پھر ابن مردویہ کی روایت ابن عباسؓ ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ہم لوگ مختار ہیں فرمایا کہ ہاں تو مختار ہے چاہے بردہ آزاد کرے اور چاہے کپڑا دیوے اور چاہے کھانا کھلاوے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِکَ ذلک کا اشارہ مذکور کی طرف ہے اسی واسطے تلک نہیں فرمایا اگرچہ ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قراۃ بصیغہ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں بن سکتے ہوں لیکن مذکر راجح ہے چنانچہ یہاں باوجودیکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا بتاویل آنکہ۔ ذلک المذکور۔ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ

یہ جو مذکور ہوا تھا تمہاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اسمین حانث ہو جاؤ - باین طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اسکو عمداً توڑ دو
خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمداً نہین پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے
مثلاً کسی امر نیک کے نہ کرنے پر قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتین کبھی نہین پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا
مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت مین قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمداً بلا اجازت شرعی
توڑنے کے کہ اسمین گناہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا - وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسمون کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ
مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہین بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ مین ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگون کے درمیان
اصلاح و درستی نکرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورہ بقرہ کی آیت مین ایسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے - كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالی تمہارے نفع کیلیے اپنے احکام کو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکرگزاری کرو ف اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل
کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اسمین تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے جس سے زندگانی
دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جسمین یہ اوصاف ہون فتدبر -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہین شیطان کے سو ان سے بچتے رہو شاید

تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم مین دشمنی اور بیر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تمکو اللہ کی یاد سے

عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اور نماز سے پھر اب تم باز آؤ گے - اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا کھول کر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی ہوتی ہے
وہ کسی حفاظت کو باقی نہین رکھتی حتی کہ کلام اللہ تعالی بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہون ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر دل
وجان سے عزیز کرلو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا - يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو ف کہا گیا خطاب مومنون
کو بسبب ان کے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی وکافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہین اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ
کافرون کو ایمان و فروع مسائل دونون سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے ان پر فروع احکام لازم ہون گے اور فائدہ اس
اختلاف کا ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان مین کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہین رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اسپر اس دن روزہ رکھنا فرض
ہوتا پس بنابر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنابر قول دوم کے نہین مکروہ ہے اور یہی قول علماء حنفیہ کا ہے
چنانچہ یہان بھی مومنون کو خطاب کیا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ خمر اور قمار اور بت اور
قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہین سو تم اس جنس سے پرہیز کرو ف پھر ان مین سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے - واضح ہو کہ مفسر سیوطی رح نے کہا
کہ خمر وہ نشہ کی چیز ہے جو عقل کو مخمور کرے اور صحیح یہ کہ بیہوش ہو جانا شرط نہین ہے صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہین ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر بکثرت
اقسام کی شراب ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوہارہ ہے اور باقی بذریعہ نصوص حدیث کے

حرام ہین جبکہ نشہ ہو المیسر قمار جو امعروف ہی اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہی خواہ داؤ پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسند ضعیف از حضرت علیؓ آنکہ شطرنج بھی میسر مین سے ہے
عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہی۔ ظاہر امراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہی اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہون پس اُن کے بڑے
منع نہ کرنے والے پکڑے جاوینگے عن ابن عمرؓ میسر قمار ہے اور کہا کہ شطرنج بدتر از نردشیر ہے اور نردشیر کے بارہ مین صحیح مسلم وغیرہ مین مرفوع حدیث
ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون و گوشت مین ہاتھ سونے۔ اور ایک روایت احمد مین ہی کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی قیح لہو اور
خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہو۔ عن سعید بن المسیب زمانہ جاہلیت والون کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ قال المترجم
اسمین دلالت ہی کہ گوشت مین بڑھتی نہین جائز ہے اور تحقیق فقہ کیواسطے ترجمہ عالمگیری وعین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الاعرج رح پھلون و مال پر قداح
پھینکنا۔ قال المترجم جیسے اس زمانہ مین گھڑی وغیرہ مال پر چھٹی ڈالنا حرام ہی عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد الٰہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت
علیؓ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو خود نردشیر سے بھی بدتر ہے اور مالکؒ و ابوحنیفہؒ و احمدؒ نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیص کری ہی اور شافعیؒ نے مکروہ
کہا ہی۔ قال المترجم شرح مسلم مین مولوی عبدالعلی بحرالعلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابون مین لکھدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہین اور امام نووی نے شرح مسلم
مین کہا کہ صحیح قول شافعی کا یہ ہی کہ وہ مکروہ تحریمی ہی اور یہی ہدایہ مین حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر بازی لگاکر
شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔ الانصاب عن ابن عباسؓ و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم۔ یہ پتھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور
ذبح کرتے تھے اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتون مین تفصیل تھی بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور مین بذلوجہ پیش کرتے
پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہین جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہی پھر جس مخلوق کی تعظیم مین ذبح ہو وہ جانور
مردار ہوگا چنانچہ فقہ مین مصرح ہی لہذا شیخ صدو کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہین۔ الازلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیان تھین جنسے
فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر عمل قبیح اور رکس بمعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب بت وغیرہ الیسا ہی ابن زیدؒ
سے منقول ہی اور عمل شیطان سے یہ مُراد کہ اسی کی زینت دینے و بہلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہین اور یہ مراد نہین کہ وہ خود اپنے ہاتھون کرتا ہی اور بعض نے
کہا کہ پہلے اس نے خود کیے پھر آدمیون نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو رجس کی طرف راجع
ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لعلکم تفلحون۔ اے فلاح پاؤ ان
محرمات کے چھوڑنے سے۔ اور کشاف مین کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جسمین بچند وجوہ بلاغت تاکید ہے مؤکد فرمایا از انجملہ یہ کہ انما سے مصدر
کیا با وجودیکہ جملہ اسمیہ ہی اور از انجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہی کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونون برابر ہین از انجملہ یہ اسکو رجس
فرمایا جیسے بتون کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ از انجملہ یہ کہ دونون کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص
شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین ہو نہین سکتا ہی از انجملہ اُن سے ارتکاب سے اجتناب کرنیکا حکم دیا۔ از انجملہ یہ اُن کے اجتناب سے فلاح
پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی۔ از انجملہ یہ کہ جو وبال ان دونون سے پیدا ہوتا ہے وہ
آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خوارون و جواریون کے درمیان آپس مین ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہی اور نیز جو نتیجہ ان دونون چیزون
کا اعمال آخرت مین ہی وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر الٰہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی ما فی الکشاف۔ اور
اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگون کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ
حرام فرمایا پس پہلی آیت جو اس بارہ مین اُتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس ہی پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور

بعض نے نہیں چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ۔ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون الآیۃ۔ پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنھوں نے نماز کے اوقات
کے سوائے وقتوں میں پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ پس بالکل حرام ہوگئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید و تاکید ہے
وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں و جنید وغیرہ اوپر مذکور ہوئیں اور احادیث صحیحہ میں اس کے پینے والے بلکہ لانے والے و بیچنے والے و اعانت کرنیوالے پر
حتیٰ کہ دس پر زجر و وعید شدید آئی ہے جنکا ذکر عین الہدایہ میں ہے۔ بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانوں کے سب فرقے اسپر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ
حرام ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ بقر کی آیت یسئلونک عن
الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمرؓ کو بلاکر انکو سنائی گئی عمرؓ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے
پھر سورۂ نساء کی آیت لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی بروقت حی علی الصلوٰۃ کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں
ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر عمرؓ کو بلاکر ان کو سنائی گئی تو عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ مائدہ کی آیت
انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمرؓ کو بلاکر ان کو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے
ہم باز رہے۔ رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی والترمذی وصححہ ہو و علی بن المدینی۔ اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے
مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین میں عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا
نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم گیہوں سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہے جو مخامر عقل ہو۔ قال
المترجم آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء
کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابو حنیفہ رح یعنی قطعی و ظنی ہے پس وہ نہیں ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پئے اور گمان کرے کہ اس قدر سے مخامرت
نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور کلیہ اسمیں وہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر
کے مانند مخدر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس میں اختلال ہو جاتا ہے جیسے افیون و بنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ
للمترجم وغیرہ میں لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتویٰ منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑ دے تو بہ کرے تقلیل کرنے
تک کہ چھوٹ جائے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ یہی ابن حجر رح نے فتویٰ دیا۔ کما فی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت میں
بہت کثرت سے احادیث ہیں جنمیں سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ توضیح آئی آیہ
کریمہ کی ہیں پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدۂ ثواب فرمایا بقولہ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ف۔ حرف لعل جہاں اللہ
تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہیں تو وہ ضرور فلاح پاوینگے پھر ان کے مفاسد دنیاوی
و اُخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ خمر و میسر میں تمہارے
درمیان عداوت و کینہ ڈالے۔ ف۔ یعنی جب تم شراب پیوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالیگا کیونکہ ان دونوں سے طرح طرح کے
فتنہ و شر پیدا ہوتے ہیں۔ پس ان دونوں کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادیں حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈلوادے اور
دوم کو یوقع پر عطف کرکے بیان فرمایا۔ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شراب خواری

وجہ سے مین مشغول ہو۔ اور خاص کر کے یاد آلہی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوۃ و عدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پس بھلا تم باز رہنے والے ہو ف اور یہ استفہام لفظ مین ہے اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہے کہ ابو طلحہؓ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہو جاو کہ شراب حرام ہو گئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ پھر کسی نے شراب کو منھ نہ لگایا اور ابو طلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہادے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کوچہ مین شراب بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شراب کی فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اُسکی قیمت معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہے کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہے اور اگر خود سرکہ ہو جائے تو روا ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو ف نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے منھ موڑا ف طاعت سے تو فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ جان رکھو کہ ہمارے رسول پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان پہونچا دے ف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہے یعنی نہ مانوگے تو سزا پاؤگے جیسے مانوگے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند روزہ ہے اور آخرت باقی و دائم ہے ف فی العرائس جب اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیباً سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تا کہ اُن کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت کے تعلیم سے آراستہ فرماوے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و احذروا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہے اور حذر اس طرح کہ قدم کے جو اوصاف ہین اُن کے ساتھ کسی حدث و معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب ہو۔ قال المترجم بہت سے اکابر نے تصریح کر دی ہے کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت مین خلوص ہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہے کہ رضائے حق عز و جل مراد ہو اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ طاعت آلہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ رہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہے اور ایک قسم کی پیچیدہ و خفیہ ریاکاری ہوتی ہے وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسول مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمھارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرہ مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہے کہ وہان قدم مین حدث کا فنا پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو درحقیقت حادث ہے وہ اس گمان غلط مین پڑ جاتا ہے کہ مکر ازلی کا تیر سو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ اور واسطی نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مدرج ہو جائے آداب اسی مین ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف آلٰہی بڑھتا جاوے قال المترجم عظمت و جلال آلٰہی غیر متناہی ہو
ولیکن پردۂ پندار سے خواب غفلت ہو جیسے علم کی انتہا نہین ہے پس جسقدر علم مین کمال ہوتا جاوے اُسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی
علامت علم ہو ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اُسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے بندگان کرام کی شان مین فرمایا وھم من خشیتہ ربھم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہین اور حدیث مین ہو کہ انا اخشاکم اللہ یعنی
تم مین سب سے زیادہ خوف آلٰہی عزوجل مجھپر طاری ہو کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے یہ معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے
تو درجۂ کمال سے گرجاؤگے۔

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اُن پر نہین گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگون نے کہا کہ یا رسول اللہ اُن لوگون کا کیا حال ہوگا جنھون
نے اُس کو حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت
ابن عباس مین ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابرؓ مین ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا واسناد اسکی صحیح ہے لیکن
غریب ہو اور روایت احمد از ابن عباسؓ مین ہو کہ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اُن ساتھیون کا کیا حال ہوگا جو مرگئے حالانکہ اسکو پیتے تھے
اور بخاریؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ اُحد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کچھ لوگون نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اسی روز سب کے
سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات مین یہ ہو کہ یہود نے اور یہودی منافقون
نے مومنون پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا۔ کچھ بھی گناہ نہین ان بندون پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیزین جو اُنھون نے کھائی ہون **ف** پس اسمین لیس حرف سلب
دوام کلیہ نفی کو مقدم کرکے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت مین جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کی نفی ہوگئی یعنی اس کے
متعلق بالکل کوئی گناہ نہین ہو اور طعم کا استعمال کھانے مین ہو اور پینے کی چیزین بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پئے گا
وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہو کہ سبب اگرچہ خاص سوال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہو چنانچہ مفسر سیوطیؒ نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم یعنی حرام
ہونے سے پہلے جو کچھ اُنھون نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اُن پر کچھ گناہ نہین۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہین ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے
حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہو پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو نکرے تو ثواب ہو خواہ بروقت داعی موجود ہونے کے باز رہنے سے ثواب ہو یا عزم مصمم پر
ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ مین اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد درست رکھے لیکن حد سے تجاوز کرگیا بسبب نفس و شیطان کے
غلبہ کے وہ فاسق ہو پس جبتک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہین کیا تب تک جس نے اس کو کھایا اسپر گناہ نہین۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا جبکہ اُنھون نے تقویٰ کیا۔
ف ان چیزون سے جو حرام کی گئین اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا بایں طور کہ حکم آلٰہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ
ظرف کچھ تخصیص حکم کے لئے نہین ہو تا کہ اس سے استدلال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بوقت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہے [illegible]

جب طاعت مین ہو ورنہ نہین بلکہ یہ ظرف فقط بیان ایمان وتقوی ہی۔ وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ایمان لائے ونیک کام کئے ف یعنی جو اعمال اللہ تعالیٰ نے نیک فرمائے ہین اُن کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بجا لائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجا لائے اور مستحب ونفل کو بطور تطوع کے بجالائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقوی کیا اور ایمان لائے۔ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر تقوی کیا اور ایمان لائے ف یعنی پھر ثابت رہے تقوی ایمان پر ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا یعنی پھر تقوی رکھا اور نیک عمل کئے ف اور بعض نے کہا کہ پہلا تقوی تو بندہ اور اُسکے نفس کے درمیان ہو اور دوسرا تقوی اُسکے لوگون کے درمیان ہو اور تیسرا تقوی اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقوی از حرام ہو اور دوم از شبہات ہو اور سوم از بعض مباحات ہی تاکہ طبیعت وقلب پر میل کچیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقوی تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہانتک ممکن ہو اور دوم تقوی مع ایمان تصدیق کامل ہی جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقوی مرتبہ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہو لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محسنین کو محبوب رکھتا ہے ف مفسرین نے کہا کہ مراد آنکہ نیک کام کرنیوالون کو یعنی شرع مین جو نیک کام جس طور پر مشروع ہین اُنکے بجا لانیوالون کو اللہ تعالیٰ ثواب جمیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہین اور حق یہ ہی کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے لیکن یقین ہی کہ جنکو اللہ تعالیٰ محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انہین محسنین مین سے ہی۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی ف فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز پر جو بندون کیلئے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندون کیواسطے مباح ہوتی ہے اور وہ اُسکے تناول سے اور استعمال مین لانے سے ماخوذ نہین ہوتے ہین جب تک اسمین یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ اُن پر حرام ہوگئی اور سمجھدار کیلئے لطیف اشارہ ہی اب مین اشارات کی طرف رجوع کرتا ہون جس سے سردست مجکو شغل ہے سو واضح ہو کہ عارف عاشق جبتک کہ اللہ عزوجل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب سے تجرید و ترک وتفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبہ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالیٰ کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات وزندگانی مین چاہے مباحات ورخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت وعمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الٰہی وشرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات ورفاہیت وفراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہین پہونچاتے ہین کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزون پر کچھ بھی نہین ہی۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے حلال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع مین حکم ہے اور اسمین سے بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اُس نے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہی قال المترجم۔ آیت میں استیناس ہی کہ اعمال فروعیہ کی بنیاد تقوی پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد مین کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد مین وہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرلے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

اے ایمان والون البتہ تمکو آزماوے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہونچین تمہارے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہے

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ

بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والون نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام مین اور جو

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ

کوئی تم مین اسکو مارے جان کر تو بدلا ہے اُس مارے کے برابر مواشی مین سے وہ ٹھہرا دین دو معتبر تمہارے کہ نیاز ہو پہنچا دے کعبہ تک یا

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ

گناہ کا اُتار ہے کئی محتاج کا کھانا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا اور جو کوئی

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

پھر کریگا اُس سے بیر لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہے بیر لینے والا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسمین اختلاف ہے کہ خطاب کن لوگون کو ہے تو امام مالکؒ سے مروی ہے کہ ایسے لوگون کو خطاب ہے جو احرام نہین باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہے ولیکن اس تخصیص کیواسطے کوئی وجہ ظاہر نہین بلکہ اظہر یہ ہے کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰهُ اسمین لام قسم ہے اے واللہ لیجزینکم اللہ۔ واللہ تمکو امتحان فرمادیگا اللہ تعالیٰ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ کچھ شکار سے ف اسمین بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہے اے بشئ حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہے اور تنوین شئی کی تحقیر کیواسطے ہے اور صید مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی ایسی چیز سے جو شکار کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ من تبعیضیہ ہے یعنی بعض صید ہے اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہے اور ظاہر کلام مفسرحؒ اول وجہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کہا اے بشئ یرسلہ لکم من الصید یعنی صید تم پر بھیجکر تم کو امتحان فرمادیگا۔ اگر کہا جائے کہ لیبلونکم اللہ بالصید کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشئی خود نہایت توجہ کے لائق ہے پھر من الصید سے بیان نہایت موثر ہوگا جیسا کہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ بشئی سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہے۔ پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض چرگون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین ان پر شکار کرنا حرام کر کے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا اُن کے مکانون و خیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن الحمد للہ کہ مومنین صحابہؓ ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانۂ داود علیہ السلام مین مچھلیون کے شکار کے حق مین ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پھر اسی شئی کی جو صید ہے یہ صفت بیان کی کہ تَنَالُهٗٓ اَیْدِیْکُمْ اُن کو پاوینگے تمہارے ہاتھ ف یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ و ضعیف کو تمہارے ہاتھ پاجاوینگے چاہو ہاتھ سے پکڑلو۔ وَرِمَاحُکُمْ اور تمہارے نیزے ف یعنی بڑے صید توانا کو تمہارے نیزے پاوینگے جسکو چاہو نیزہ سے مارلو۔ اور واضح رہے کہ نیزے کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑ لیتے یا عرب والے اکثر وحشی درندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر ہاتھ و نیزے کو ذکر فرمایا اور مقاتلؒ سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند و پرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ مین کبھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالیٰ نے حالت احرام مین اُن کے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کو امتحان کریگا صیود بھیجکر جو اُن کے ڈیرون مین چھاوینگے اس طرح کہ وہ لوگ اُن کو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مار لینے یعنی آسانی سے شکار کر لینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار سے ممانعت کی جاوے گی۔ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود ڈرتا ہے ف یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہے درحالیکہ وہ غائب ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہین دیکھا ہے پس خوف کر کے شکار مارنے سے اجتناب کریگا اور مراد علم ظہور سے یہ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور بیضاوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے جاننے کا ذکر کیا حالانکہ مراد یہ کہ جو معلوم ہے وہ واقع و ظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہونا مراد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دوسری پارہ مین یہ بحث مفصل گذر چکی ہے اب دوہرانا تطویل ہے پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہے اسیواسطے مرتے دم جبکہ ہر کافر و بے ایمان کے سامنے عذاب پھر جہنم شکار کھڑا ہوگا ہو اسوقت کا ایمان قبول نہین تا عین اعتبار کیا فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ پھر جس نے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف یعنی شکار سے ممانعت کر دینے کے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اسکو دکھ دینے والی مار ہوگی ف دنیا مین یا آخرت

میں یاد دونوں جگہ جس طرح اوتعالیٰ چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام میں شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا
الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو۔ حرم جمع حرام بمعنی محرم ہے اسے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو یعنی
حالت میں مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو وحشی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے خاص اسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اول
مختار حنفیہ ہے دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہے فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا میں اسکو کھاؤں۔ فرمایا کہ ہاں۔ تو
کہا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہاں (ابوداؤد والترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جاوے۔ پھر صید عام
ہے خشکی کے جانور ہوں یا تری کے لیکن آگے کی آیت میں تصریح موجود ہے لہٰذا الصید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہیں اور خشکی والے الصید عام ہے چنانچہ ابن کثیرؒ
نے ذکر کیا کہ براہ معنی کے یہ لفظ عام شامل ہے ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہیں اور جو نہیں کھائے جاتے ہیں اور جو ماکول و غیر ماکول سے پیدا ہوتے ہیں ولیکن
شافعی رح کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہیں ہیں اور جمہور علماء نے کہا کہ نہیں بلکہ ان کو
قتل کرنا بھی حرام ہے اور انمیں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں سوائے پانچ جانوروں کے جو صحیحین کی حدیث ام المومنین عائشہؓ میں مذکور ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ
جانور فاسق ہیں ان کو حل و حرم میں قتل کرنا روا ہے وہ غراب اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ پانچ جانور ہیں جن کے قتل کرنے میں احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہیں اور وہ غراب و چیل و بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری ومسلم ایضاً۔ ایوب رحمہ اللہ
نے کہا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کئے جانے میں کچھ شک نہیں ہے اور اسمیں اختلاف نہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ نسائی
کی روایت حضرت عائشہؓ میں یوں ہے کہ پانچ جانور ہیں جنکو محرم قتل کرے سانپ و چوہا و چیل و غراب ابقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ
غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اس کے پیٹھ و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہیں ہے ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہیں کیونکہ
روایت صحیحین میں لفظ عام ہے اسمیں غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہیں ہو سکتی ہے پھر کلب عقور کے معنی کٹھا کتا۔ اور مانند امام مالک و احمد کے بعض علماء
نے کلب عقور میں بھیڑیا و سیاہ گوش و چیتا و شیر درندے شامل کئے ہیں کیونکہ کلب عقور سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ
ان سب درندوں کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں بددعا کی تھی کہ
اے پروردگار اسپر اپنے کلاب میں سے ایک کلب کو مسلط کردے پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا میں اسکو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر سوائے شیر
انکے لومڑی و سیاہی وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچوں کے ساتھ ان کے پیچھے بھی لاحق کئے گئے ہیں اور شافعی رحمۃ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہیں تو انکے
نزدیک چھوٹے و بڑے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فقط نہ کھایا جانا انکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور
بھیڑیئے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونوں کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اس نے
قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہیں ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمۃ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندوں کے قتل کی اجازت درصورت
حملہ آور ہونے کے ہے ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا۔ پھر واضح ہو کہ اس ممانعت میں مرد و عورتیں سب شامل ہیں کیونکہ محرم دونوں پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امراۃ
حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرم الرجل یعنی زمین حرم میں داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل میں موجود ہو پھر جو لوگ
کہ حرم میں ہیں خواہ وہ وہیں رہتے ہیں یا وہاں چلے جاویں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں اگرچہ احرام باندھے نہ ہوں اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ ہی سے دونوں مراد
ہیں حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہ ہو اور زمین حل کا جانور حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے اور جب احرام میں
نہ ہو تو شکار کر سکتا ہے پھر جسنے حالت احرام میں شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یوں بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ اور جس نے تم میں سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزاء ہے مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے ف نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی
نعم سے مثل مقتول کا تاوان دے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اسمیں دونوں احتمال ہیں اسی وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہے واضح ہو کہ جزاء کو رفع
ہے اور مبتدا مقدر ہے اے فجزاء ہو مثل ما قتل اور ایک قراءۃ میں باضافت ہے اے فجزاء مثل ما قتل۔ پھر جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا جو تعمد کر کے قتل کرے
یعنی احرام کو جان بوجھکر یاد رکھتا ہو اور قصد کر کے قتل کرے جیسے خطاء کرنیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کر کے
شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ ایک روایت میں ابن عباسؓ و احمد بن حنبل نے اور داؤد ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے
متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس و ابو ثور کا ہے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہدؒ
نے کہا کہ متعمد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جس نے احرام کو بھول کر عمداً اسکا قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہوگا اور اسکا احرام باطل
ہو گیا۔ رواہ ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جمہور فقہاء اجمعین سے ائمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ وربائبکم اللاتی
فی حجورکم میں ہے پس وہ عمداً قتل کرے یا خطاء سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزاء واجب ہوگی اور یہی حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حسن بصری و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ زہریؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنیوالے پر جزاء ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آنکہ
قرآن مجید میں تعمد کرنیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت میں احکام صحابہؓ سے خطاء سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمان مذکور ہے قال
ابن کثیر اور نیز شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کردینا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمداً میں ملامت بھی
ہے اور خطاء میں ملامت نہیں ہے پھر جزاء کا بیان تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ ہو مثل ما قتل من النعم اے شبہہ فی الخلقۃ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے یعنی خلقت میں
اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہو وے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی اور ابن جریرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے حکایت کیا کہ
انہوں نے فجزاؤہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے اور یہی امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و
جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثلی بسبب تفاوت فاحش کے
پیدا نہیں ہے حتی کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہوگا اور خصوصاً اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہو وے تو ہرن کے مثل اونٹ
یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد
ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کردیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر
ہو ورنہ مثل معنوی ادا کرے لہذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچاوے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت
اسقدر تک پہونچتی ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل
پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جائیگا اور صحابہؓ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے نعامہ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ مارنے
میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس در صورت مثلی موجود ہونے کے قضاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولیٰ
ہے مترجم کہتا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہاں حدیث نہ ہو وہاں صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہی ہے جو
مذکور ہوا پھر شیخؒ نے لکھا اور در صورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہنچائے جاویں۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔
پھر اس مثل ہونے کو دو عادلوں کی رائے پر محول فرمایا یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل
وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے مفسر سیوطیؒ نے کہا جن کو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کرلیں کہ اس صید مقتول کے مشابہ

چوپایون مین سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے وعمر رضہ نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کر ڈالا تھا تو
ابن عباس وعمر بن خطاب رضہ نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ ہے (رواہ ابن ابی شیبہ) اور نیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس و ابوعبیدہ
بن الجراح نے پالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمر رضہ و عبدالرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالک رح اور ابن عباس و عمر بن الخطاب وغیرہ نے [اونٹ ۱۲]
کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المترجم یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی
مشابہت ہے اور بنابر قول امام ابوحنیفہ رح کے معنی یہ ہون گے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہوے
تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیر رح کے اسکو لینا اولیٰ ہوگا اگرچہ قول ابوحنیفہ رح آسان اور اس زمانہ کے موافق ہے بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے
لیکن عمل ممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیر رح کے درصورت
مثل ہونیکے صورت کا مشابہ لینا اولیٰ ہے اور روا ہے کہ قیمت لے لی جاوے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریدا جاوے یا نہ خریدا جاوے
پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہا۔ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے ف پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہے
جزاء سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہے۔ قال المفسر بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے
مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جاوے اور یہ جائز نہین ہے کہ جس مقام پر اُس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اسوجہ سے کہ ہدیا کی
صفت ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفہ نہین
ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے مثلاً
گرگرتیا کو مارا یا چیڑی مار ڈالی تو ایسی صورت مین اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم
نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہو سکتا ہے یا نہین پس توضیح
مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتیٰ کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہے
کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اُنھون نے جیسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہین ہے اگرچہ بعض جہت سے اولیٰ ہوگا
کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نوع بصیرت ضرور ہے جیسے کہ مومن کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور ہمین شک نہین کہ
وہ لوگ اس نور بصیرت وتمیز مین اعلیٰ واقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے وسعت رحمت ہے اور امام مالک و ابوحنیفہ رح کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہے خواہ ویسے واقعہ مین صحابہ رضہ سے
کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالک وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا
وہ مثل کیواسطے خود ایک حکم نہین ہو سکتا اور نہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنیوالا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم و محکوم نہین ہو سکتا ہے اور امام شافعی رح
و احمد وغیرہ نے کہا کہ ہان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ یا کفارہ طعام
مساکین ہے ف یعنی مثل دے یا اُسپر کفارہ واجب ہے یعنی جو جزاء اوپر مذکور ہوئی اُسکا غیر یہ کفارہ ہے چاہے اسکو دیدے اگرچہ اُسکو جزاے مذکور پر بھی
دسترس ہو یعنی حرف او یہان ترتیب کیواسطے نہین ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعی رح کا ایک قول ہے ولیکن مفسر سیوطی رح کے نزدیک مختار
قول دوم شافعی رح ہے کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزاے مذکور یعنی مثل از چہارپایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ
کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہے اور یہی قول امام مالک و امام ابوحنیفہ و ان کے دونون شاگردونکا اور مشہور قول امام احمد کا ہے۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف ہے،

پس ابراہیم نخعی و حماد بن ابی سلیمان و ابوحنیفہ رح و صاحبین و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور شافعی رح کے نزدیک اس کے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اُس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء تو فرضی ہے موجود نہیں ہے تا کہ اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیئے کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سیوطی رح نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعی و امام مالک و فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور ابوحنیفہ رح و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہد رح کا قول ہے اور امام احمد نے کہا کہ گیہوں ہوں تو ایک مُد دیوے اور دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیر اور مدارک میں امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ نقل کیا کہ گیہوں سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے پھر مفسر رح نے کہا کہ ایک قراۃ میں کفارہ مضاف ہے طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہے پس معنی وہی ہیں جو قراۃ اولی کے ہیں پھر اللہ تعالی نے تیسرا اختیار دیا بقولہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہے کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف اَو واسطے تخییر کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیئے اسکی عوض ایک روزہ ہے۔ بالجملہ بنا بر قول امام ابوحنیفہ رح کے گیہوں سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جائے اسمیں جسقدر مسکینوں کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزا مشروع ہونے کا سبب فرمایا لِّيَذُوقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تا کہ اپنے امر کا وبال چکھے ف یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے ولیکن یہاں مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہے اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو جزا میں اندوہ دیا گیا۔ پھر اسمیں اختلاف ہے کہ مسکینوں کو کھانا کہاں دیوے تو امام شافعی رح نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء رح کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو گاؤں و آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے کہیں اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالی نے عفو کیا ف عطاء رح سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالی نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر رح نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالی نے عفو فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اور جو لوٹا اللہ تعالی اُس سے انتقام لیگا ف یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالی انتقام لیگا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ یعنی او تعالی اپنے امور میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے ف بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا۔ تو اللہ تعالی آخرت میں اُس سے انتقام لیگا یعنی اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہو گا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہو گا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء رح سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے۔ فرمایا کہ نہیں یہ تو اُسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالی ایک گناہ کیا ہے ولیکن اسکو فدیہ دینا پڑیگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لیگا۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اُسپر کفارہ واجب ہو گا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جس نے خطاء سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزا

دیوے اور اگر اُس نے عمداً ایسا کیا تو ایکبار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہے جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابو المعلی نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام میں عمداً شکار کیا تو اُس سے درگذر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ واضح رہے کہ یہ تنبیہہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہیں اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑ دیے جاویں آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انتقام الٰہی کے بعد دنیا میں اسپر جزار کیوں ہے تو جواب یہ کہ عمداً اُس کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا میں یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض میں جزار مذکور ہے پس وعید مذکورہ اُسپر جزار مذکور واجب ہونے سے مانع نہیں ہے

پھر یہ سب خشکی کے شکار کیواسطے مذکور ہوا رہا بیان شکار دریائی تو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار　اور اُسکا کھانا فائدے کو تمہارے اور مسافروں کے　اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام میں　اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ

جمع ہو گے　اللہ نے کیا ہے کعبہ　گھر بزرگی کا ٹھہراؤ لوگوں کے واسطے　اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی نیاز کی اور گلے میں لٹکن

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

ایسا کیا اس واسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے　آسمان　اور زمین میں　اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے　جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے　رسول پر ذمہ نہیں مگر پہونچا دینا　اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر میں کرو گے اور جو چھپا کر

اُحِلَّ لَکُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگوں کو ہے خواہ احرام میں ہوں یا حلال ہوں صَیْدُ الْبَحْرِ تمہارے لیے صید البحر حلال کیا گیا ف یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہیں کہ شکار کھیلنا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہاں ہر وہ چیز ہے جسمیں دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو۔ اور ظاہر یہی ہے کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کئے گئے ہیں صید البحر کی تعریف مفسر سیوطیؒ نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس کیکڑا وغیرہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ بحر و بر دونوں جگہ جیتے رہتے ہیں اور اولیٰ یہی کہ دریائی وہ جانور قرار دیئے جاویں جو پانی ہی میں زندہ رہتے ہیں اور وہیں انڈے بچے دیتے ہیں اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہیں رہتے ہیں اور دوم وہ کہ پانی میں بھی جیتے ہیں اور خشکی میں بھی زندہ رہتے ہیں پس مفسرؒ نے صید البحر انہیں جانوروں کو قرار دیا جو از قسم اول ہیں وَطَعَامُهٗ اور طعام البحر ف حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنارے پھینکدے۔ اور یہ تفسیر حضرت ابوبکر و عمر و ابن عمر و ابن عباس و ابوہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباس سے ایک روایت میں و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو اور صید البحر جو تر و تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات ہیں اور زمخشری نے کشاف میں کہا کہ صید البحر وہ جانور ہیں جو دریا سے شکار کئے جائیں خواہ وہ کھائے جائیں یا نہ کھائے جاویں پس اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ کے یہ معنی ہیں کہ دریائی جانوروں کو شکار کرنا تم کو حلال ہے پھر فرمایا وَطَعَامُهٗ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اُس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تمکو حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے اسمین سے کھانے کے جانوروں کو کھانا حلال ہوا - اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہو کر اترا وے وہ بھی حلال نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہے اور یہی ابوبکر الصدیق و زید بن ثابت وعبداللہ بن عمرو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم وعکرمہ و ابوسلمہ ونخعی وحسن بصری سے مروی ہے - وعن الصدیق ؓ طعام البحر سب جو اسمین ہے - رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم - قال المترجم ہو منقطع - اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اسمین مرجاوے وعن ابی ہریرہ مرفوعاً وموقوفاً طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے - قولہ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ - یعنی یہ حلال کردیا تمہارے واسطے و مسافروں کیواسطے تمتع ہے ف - کہ تم حاضر ہونے کی حالت میں اس سے کھاؤ اور سفر میں مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیویں - سیارہ جمع سیار بمعنی سیر کرنیوالے یعنی چلنے والے مسافر لوگ - ابن کثیر رح نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور اُنپر ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور میں بھی انھیں میں سے تھا پس ہم لوگ روانہ ہوئے پھر راہ میں ہمارے زاد راہ فنا ہوگئے یعنی زاد راہ نہ رہا پس ابوعبیدہ نے تمام لشکر کو زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو مزود چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہم کو تھوڑا تھوڑا دیتے یہانتک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہم کو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہم نے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہیں کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابوعبیدہ رض نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اُسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں کئی طرق سے جابر رض سے مروی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ابوعبیدہ رض نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا - اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے زاد راہ لائے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کا رزق تھا اور اسمین سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو ہم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے اسمین سے کھایا - اور بعض روایات میں ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپنے ابوعبیدہ رض کو سردار کرکے ایک ٹکڑا علیحدہ کرکے روانہ کر دیا - اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہیں سو اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہجاتے ہیں بھلا سمندر کے پانی سے وضو کریں تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طاہر ہے اور اس کا مردار حلال ہے رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانوروں کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثنار نہیں کیا اور بعض نے کچھوے و نہنگ کو مستثنی کیا اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ جو دریا میں مرجاوے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائے گی بسبب عموم قولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابوہریرہ مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی رح نے حدیث ابوہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات میں سے شمار کیا ہے - وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام میں شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام میں ہو ف اور بری صید وہ ہیں جو خشکی میں جیتے ہیں اور مفسر سیوطی رح رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہوں جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی رح کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہوں یا نہ کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد مین مصرح ہی اور یہی امام ابوحنیفہ رح و مالک رح و شافعی رح و احمد رح
کا مذہب ہی اور توضیح کلام یہ ہی کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہی پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان
دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق مین یہ شکار مثل مردار کے ہی اب رہا یہ کہ
دوسرے لوگون کے حق مین کیا حکم ہے تو امام مالک و ابوحنیفہ رح اور بنابر یکی از دو قول شافعی وہ ہر دوسرون کے حق مین بھی مردار ہے خواہ وہ محرم
ہون یا حلال ہون اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن وغیرہم کا ہی اور اگر محرم یا محل نے اسمین سے کچھ کھایا تو اسمین علماء کے
دو قول ہین ایک یہ کہ اسپر جزاء لازم آویگی اور عطاء رح سے مروی ہی کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اسپر دو جزاء لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے
پر جزاء نہ ہوگی اور یہ امام مالک نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البر رح نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہی بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کے بعد حد مارے جانے
سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول احسن
و اصوب ہے۔ اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا
ہو اور ابن عبد البر رح نے یہی قول حضرت عمر بن الخطاب و ابوہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطاء فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور
یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ مین امام ابوحنیفہ رح سے اسکے خلاف پایا ہے۔ قال اور ابوہریرہ رض سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے
جیسا کہ امام ابوحنیفہ رح بھی ہین ۱۲
شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتوی دیا کہ ہان کھاوے پھر عمر بن الخطاب رض سے اپنا یہی فتوی دینا بیان کیا تو عمر رض نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتوی دیتا تو مین
تیرے سر کو دکھ پہونچاتا۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ۔ قال المترجم لم یصح لسعید روایۃ عن عمر رض عند المحدثین قال۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا
کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیہ کریمہ کے اور ابن عباس و ابن عمر سے مروی ہے کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البر رح
نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالک و شافعی رح
و احمد و اسحق نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کیواسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہین ہے بسبب حدیث صعب بن
جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابواء مین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے
اسی وجہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی
واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہ رض کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام
مین تھے اُنھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اُسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور
خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہی۔ قال المترجم یہی مذہب ابوحنیفہ رح ہے۔ قال اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن حنطب از جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنکہ
خشکی کا شکار درحالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داود والنسائی
والشافعی والترمذی۔ یہ حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے ولیکن ترمذی رح نے کہا کہ مطلب رح کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویب کی جاتی ہے۔
اثر عثمان رض ہے کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا
یکسان حال نہین ہی کہ یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہو جاتی ہی مترجم کہتا ہے لیکن معلوم
ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیون پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو
مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اُسی کی طرف

حشر کئے جاؤ گے ف یعنی مآل کار بندون کا قطعاً موت ہی پس زندگی مین موافقت رکھین تاکہ ثواب و راحت پاوین اور مخالفت نہ کرین ورنہ عذاب و دکھ پاوینگے جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ کعبہ اس کا نام بوجہ اسکے کہ مربع ہے ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کر دینا اور عرب کے اکثر گھر مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ اونچے و ابھرے ہونے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال مین سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہین اور ارجح قول یہ ہی کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہے قولہ اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اسمین قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندون کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری نے بر تقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح۔ اور بیت درحقیقت وہ کہ چہار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمین سکونت نہ ہو یعنی اسمین کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ کیواسطے بمنزلہ علم کے ہو گیا اور جعل یہان متعدی بدو مفعول ہی اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنی ایسا کر دیا بقرینہ دعائے حضرت ابراہیم ع جو سورۂ حج وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگی لیکن صواب یہ ہی کہ دعائے ابراہیم موافق قضائے ازلی کے واقع ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا۔ بالجملہ یہان دو مفعول ہین۔ اول کعبہ ہی اور دوسرا مفعول فرمایا قِیٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ بیت الحرام کو بندون کیواسطے قیام کر دیا ف اسے یقوم امر دینہم بالحج الیہ و دنیاہم بامن داخلہ و عدم التعرض لہ و جبی ثمرات کل شیٔ الیہ یعنی اس خانۂ کرم کے سبب مردون کے دین و دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے ہین پس دین کے کام اس طرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقویٰ کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہین کہ زبان سے انکا بیان نہین ہو سکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہین اور دنیا کے کام اس طرح کہ بحکم قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان امنا جو اسمین گھس گیا وہ جب تک اسمین ہی کوئی اس سے تعرض نہین کر سکتا وہ امن مین ہو گیا۔ اور بقولہ یجبی الیہ ثمرات کل شیٔ ہر قسم کے پھل پیدا و اس کی طرف لوگ لیجاتے ہین اور یہ عظیم قدرت الٰہی کا ظہور ہے کہ اس ریگستان مین بندے جو قدرت کے قبضہ مین مسخر ہین ضرور یہ نعمتین وہان لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہین اور کھجور و پانی بہ سون کی غذا ہی اور کچھ مضرت نہین پہونچاتی۔ حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہین کہ اس سے جذام ہو جاتا ہے ولیکن ظہور قدرت الٰہی ہے کہ وہان کچھ ضرر نہین ہوتا۔ و فی قراۃ قیمًا بلا الف۔ اور ابن عامر کی قراۃ مین قیامًا کی جگہ قیمًا بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہی قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یائے تحتانیہ مین تعلیل نہین ہوئی ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ بانہ جول لعور کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیم در اصل قوم نہ تھا بلکہ یہ اصلی ہی اور اخفش نے کہا کہ اسمین تین لغات ہین۔ قیام و قوام و قیم اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہی کہ صیّر اللہ الکعبۃ البیت الحرام حال کونہا قیامًا للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام کر دیا درحالیکہ وہ لوگون کیلئے قیام ہے۔ ھ۔ لیکن قول راجح و اظہر ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا۔ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ ای جعل الشہر الحرام قیامًا لہم بامنہم القتال فیہا یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو بھی ان کے واسطے قیام کر دیا کہ ان مہینون مین لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہین اور الف لام جنس کا ہے اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہین۔ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ اے وجعل اللہ الہدی و القلائد قیامًا لہم بامن صاحبہم من التعرض۔ یعنی ہدی و قلائد کو بھی بندون کیلئے قیام کر دیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی و قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہین کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ ولا الھدی ولا القلائد ولا امین البیت الحرام یبتغون فضلًا من ربھم الآیہ کے تحت مین بیان ہو چکی ہے وہان رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اس سے تعرض نہین کرتے تھے۔ ذٰلِکَ الجعل المذکور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہی جو اوپر مذکور ہوا۔ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اسواسطے ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو آسمانون مین ہی اور سب جو زمین مین ہی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف کیونکہ تمھارے نفع حاصل ہونے و مضرتین دور ہونے کیواسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کر دینا اس بات کی دلیل ہی کہ جو موجود ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسمین قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہین اور زمانہ کی گردش سے ان مین کوئی تغیر نہین پس اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

تو اُن کے دین و دنیا دونوں کیواسطے نہایت خوبی وبھلائی ہے لیکن لوگون نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ شیطان نے صراط مستقیم سے بیراہ کیا اور طریقۂ جور مین لاکر خوار کیا نعوذ باللہ من ذلک فتدبر۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے ف یعنی کفر وشرک انکار وخلاف کرنے والون کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے ف یعنی فرمانبرداری وطاعت وایمان لانیوالون کے حق مین۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کھلا حکم پہونچا دینا ف یعنی تم کو حکم آلہی پہونچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمھارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر برے ہین تو عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسر رح نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہوسکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اسطرح کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگارون کو مخفی فرماویگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرماوے گا مین نے دنیا مین تجھ پر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) ف عرائس مین ہے کہ قوله جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کعبہ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور نو صفات کے پرتو سے منور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے ادراک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہوکر کمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت وکبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف مین ان کو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیرون کی نظرین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ عالم کیواسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰؑ کو کوہ طور سے اور عیسیٰؑ کو مصیصہ سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہے کہ جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سیناء سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل وغیرہ کتب انبیاء مین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلۂ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور وخیال واعتبار سے ممنوع ہوکر محل نظر قدسی ہو جاتا ہے پس اُس کے آثار جلال عارفون کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہین شبلی رح نے کہا کہ جیتنے مردم کا امام کعبہ ہے اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام باین معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المترجم کعبہ مین جس طرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک زائد ہے یعنی اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرتے مین بھی وہان اسی کثرت سے عذاب زائد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہان بھی حرام ہے بمعنی یہ کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عزوجل پر نظر رکھے اور بعض نے قوله قیاما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج اور ٹیڑھا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اُس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہو جاوے گا۔ اگر کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جاکر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی وشرائع کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین۔ جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کا خود ہی رد کر دیا جو شیطانی بندے ہوکر اندھے ہوئے ہین

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگر تجھکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو! شاید تمھارا بھلا ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہیں ۔ الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ خبیث اور طیب ف خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیوں میں مومن و کافر یکساں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مال حلال و حرام یکساں نہیں اور اچھی بات و بری بات برابر نہیں بالجملہ جس چیز میں خبث ہے اور جو چیز طیب ہے وہ دونوں مساوی نہیں ہیں بلکہ طیب ہی خوب ہے اور خبیث خراب ہے وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو ف یعنی اگرچہ نظر میں جو خبیث ہے وہ بسبب کثرت کے تجھ کو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کہ خبیث اس قدر کثرت ہے کہ اسکے مقابلہ میں خوب پاکیزہ بہت کم ہیں کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ لعل و موتی اگر کم ہیں تو کنکر اپنی کثرت کیوجہ سے ان سے اچھے نہیں ہو سکتے ہیں اور اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خلقت میں یہ بات جاری ہو چکی ہے کہ بھلے کم ہوں گے اور برے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہے ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور وہی یہاں از راہ حکم کے معتبر ہے ۔ پھر اعجبک میں خطاب ہر ایسے شخص کو ہے جو عبرت و نصیحت کی لیاقت رکھتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا ۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ پس اے اہل عقول تم تقوی الٰہی کو ف یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقل والو خبیث کو چھوڑو اور طیب پر اکتفا کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤ گے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اسکے نزدیک برابر نہیں یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر میں آیا کہ ما قل و کفی خیر مما کثر والہی یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور لہو میں ڈالدے ۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم میں اپنی اسناد کے ساتھ ابوامامہؓ سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت نہ ہو ۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث پر تحذیر ہے اور اس آیت میں اہل عقل و ایمان کیلئے وسوسہ شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا میں ان کے سامنے منظر عجیب آویگا کہ اہل کفر و ضلالت میں جو دنیائے ملعونہ کو آراستہ کریں بہت دنیاوی عروج میں کثرت سے ہوں گے پس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل نہ ہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے پھولا کیوں نہ مانتے پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیائے ملعونہ کو انہیں لوگوں کو دیگا جو ملعون ہیں لہذا جب صحابہ رضی اللہ عنہ نے سب سلطنتیں فتح کیں تو صرف عدل و حق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ ان کا زہد و تقوی تمام متواترات روایات میں ماثور ہے فاستقم واللہ تعالیٰ ہو الموفق پھر واضح ہو کہ تقوی یہ نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں کرید کر کے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالیٰ نے اپنے عادل بندوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ پوچھ مسائل سے منع فرمادیا ۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کردی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ

اے ایمان والوں مت پوچھو بہت چیزیں کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو برے لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اترتا ہے تو

تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ

کھولی جاویں گی اللہ نے ان سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا ۔ ویسی باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم سے پہلے پھر ہو رہے ان سے منکر ہوکے ۔

لوگوں نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کئے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ اے ایمان والو چیزوں کو مت پوچھو ف واضح ہو کہ سیبویہ و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے یعنی لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اور فراء و اخفش و کسائی و ابو حاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شے کی جمع قرار دیا لیکن نحو میں مفرد میں باہم اختلاف ہے اور معنی یہ کہ جن چیزوں کی ضرورت نہیں ہے ان کو مت پوچھو إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

یعنی اگر بیان کردی جائیں گی تو تم کو ناخوشی دینگی ف بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون میں ہے۔ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ اور اگر
تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھوگے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جائینگی ف معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین
تم چیزون کو پوچھوگے تو اُن کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا۔ لہذا تم ان سے مت پوچھو۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالی
نے اس سے عفو کیا ف عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسألوا سے مفہوم ہے اور معنی یہ کہ عفو کردیا اللہ تعالی نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا
اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نوع اشیاء کی طرف راجع ہے جس سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے
متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کی جاوینگی تو تم کو گوارا نہ ہونگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً
کوئی شخص اولاد زنا ہے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے
حج کو پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی ہین کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالی نے عفو کیا اور آئندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہون کہ
اللہ تعالی نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ مقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہے کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی
نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً انگور کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون
کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الٰہی کے عفو تھین
پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو اگر لیجاتے تو بعید نہ تھی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدیدہ و فتنہ عظیم مین پڑ جاتے پس سوال سے ممانعت بھی
اس امت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہے اور حاصل آنکہ اللہ تعالی نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال اسکے
اُنکو اپنے اوپر لازم مت کرلو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤگے اور خراب ہوگے پس اللہ تعالی اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اللہ تعالی
غفور حلیم ہے ف بندون کے گناہ بخشنے والا ہے اور ان کی بے ادبی پر انکو جلد مواخذہ فرمانے والا نہین ہے۔ قَدْ سَاَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون
سے سوال کیا تھا۔ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہین ف یعنی اگلی امتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون
کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس ان کے احکام بیان کر کے جواب دیدیا گیا اور ان کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا
كٰفِرِيْنَ پھر وے لوگ ان چیزون سے کافر ہو گئے ف بایں طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا بایں معنی
کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور ان کو مباح کرلیا کہ بے تردد اُن کے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہو گئے۔ یہان سے
معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری رح نے اس بارہ مین باب باندھا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ
ابن کثیر رح نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہین بیان کین اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہے کہ عن انس بن مالک کہا کہ رسول اللہ
صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے
دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منہ چھپائے روتے ہین حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تب یہ آیت
نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و النسائی۔ و عن انس بن مالک ایضاً کہا کہ لوگون نے حضرت
صلعم سے سوال کرنے شروع کئے یہانتک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھوگے مین ضرور تم سے بیان
کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنیوالا ہے پس مین دائین بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے
ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے

پھر عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر میں آج کے دن سا میں نے نہیں دیکھا کہ جنت و دوزخ کی تصویر میرے روبرو کر دی گئی کہ میں نے اس دیوار کے ادھر دیکھی۔ رواہ ابن جریر و البخاری و مسلم اور ایک روایت ابن ابو ہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ تھا جب منبر پر آئے۔ اور یہ بھی زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں عفو کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا۔ رواہ ابن جریر باسناد جید اور مرسل روایات میں اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہے اور سدیؒ کی روایت قصہ میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا۔ عن ابن عباسؓ ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے سو بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی وہ کہاں ہے تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری۔ عن علیؓ جب یہ آیت اتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہے آپ خاموش ہو رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر یوں واجب ہو جاتا تو تم سے ہرگز نہ ہو سکتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن ماجہ و الترمذی و قال غریب۔ اور یہی معنی بروایت ابو ہریرہؓ و ابو امامہؓ بھی مروی ہیں اور ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث۔ یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا۔ تو یہ کفر مقابل ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہے اور ابو امامہ کی روایت میں مصرح ہے کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا۔ اور نیز اس میں ہے کہ آپ نے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے امتوں کو ان میں کے ایسے ہی سرغنہ لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالنے والے ہوئے اور قسم ہے اللہ عز و جل کی کہ اگر میں تمہارے لئے تمام وہ چیز جو روئے زمین پر ہے حلال کر دوں اور فقط ایک موزہ کی جگہ اس میں سے حرام کر دوں تو تم اسی قدر میں فتنہ میں پڑو گے۔ رواہ ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے ممنوع ہے کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ہوں۔ اور نیز آیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہو گئی ولیکن اگر قرآن مجید میں مجمل نازل ہوا تو اس کے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی۔ وقولہ عفا اللہ عنہا سے جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کو عفو فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو مجھکو جب تک میں تم کو چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیا علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے۔ اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دیں ان کی ہتک حرمت نہ کرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کے واسطے سکوت ہے کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو۔ اور حدیث ابن عباسؓ میں جو قصہ فرضیت حج میں ہے۔ یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑ دو جب تک کہ میں تم کو چھوڑوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اس کو بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم منتظر ہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

اس کا بیان خود قرآن مین مل جائیگا رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ وقال المترجم کلام مجید مین جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن اُنکو
نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد وکمال ایمان وتوفیق الٰہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم صریح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس
اُمت کو مانند اگلی اُمتون کے کتاب الٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہو کہ علماء کے اجتہاد آسانی وسختی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر
پر اُن کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہو اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہو
فقال فانہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہو کہ قولہ لاتسئلوا عن اشیاء یہ اشیاء وہی بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام ہین۔ تو نہین
دیکھا کہ آگے فرمایا ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا کذا ولا کذا۔ اور عکرمہ رح نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیے گئے۔ رواہ
ابن جریر مراد عکرمہ رح کی یہ ہو کہ ان آیات سے سوال کرتے ہین جبکہ لوہے گئے جاوین تو بعد اسکے اگر کفر وانکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی اُمتون
پر ہوا انتہی لیکن مترجم کہتا ہو کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہو لیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہے چنانچہ ادنی تامل سے واضح
ہے پھر جاننا چاہیئے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہو ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ مقید ہو جن کی حاجت نہین اور فقط تکلیف کے
موجب ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ اُمور دین ودنیا مین سے جن کی حاجت وضرورت ہو اُن کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے کہا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور حدیث مین جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصور رکھکر ہلاک کیا تو
آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ قاتلہم اللہ الا سألوا فانما شفاء العی السوال یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط اسی سے
کیون کہا کہ تیمم نہین ہو وہ ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہی ہے کہ دریافت کرلے پس ظاہر ہوا کہ ضروری اُمور مین سوال جائز ہے۔ فافہم۔ اگر کہا
جاوے کہ جب یہ بات ہو تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتین اُن کے احکام جمع کیے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین
ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہو کہ فقہ والون نے وہ اصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے
ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے مسند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کیے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے
مجتہدون پر آسانی حاصل ہوگئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ اُنہون نے اس غرض کو برباد
کرکے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہو جو دین اسلام مین مفسد اور اسرار
شریعت سے جاہل ونفاق پھیلانے والی ہے نعوذ باللہ من الضلال ف فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ
اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار ومکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت وکشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اُس کے حقائق کو
مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرینگے پس اُن کی محرومی
اُن کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہون گے اور اللہ تعالیٰ عزوجل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہے اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہو
کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات وان کے قصص وحکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین۔ بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین
واولیاء کے مقامات ودرجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہو کہ تباہ ہو جاؤگے
شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات ومقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب اللہ ہے اور اگر کوئی اسکا دعوی کریگا تو وہ کمبخت قاسی القلب
ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک
حجاب مین پڑگیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت وعمل معرفت چاہیئے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شریعت مین

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ مین خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی مین دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہین سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہین اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہین اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگون کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتین بنانیوالا سمجھتے ہین اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی اُن کو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہین سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم مین گیا پھر عجب ہر کہ اسکو ولی جانتے ہین اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہین نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہر کہ ظاہر و باطن مین سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون و مشرکون و بدعتیون و روافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہر کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہین اور حکم الٰہی و سنت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافرون کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ

نہین ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

اللہ پر جھوٹ اور اُن مین بہتون کو عقل نہین اور جب کہئے ان کو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

کی طرف کہین ہم کو کفایت ہے جسپر پایا ہے ہم نے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ نہ علم رکھتے ہون

شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

کچھ اور نہ راہ جانتے ہون۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ اے ماشرع اللہ نہین مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری رح نے بمعنی سمّٰی تجویز کیا یعنی نہین نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جانور کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہین بیان کئے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شئی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہر یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعبدی ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تعبدی ہو پس یہان جعل تکوینی نہین بلکہ تشریعی ہر۔ شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ ماجعل یہان بمعنی ماشرع ہے اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف ہین بحیرہ پر اور من زائدہ ہر بغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشاً۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السمٰوات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ مین ہر اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اے ماصیّر اللہ من بحیرۃ مشروعۃ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلا ضرورت ہر علاوہ برین مقادیہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ مین من کی زیادت بغرض نفی مطلق بحیرہ ہر از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللہ من بحیرۃ۔ ہین پھر بحیرہ بروزن نطیحہ مشتق از بحر ہر بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانورون کے واسطے ان کے جسم مین علامات ہوتے تھے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ اُن کی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھین اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھین اُن مین سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہین فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن آذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے اُن کو یہ باتین کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو آئندہ جو روایات آئی ہین اُن مین تطبیق دینا آسان ہر۔ وَّلَا سَآئِبَةٍ اے سیبۃ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ وَّلَا وَصِيْلَةٍ اے وصل کی ہوئی اور وجہ اُسکے مابعد مین مذکور ہون گے۔

وَلَا حَامٍ کیونکہ اُسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہین کہتے تھے بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہین کیا۔ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانہ جاہلیت والے اُن کو بنایا کرتے تھے **قال المفسر** رح بخاری رحمۃ اللہ نے سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کیلئے کر دیتے اور آدمیون مین سے اُسکو کوئی نہین دوہتا تھا **قال فی الکمالین** بحیرہ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی اور ابو عبید رح نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جاتے اور وصیلہ وہی اونٹنی جو پہلے بید مین مادہ جنی پھر دوسرے بید مین بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کیواسطے اُنکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اُسنے ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونون بیدون کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہین جنی ہے اور حامی وہ نر اونٹ ہے جو چند معدود جفتیان کھا چکا پھر جب وہ اسقدر جفتیان پوری کرتا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہین جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے تھے۔ وَّلٰكِنَّ یہ واو حالیہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا و لیکن اول اولی ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام نہین مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ جو کافر مشرک ہوے ہین وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین **ف** چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور ان مین سے بہتیرے سمجھتے نہین **ف** کہ یہ افترا ہے کیونکہ اُنھون نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہین ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب رح سے بخاری رح نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم رح و نسائی رح نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاری رح نے ابوالیمان رح کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر **سیوطی** رح نے ذکر کی ہے اسمین سائبہ کے ذکر کے بعد یہ بھی ہے کہ سعید رح نے کہا کہ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چکی کی طرح کھینچتا پھرتا ہے اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے اسکے مانند روایت کی۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چکی کی طرح گھماتے پھرتا ہے سو مین نے کوئی شخص اُسکے ساتھ زیادہ مشابہ تجھ سے نہین دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجکو ضرر کرے تو آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ تو مومن ہے اور وہ کافر ہے اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم کو بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر بسند ثنا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ۔ وقد رواہ عن ہناد عن عبیدۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعا بنحوہ او مثلہ ولیس ہذان الطریقان من الکتب **قال المترجم** اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی حجاز مین پہلے بت لایا ہے اور عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچتے پھرتا ہے رواہ احمد یعنی گھسیٹتا ہے کی طرح چکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول معبد بن ابراہیم علیہ السلام اور عمرو بن لحی ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہے جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے آگ مین اسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اسکو منھون سے کاٹتی اور کھرون سے روندتی ہین **قال ابن کثیر** رح پس عمرو بن لحی وہی رئیس خزاعہ ہے جو جرہم قبیلہ کے بعد خانہ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین بت لایا اور لوگون کو اُن کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالین **قال المترجم** اور یہی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہے اور یہ فقط اونٹ کے

قسم مین بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بُت پرست گائے بکری وغیرہ جانورون سے بھی بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل وگروہ مین جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورۂ انعام مین انشاءاللہ تعالیٰ کچھ ذکر آویگا ولیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہان بھی مترجم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ بیہ جنتی تو پانچوین کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اُسکو فقط مرد کھاتے عورتین نہین اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے **قال المترجم** اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی رح نے کہا ناقہ جب پانچ بیہ مادہ مادہ جنتی تو اُونٹنی کو بحیرہ کرکے حرام کردیتے تھے اور مجاہد رح نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمین بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ بیہ تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتوین بیہ پر اگر بکرا یا دو بکرے جنتی تو بچہ ذبح کرکے مرد کھاتے اور عورتون پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس بیہ مادہ جنتی جنمین نر کوئی نہ ہوتا تو چھوڑدی جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اُسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابوروق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز کہین جاتا تو وہ نذر مین اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتوین بیہ کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتون پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول مین ہوتے تو وصیلہ کردیتے۔ عن سعید بن المسیب رح وصیلہ اُونٹنی ہے کہ پہلے بیہ پر مادہ جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اُسکا نام رکھتے کہ اُسنے دو مادہ کو ملادیا پس کان کاٹ کر بتون کے نام پر چھوڑدیتے **وکذا قال مالک رح** اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بیہ مین ہر بار دو بکریان جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردون کو حلال و عورتون پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جنی تو اسمین مرد و عورتین شریک ہوجاتے تھے۔ رہا حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ مادہ پر چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑدو کذا قال ابوروق و قتادہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حام نر اونٹ جبکہ اُسکے بچے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی پس اُسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اُس کے بال کاٹتے اور جا بجے جسکی چراگاہ و حوض مین چلا جاتا کوئی اسکو منع نہین کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام کے بیان مین وارد ہوئے ہین اور منشاء اُنکا یہی ہے کہ عرب والے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ و گروہ آپس مین مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہین اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہین اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پُرانے پھٹے دو کپڑے میرے بدن پر تھے تو آپنے مجھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ کون مال ہے مین نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والے بچے جنتے ہین مین نے کہا کہ ہان۔ تو فرمایا کہ ہان اونٹ تو یون ہی جنتے ہین پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انمین سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہین اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہین۔ مین نے کہا کہ جی ہان فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجھکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین عرب مین بعضے تو بتون کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑتے تھے اور باہم احکام مین اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا یعنے اپنی ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہین لہذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک مین رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک مین دینا تو کچھ نہین ہے اور اگر جو پجاریون سے لیکر جو بیان چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہین ہوتی ہے پس باب الکراہتہ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا تو حرام نہین ہوجاتا لیکن قسم ہوجاتی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اور جب ان مشرکون سے کہا جاتا ہے کہ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ آؤ اس چیز کی طرف جو

اللہ تعالیٰ نے اُتاری ف یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف ف یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حلال ہے۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کہتے ہیں کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ف یعنی جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہمکو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ ای احسبہم ذلک ولو کان آباؤہم۔ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا کافی ہوگی اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف ف اور یہ استفہام انکاری ہے۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب لانے کو واؤ حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جہالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے اور حاصل آنکہ دین میں اقتدا تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہے کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی پیروی فرض الٰہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا و رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہے لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اُسپر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشوں کو رب نہیں بناتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے رواہ الترمذی وصححہ پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلاف حکم خدا و رسول کے باتیں بناوینگے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب ائمہ و مدون و اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیویں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا ہر دیندار پر آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے واللہ الموفق۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم سب کو پھر وہ جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو ف مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اسے لازم پکڑ زید کو پس انفسکم کو نصب بطریق اغراء ہے اور نحویوں نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہراً بعد حرف جر ہے مثل علیکم۔ اور الیک یعنی مجھ سے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر اور ظاہرا مضاف الیہ ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اغراء کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ نہیں ضرر دیگا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو
ف اور بعض نے مضاف مقدر کیا یعنی نہیں ضرر دیگا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہیں
کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر رکھیں و ثابت و قائم رہیں اور کسی گمراہ سے نہ ڈریں کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ وہ مضبوطی
کے ساتھ ہدایت پر قائم رہیں۔ اور تفسیر میں اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسرین رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہیں ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب میں سے
گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہیں بدلیل حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ میں نے حضرت صلعم سے اس
آیت کو دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو معروف شرعی باتوں کا حکم کرو اور مانو اور آپس میں ایک دوسرے کو ممنوع باتوں سے منع کرو
یہاں تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے
لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ **قال المترجم** یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے
نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ لے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کیواسطے یا بد بات نہ کرنے کیواسطے نصیحت نہ کرے تو شاید
اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتوں کا حکم
کرنا اور بد باتوں سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگا دی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کریں اور خواہش نفس کی پیروی کریں اور دنیا
کو دین پر اختیار کریں اور ہر شخص اپنی رائے پر نازاں ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہے کہ لوگوں کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر
بمعروف و نہی از منکر نہایت ضروری و واجب و فرض ہے اگر اسکو چھوڑ دیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات و احادیث
دلالت کرتی ہیں پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال میں اسکا اثر نہ خیال کرے یا اُس سے اپنے اوپر
دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجائش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ
حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ و ابن مردویہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے
روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اُسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث میں اسطرح زیادت ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ اور البتہ تمہارے
پیچھے ایسے دن آنیوالے ہیں کہ انمیں صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنوں میں راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کا ثواب
ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم میں کے پچاس مردوں کا سا ثواب یا اُن میں کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہیں بلکہ تم میں کے پچاس آدمیوں کا سا ثواب
ملیگا۔ **قال المترجم** اب وہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف میں مذکور ہیں وہ پورے ہونے کے قریب ہیں لیکن از راہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے
نہیں ہوئے ہیں اگرچہ ایسا ہے کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگوں کو سمجھاؤ اور باز رہو واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعری رض سے روایت
ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپنے پوچھا اُسنے کہا میں نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ تم کہاں پہونچے اسکے تو یہ معنی ہیں کہ کافروں میں سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہیں جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ
اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ آیتمیں اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس
بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا
علیکم انفسکم الآیۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہیں ہے حالانکہ
میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع میں منع ہیں اور اسکو نہ مٹایا یعنی نہ سمجھایا اور نہ منع کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا کہ واللہ یا تو تم امر بمعروف ونہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچے گا۔ رواہ الدارقطنی وابن حبان و احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی وابوداؤد وصححہ الترمذی اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہے چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوئے انسے انکو کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھین۔ پھر ایک زمانہ اخیر آنیوالا ہے کہ ہر شخص اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنون بنفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد و حسد و کینہ نہ تھا اور یہ بات اُن کی باہمی جھگڑون کے خیال سے لغو مت سمجھو بات وہی ہے جو ہمین نے بیان کی اور تاوقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہو اور دل منور نہ ہو اسکی بحث مت کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم انمین دلی حقد و حسد نہین ہے فلیتفکر و ایا اولی الالباب واللہ الملہم للصواب

پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہے تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے عام مضرت اور مسلمانون کی ہدایت و اپنون کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہے اور یہ بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہے۔ ابن مسعودؓ سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہے لیکن قریب مین ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تم (یعنی جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاؤ کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے نصیحت قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت مین تم کو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جو ہمارے بعد آوینگے اگر کہین گے تو اُن کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا کہ مآل کار اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہین آیا اور عیسیٰ بن مریم جب تک نہین اُترینگے تب تک نہ آویگا۔ اور ابی بن کعبؓ نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہے سو ایک دوسرے کی طرف اُٹھے پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اُٹھکر اُن کو امر معروف ونہی از منکر کی فہمایش نکرون تو دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے علیکم انفسکم الآیۃ۔ سو ابن مسعودؓ نے سنکر فرمایا کہ ٹھہر اے شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہے اور قرآن اُترا جب اُترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ اُن کی تاویل تو اُترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اُن کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جبتک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل اور تمھاری خواہشین مختلف ہو جائین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسوقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی رواہ ابن جریر۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کیلئے نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچادین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق مین ہے جو ہم سب کے بعد آوینگی۔ رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے ابومازن رح سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمانؓ مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا ان مین سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو اُن مین سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہین آیا ہے۔ رواہ ابن جریر اور جبیر بن نفیرؒ سے روایت ہے کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور انھون نے امر معروف ونہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لایضرکم من ضل الآیۃ۔ تو سب کے سب ایک زبان مجھ پر جھک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی سمجھ واس کی مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے۔ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اُٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہین معلوم اور نہین جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال
و اسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی
ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہین کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ
کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہین کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب
تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جائے تجکو کچھ مضر نہین ہے اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف
کے بہت بزرگون سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ قال المترجم قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین
آمنوا علیکم انفسکم یعنی ہو منو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض و واجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ ہے کہ دوسرون کو امر معروف او نہی از منکر کرو۔ پھر لا یضرکم من ضل
اذا اہتدیتم۔ جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ مضر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر بمعروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور
والون کے عذاب مین تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولیٰ و اصح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات الٰہی کو بجا لاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی
گمراہ ہوا کرے تم کو کچھ مضر نہین ہے۔ ابن المبارکؒ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپس مین ایک دوسرے کو
نصیحت کرو پس اس آیت مین امر بمعروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المترجم یہ معنی اس آیت مین بہت جید و قوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط
ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الٰہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر مین
مروی ہین سب بجائے خود صحیح ہین در حقیقت کچھ اختلاف نہین ہے فلیتامل۔ الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے
ف یعنی آخرت مین ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ ایک جھگڑے مین فیصلہ ہے۔ فینبئکم بما کنتم
تعملون۔ پس تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کریگا ف حتیٰ کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کہ تم بالکل آگاہ نہین ہوا اور محصول اسکا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب
اور ہر عاصی گمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہے اور تنبیہ ہے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائیگا۔ اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہے
کہ زبان کی حفاظت چاہیئے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا
ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہین ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہین جانتا ہے پس جو
حالت زبان کی ہے اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہانتک واجب و لازم ہے ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم
الآیۃ۔ ظاہر معنی آیت سے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا اس مین گمان کہ نہین پہنچتے ہین یہ فقط نفس و وہم کا قصور و فتور ہے پس
اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہین لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ لیکن آیت کریمہ مین ایک لطیفہ ہے کہ
قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس امارہ کی چھپی باتون کو دیکھتے و پہچانتے رہو۔ اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا
دعویٰ کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ سے دعویٰ کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانو گے تو قہر ازلی کا بھید تم پر کھل جائیگا اسی واسطے معروف ہوا
کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور جس نے او تعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آ گیا پھر اسکو کسی فرد مکار کا مکر و
فریب ٹیڑھی راہ نہین لیجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہو گیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق مین نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق
مین اصلاح ہو جاتا ہے سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک ابھرا نہین فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ ۔ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہین اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین مین دفن کرتا جاتا ہے
تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ مین دفن کرتا ہے تو اسکا قلب بریعرش پہونچ جاتا ہے ۔ محمد
بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگون سے اُسکے شر کو دور کیا تو بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا ۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات اُنکے
پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُس نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے ۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی مین
مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا ۔ شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کر لے ۔ اگر تو اس کی برائیون کی اصلاح
کرنے مین اور اُس کے عیبون کے دور کرنے مین مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان مین گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ۔ ورنہ وہ تجھکو بلامین ڈالکر ہلاک کر دیگا ۔
نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ مین شیخ رحمہ اللہ نے معہ تحقیق سری بیان کیا ہے سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق
ہے فلیتفکر ۔ اور جب نفس سے ادائے امانت و استقامت ہے اور بخل خود رائی نہین تو زین عدل سے معمور ہے لہذا فرمایا ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ

اے ایمان والو ن گواہ تمہارے اندر جب پہنچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ

معتبر چاہئین تم مین سے یا دو اور ہون تمہارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر پہونچے تم پر مصیبت موت کی ۔

تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ

دو نون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تم کو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے

ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَمِنَ الْآثِمِينَ ۝ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ

قرابت ہو ۔ اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین ۔ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ

دو نون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے اُن مین جو بہت

الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا

نزدیک ہین پھر قسم کھاوین اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے اُن کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہین کیا نہین تو ہم

لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ

بے انصاف ہین اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری

تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ ع ۱۴

اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علمار معانی کے نزدیک از راہ اعراب و معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہین ۔ کذا ذکرہ القرطبی ۔ اور مکی نے کہا کہ اس مین جو علوم
ہین وہ چار جزو سے زیادہ مین بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علمار معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین
از راہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور مین حج

نے یہان بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہے بالجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت مین بانی علم والے بندے وقت مین آگئے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہو کہ اُسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم لیکر پابندی کرتے ہین اور جسقدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہین اُسیقدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل ہوتے ہین والحمد للہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یہ کلام مستانف متعلق باموردنیا مربوط باموراٰخرت ہے اسلئے کہ کوئی امر دنیاوی نہین جو مومن کے حق مین ثواب کا مورث نہ ہوے اور اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا فرمایا۔ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ چاہیے کہ گواہ ہوجاوین تمھارے درمیان مین پس یہ خبر بمعنی امر ہے اور شہادۃ کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہو کیونکہ ظرف ہے مانند قولہ ہذا فراق بینی وبینک۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین شہادۃ ما بینکم۔ تھا مانند ہذا فراق ما بینی۔ کے۔ اور شہادت کے معنی مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ یہان بمعنی وصیت ہے اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اے یمین ما بینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفالؒ نے اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے اسکو ضعیف کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے یعنی خبر دینا کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کیلیے یا کسی دوسرے شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ مین مشرح مذکور ہے اور وجہ اس اختلاف کی اور منشا اس تاویل کا آئندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ یعنی شہادت تمھارے درمیان مین جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہین۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ مبتدا اور اثنان خبر ہے اور یہ بنتا نہین تو جواب آنکہ شہادۃ بصورت خبر اور بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہووین دو شخص کما قال الشیخ المفسر۔ اور بعض نے کہا کہ ذو الشہادۃ اثنان یعنی گواہ ہوجانیوالے وہ ہین یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین یعنی گواہی تمھارے درمیان دو مردون کی گواہی ہے اور حین بدل از اذا ہے یا حضر کا ظرف ہو۔ اور بدل کی تقویت کی گئی بنا بر ینکہ اسمین تنبیہ ہو کہ وصیت ایک امر مہم ہے اسمین سستی و غفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ متعذر ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہون اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان ہو پس وصیت پوری کردے۔ حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہون تو گواہ کردے وصیت کے وقت دو مردون کو پھر دونون کو بیان کیا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ یعنی دونون تم مین سے دو عادل ہون پس تین احتمال ہین کہ منکم یعنی من المومنین اے مومنون مین سے ہون۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ سے ہون۔ سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنیوالے کے اقارب مین سے ہون کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے ہمدرد خیرخواہ و اصلاح کرنیوالے ہون گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والون مین سے ورنہ اپنی ملت اسلام والون مین سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح و عدل واجب جانے گا۔ ہان بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے کہ انمین سے کوئی ممکن نہین ہوتا مثلاً تجارت کفرستان مین گیا لہذا اہل کفر ہی ہان ملین گے یا ساتھی کافر ہون لہٰذا اسواسطے آگے فرمایا۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ‌ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى‌ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۞

شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتمؒ کے حضرت ابن عباسؓ ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل مسلمین سے ہون اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہو اور علیٰ ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوے کہ یا شاہد ہون دو مرد تمھارے غیر سے یعنی تمھاری ملت اسلام کے سوائے غیر ملت سے دو مرد گواہ کرلو اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک مین اور وہان تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین ظاہر یہ ہو کہ شرط مذکو یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض الخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہو اور معنی یہ ہین کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم مین سے دو مرد عادل

گواہ ہون اگر تم مین سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت مین اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمھارے غیر ملت ہون اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل
شہادت مین ہے معنی آنکہ یون شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہان مصیبت موت پیش آئی - **قال المترجم** مفسر رح کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ
اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ مین معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخران من الغیر جبھی روا ہین کہ حالت سفر
وغیرہ سے اتفاقی موت آنے مین ذوا عدل منکم - پائے نہ جاوین - تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کر لو اور چونکہ اُن کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہین ہے
لہذا اگر شک ہے تو ان سے قسم لے لی جاوے - **قال ابن کثیر** رح اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخران من
غیرکم - کہا کہ غیر مسلمین مین سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین سے - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید
بن المسیب و یحییٰ بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلز و سدی و مقاتل و عبدالرحمٰن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہے
اور ابن جریر نے عکرمہ و عبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر مین نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمھارے قبیلہ سے ہون یعنی وصیت کرنیوالے کے قوم و قبیلہ سے ہون
ابن کثیر نے کہا کہ بنا بر اس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہون **قال المترجم**
قول اول پر تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافرون کی مطلقاً شہادت یا کافرون مین سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے
واقعہ مین ہو - اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق مین روا ہونا ثابت نہین ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر
اس عدم جواز کی تخصیص کرتی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہین کہ کافرون سے ہون بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہون گے بدلیل حدیث
و آیت دیگر کے فافہم - اور بر تقدیر یکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی
صورت مین کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ جبھی لازم آویگا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہے تو معنی یہ ہون گے کہ
کافرون مین سے دو مرد وصی کر لو پس وہ محذور وارد نہ ہوگا مگر آنکہ معنی وصیت مین تامل ہے - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ قولہ و آخران من غیرکم ای من غیر قبیلۃ الوصی
سکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا - اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان انتم ضربتم فی الارض - اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین فاصابتکم
مصیبۃ الموت پھر وہان تم کو مصیبت موت کی آ پہونچی ہو پس مومنون کے نہ ملنے کے وقت ذمیون و کافرون کا گواہ کر لینا انھین دونون شرطون سے جائز قرار
پایا ایک یہ کہ ایسے سفر مین ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت مین ہو اور شریح قاضی رحمہ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش رح نے ابراہیم نخعی سے انھون نے شریح
سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاریٰ کی گواہی نہین جائز ہے مگر سفر مین اور اسمین بھی نہین جائز ہے مگر فقط وصیت مین رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر
بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ بمثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے - **قال ابن کثیر** رح امام احمد رح اس مسئلہ مین منفرد ہین
اور باقی تینون امام یعنی امام ابوحنیفہ رح و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیون کی گواہی مسلمانون پر نہین جائز ہے ہان امام ابوحنیفہ رح
نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس مین ایک دوسرے پر گواہی دین تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً
کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو - **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہین تو جواب اس مین دو وجہ ہین - الاوّل معنی آنکہ
دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہون زہری رح نے کہا کہ سنت مین یہ بات مقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان
پر نہین روا ہے نہ حضر مین اور نہ سفر مین اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی مین ہے ولیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہین عائد ہوتی ہے اور یہان
قسم مذکور ہے - اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے **قال ابن کثیر** رح شیخ ابن جریر رح نے
کہا کہ اسمین علماء کے دو قول ہین محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اس آیت مین ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اپنے مال لیکر سفر کیا اور وہان

اُسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو اُن کو اپنا ترکہ دیوے اور اُن پر دو عادل مسلمان گواہ کرے - رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع قال المترجم
اور یہ بیان اُس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق ہے مفاد لفظ آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم
کی تفسیر ہے - فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر وہی ہوں تو وہ وصی و شاہد دونوں
وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تمیم الداری و عدی بن بدا سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریرؒ
نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جسمیں گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے احکام
پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہیں ہو سکتا علاوہ بریں یہ حکم خاص گواہی خاص در محل خاص ہے اور اسمیں وہ امور پیدا ہوئے
جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اُس کے گواہ میں شک ہوا تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجاویگی - وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ
ہے جیسا کہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعویٰ
نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریرؒ نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی موید جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ وصیت
سفر میں ہے جیسا کہ آتا ہے - اور معنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ یعنی سفر میں - اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہیں اور تم نے
مسلمانوں کے سوائے کسی دوسری ملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر گیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے تو اگر ترکہ پورا بدون شک
شبہ کے وارثوں نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن
عباسؓ و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اسواسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو کوئی
جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب دین والے اسوقت کو معظم جانتے تھے اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف
و اجتناب کرتے تھے اور زہریؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور سدیؒ نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصود یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا
جاوے جسوقت لوگ مجتمع ہوں کہ اُن کے حضور میں قسم کھاویں تاکہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان الخ
یعنی ارتبتم فیہما فیقسمان بعد الصلوٰۃ و لیقسمان - حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہ [illegible]
دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے اور اُس کے عوض میں یعنی اُس کے عہد کے عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلیں گے اگرچہ وہ
شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا
ہے نہیں چھپا دینگے اور اگر ہم اسکو چھپا دیں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے - واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللہ کے اشارہ سے ابن عباسؓ وغیرہم نے
کہا ہے کہ آخران من غیرکم سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے - فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا یعنی پھر اگر دونوں
گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں مستحق ہوئے ہیں کسی گناہ کے - یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو
گناہ کا موجب ہے مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے بایں طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں
پر خیانت کا اتہام ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی - فَاٰخَرٰنِ
يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم اُن کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں
دوسرے دونوں - پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الوصیۃ وہم الورثۃ یعنی وہ دوسرے دونوں ان لوگوں میں

مین سے ہون جن پر استحقاق ہوا ہے یعنی وصیت کا ان پر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہین پھر وارثون مین سے بھی کیسے دونون وارث ہون تو بیان فرمایا ۔ اَلْاَوْلَیَانِ اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ یعنی یہ دونون ایسے وارث ہون کہ ان مین سے ہر ایک میت موصی کیساتھ ناتے مین اولی ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثون کے ۔ وفی قرأۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین اور ایک قرأۃ مین جو غیر مشہور ہے بجائے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہے پس یہ الذین سے بدل ہے یا صفت ہے ۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہون پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو میت موصی کے وارثون مین سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہون وہ بجائے گواہون کے اس بات مین قائم مقام ہون کہ اُن سے قسم لی جاوے ۔ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ ۔ پس وہ دونون قسم کھاوین اللہ تعالی کی ف کہ میت کے دونون گواہون نے خیانت کی اور کہین لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا کہ ہماری گواہی احق ہے بہ نسبت ان دونون کی قسم کے ف یعنی ہماری قسم بہ نسبت اُن دونون کے سچی ہے ۔ وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۔ اور ہم نے اعتدا نہین کیا ۔ ف یعنی قسم کھانے مین سچائی اور حق بات سے تجاوز نہین کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ روی البخاری ان رجلا من بنی سہم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء وہما نصرانیان فمات السہمی بارض لیس فیہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجد الجام بمکۃ فقال ابتعناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السہمی فحلفا وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ ۔ وفی روایۃ فمرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام ودفعا الی اہلہ ما بقی ۔ مفسر نے ان آیت کریمہ کے معنی خلاصہ کر کے بیان کر دیئے ہین اگرچہ آیت کریمہ مین دلالات دیگر ہین بالجملہ جو مفسر نے معنی بیان کئے وہ توضیح کے ساتھ یون ہین کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ جب مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہون تو چاہیئے کہ گواہ کر لے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ معنی ہین کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہون یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ و اتفاق سے مسلمان نہ ملین تو غیر ملت سے ہون تاکہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اُس کے وارثون کو پہونچا دین پھر اگر وارثون کو ان دونون کی طرف شک پیدا ہو اور وارث دعوی کرین کہ ان دونون نے کوئی چیز ترکہ مین سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس علم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ خبر دینے کی وصیت کی تھی تو چاہیئے کہ ان دونون سے قسم لی جاوے اور قسم مین وقت کی تغلیظ کی جاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے اور عبارت قسم مین تغلیظ کی جاوے جیسا کہ فیقسمان باللہ لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربی الی قولہ لمن الآثمین ۔ مذکور ہے پھر اگر یہ دونون اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اس کے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون نے جھوٹ قسم کھائی ہو مثلاً جو چیز گم ہوئی ہے وہ ان دونون مین کسی کے پاس نکلی اور ان دونون نے دعوی کیا کہ میت نے ہم کو ہبہ کر دی یا ہم نے اس سے خریدی ہے اور وارثون نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہین پس قسم کھلائی گئی تو میت کے وارثون مین سے جو سب سے قریب ناتے دار ہون وہ اُن دونون کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھاوین قال المترجم ۔ وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاوینگے اور اس مین دلیل ہے کہ قسم مین تغلیظ کرنا روا ہے مثلاً جو وقت تعظیم کے ہین مانند عصر وغیرہ کے اسوقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مکہ مین رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم لے یا مدینہ مین مسجد نبوی مین یا بیت المقدس کی مسجد مین یا دوسرے شہرون کی بڑی مسجد یا جامع مسجد مین قسم لے ولیکن فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کی صفات مانند اللہ وحدہ لا شریک حی قیوم خالق رازق علیم و شاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتین ممنوع ہین اُن سے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسیطرح کی بے بنیاد بات پر جو فسق ہے تغلیظ نہ کرے ۔ پھر آگے مفسر نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہین ہوتی ہے یون جواب دیا کہ ۔ آیت مین موت کے وقت دو مرد جانے پر دو مردون کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی ہے

اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت و احادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت مستقر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاویٰ حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و پرہیزگاری بتانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم نے (مدعی نے یا مدعا علیہ نے ۱۲) گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہے تو احتیاطاً اُس سے قسم لی جائے اور بعض مفسرین نے کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ واشہدوا ذوی عدل منکم میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمدؒ نے برخلاف تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اسی واسطے کہ وہ وقت بڑی برکت و جماعت کا ہر قوم و ملت کے نزدیک لائق تعظیم وقت ہے تو قسم بھاری ہو گی کہ جھوٹی قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے سب سے قریب ایسے وارثوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں دو ہی کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہے جسکے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ و ابن مردویہ و ابن جریر و ابن المنذر و طبرانی و نحاس و ترمذی و بخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بنی سہم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا تمیم الداریؓ و عدی بن بدا کے ساتھ اور یہ دونوں اسوقت نصرانی تھے۔ پھر سہمی ایسے شہر میں (یعنی ملک شام میں ۱۲) مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اس پر سونے کی تحریریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا) پس اُس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اُتری (بعض روایت میں ہے کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اُتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پایا گیا اور جس کے پاس نکلا اُسنے کہا کہ ہم نے تمیم و عدی سے خریدا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انہما استحقا اثما الآیۃ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص (مشہور صحابی ۱۲) بن وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دونوں ہی اس مرد میت کے اقرب الوارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سفر میں مریض ہو کر تمیم و عدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا تھا

قال المترجم ابن عباس نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن بدا کے اور ہم دونوں نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ بیمار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا تمیم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اُسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہیں دیا تمیم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلا دین الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہے ولیکن یہ قصہ ابن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علماء ثقات تابعین نے بیان کیا ہے اور اسمین بیان ہے کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ ان مین مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہد وہ روایت ہے جو ابو موسی اشعری کے زمانہ مین کوفہ مین واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسمین مذکور ہے کہ ابو موسیؓ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہونے کے بعد پھر نہین ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دونون وصی نصرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیؓ نے اللہ تعالی کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہین کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اُسکا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیؓ سے روایت کیا اور دونون اسناد صحیح ہین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہے پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اتنا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ **قال المترجم** تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ جساسہ کے کتاب الانزالطیح صحیح مسلم مین مروی ہے ولیکن اُنکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہین کیونکہ وہ اُن کی جہالت کے حال کا واقعہ ہو مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیؓ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہین ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قضاء ابو موسیؓ مین ابن عباسؓ سے ہے کہ ابو موسیؓ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونون نصرانیون سے قسم لیوین تو مین نے کہا کہ یہ دونون آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہین کرتے ہین آپ ان دونون سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لیجئے۔ **قال المترجم** شاید ابو موسیؓ نے اسکو نہین انا بلکہ احتیاطاً جسوقت مین حضرت صلعم کے زمانہ مین قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباسؓ سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہین بلکہ تغلیظ مقصود ہو۔ عن ابراہیم النخعی و سعید بن جبیر ان دونون نے کہا کہ جب سفر مین کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانون مین سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب مین سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونون ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ اُن کی تصدیق کرین تو دونون کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون کو متہم سمجھین تو نماز عصر کے بعد دونون سے قسم لی جائے کہ واللہ باللہ ہم نے نہین چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریرؒ۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثون نے دونون کی گواہی مین شک کیا تو دونون سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہین خریدا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہون کہ دونون کافرون نے اپنی گواہی مین جھوٹ بولا تو اولیاء مین سے دو مرد کھڑے ہون اور قسم کھاوین کہ واللہ دونون کافرون کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہین کیا پس کافرون کی شہادت رد کر دیجائے گی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائے گی۔ وہکذا روی العوفی ایضاً عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین و سلف رضی اللہ عنہم نے یون ہی تقریر کیا ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہو پھر اللہ تعالی نے فرمایا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ۔ یہ حکم ایسا ہو کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اسکے طریقہ کے ف یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ بصورت خیانت کے وارثون سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنا بر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونون وصی (بنا بر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کرین جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہین یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کر دین اسمین کچھ تحریف و کچھ خیانت نہ کرین۔ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ یا خوف کرین کہ پھیر دی جائے گی قسم بعد اُن کے قسم کھانے کے ف یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثون کی طرف۔ حاصل آنکہ یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک شہادت دین یا اُن کی قسم کے بعد وارثون کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہے کہ

یا تو سچ بولنا اختیار کریں یا فضیحت ہو۔ اور مفسر رح نے لکھا۔ او اقرب الی ان یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانہم علی الورثۃ المدعین فیحلفون علی خیانتہم وکذبہم فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہے اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ اُن کے قسم کھانے کے بعد پھیر دیجائے گی قسم وارثوں کی طرف جو اُن کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالیں گے تو یہ ناحق فضیحت ہوں گے اور مال بھی پھیر دینا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ بولیں گے۔ قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف او کے کیا معنی ہیں تو میں کہونگا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہے اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحق الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اس کلام سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثوں نے اس قصہ میں دونوں نصرانیوں پر دعوی کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھائی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور اُن کا جھوٹ قسم کھانا کھلا تو دونوں نے دعوی کیا کہ ہم نے میت سے خرید ا ہے اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں بقولہ فان اطلع علی امارۃ تکذیبہما فادعیا افعالہ، سے وصی کے مدعی اور وارثوں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہے ازانجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو سبکو بھی چھوڑو۔ وَاسْمَعُوا۔ اور سنو۔ ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہرے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود و پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھٹکا پھریگا۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہیں ف یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں پس قولہ الی سبیل الخیر متعلق لایہدی ہے۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جاننا

یَوْمَ یَجْمَعُ۔ زجاج نے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو ف وہ دن قیامت ہے اور یہ یا تو متعلق ہے اتقوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر میں جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکروا یا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی بیان کر دے اور نصیحت کر دے کہ یاد کریں وہ دن کہ جس میں اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہے فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ پھر فرمادیگا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرمادیگا کہ وہ کیا جواب ہے جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ اوتعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا و لیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنی زمانہ جہالت کے عرب جو لڑکی کو زندہ در گور کر دیتے اور توب دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدہ لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ در گور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اسپر حجت قائم ہو جائے اور ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی ہے اور بعض نے کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب باجبتم ہے۔ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے ف یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم نہیں اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہے کہ یہ امر یقینی ہے اور پہلے جمع و یقول فرمایا کہ اہل زبان دنیا میں اس کی تاویل کے منتظر نہ ہوں۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی ہے چھپی بات جاننا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ اُنھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دلوں میں

چھپایا جس کو ہم نہین جانتے ہین غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونون معنی مین آتا ہے ور اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب
ہے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی کے نزدیک کچھ بھی غائب نہین تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے۔
اس سے پوشیدہ کہان لیکن مراد یہ کہ جو بندون کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جنت و
دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہین وہ بھی او تعالی جانتا ہے
اور کسی بندہ پر یہ صادق نہین ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہو حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہان مرے گا
کوئی قطعی و یقینی طور پر نہین جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر انھون نے یہ کیونکر
کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہو کہ قولہ ماذا اجبتم مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو قوم نے کس
قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت مین ان کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع
ان کو اس کا کلیہ علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہو الا اسی قدر کہ اللہ تعالی کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہین کہ
ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا مین بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقاً
نہین ہو بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالی کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہو ہمارا علم کچھ علم نہین۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ رسولون کو
یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہو کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب مین پڑینگے اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا عالم و دانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر
جہل نہین اور حلیم ہو کہ وہان سفہ کا نام نہین اور عادل ہو کہ وہان ظلم کو دخل نہین تو انھون نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل
اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہو تو انھون نے ادب اسی مین دیکھا کہ سکوت کرین اور تمام علم حضرت باری تعالی کی طرف سپرد کرین
اور اسی کے عدل پر چھوڑین پس کہا کہ لا علم لنا۔ اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہین جو انھون نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہو اور اسی طرح
جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم ان کی بابت ایسا نہین جیسا تیرا علم ہے اور مفسرین نے جواب دیا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ و فزعہم ثم
یشہدون علی اممہم لما یسکنون۔ یعنی محققین علماء نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہون گے پس یہ حال
اسوقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بہے ہوئے ہون گے پس ان سے یہ علم
جاتا رہیگا کہ ان کو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھون نے ایسا اور ایسا
کیا اور یہی جواب صحیح و یہی سلف سے مروی ہے۔ ذکر الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی نے کہا کہ رسولون سے یہ قول بسبب
ہول روز قیامت کے ہوگا عبد الرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب او تعالی جل جلالہ فرمادیگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے
عرض کرینگے کہ لا علم لنا۔ اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہین۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ
الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام مین ہون گے کہ وہان عقلون کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاوین گے تو کہین گے
کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام مین اتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم۔ اے تمھارے بعد
انھون نے کیا کام کئے اور تمھارے بعد کیا نئی بدعتین نکالین تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من
طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض فی الآیۃ رسل علیہم السلام حضرت حق عز و جل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم
کیا ہی کچھ نہین تو ہی خوب جانتا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان تین اقوال مین سے شیخ ابن جریر نے اسی تفسیر

قول کو اختیار کیا اور اس مین شک نہین کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ او تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو درحقیقت علم ہے ہمارا کچھ
علم نہین یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی
شناخت نہین ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا
کچھ نہین ہے۔ **قال المترجم** کوئی شک نہین کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہین کہ لفظ مین بندون پر بھی اطلاق ہوتے ہین جیسے
علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف مین جسکو اہل الحق یون تعبیر کرتے ہین کہ نہ بندہ محض مجبور مانند پتھر وغیرہ کے
ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر بین بین یعنی بیچ بیچ مین ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اور حیوانی عقل سے باہر ہے
لہذا اس عبارت مین تعبیر کرتے ہین اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب مین اس کی
شان پر حقیقت مین صادق ہین اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل
اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت
باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہین ہے پس لاعلم لنا ہر طرح سچ ہے اسمین دروغ کو دخل ہی نہین ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لاعلم لنا
دروغ ہوا جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمین ادراک سے عاجز ہے لہذا جواب اسلم وہ ہے جو مجاہد و سدی و حسن
وغیرہ سے بربنائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت مین بسبب ہول و فزع کے ایسا کہین گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ
رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہین۔ کما قال تعالیٰ۔ لایحزنہم الفزع الاکبر الآیۃ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے
مطلق فزع کی نفی نہین ہے اور نیز حزن بمعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیا علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہین اُن کو رضا حق سے محرومی
نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ رسل علیہم السلام اُسدن
بہت دہشت مین ہون گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال الٰہی عزوجل کے سوائے رسالت مآب محمد مصطفےٰ
صلعم کے کہ آپ کو امت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپکے خصوصیات مین سے ہے فلیتفکر ثم اشکر والحمد للہ رب العالمین ف۔ **قال فی العرائس**
قولہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول الآیۃ۔ صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کیلئے بندون کی ارواح کو مواقع و اوقات ہین سو حالت حیات
مین جبتک دائرہ دہر و حدوث مین گرفتاری ہے ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہے پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی او ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب
ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت مین کہ دن وہ زمانہ وہان آخر ہے تو سب خالص بندے مرسلین نبیین و ملائکہ جمع کئے جائین گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے
تو عارفین وہان جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہون گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہان کے مردے وہان زندہ ہین تو وہ ہمیشہ وہان
میدان سرور مین نور کے گھوڑون پر سوار درگاہ اُنس مین خوشحال جاوینگے اور وہان مقامات بہت ہین پس ایک مقام پر تو اُن کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ
ان نابود بندون کیلئے بسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرماویگا۔ اور ایک مقام مین اُن کو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم و تراکم سے جبکہ کبریا
و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدوث نا جو کچھ اسمین ہے سب کچھ عزت و قدم مین مضمحل ہو جاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہونگے اور
کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہون گے اور ایسے ہی خطاب ہے۔ قولہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول
ماذا اجبتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو عارف نا کر دیا کہ ربوبیت مین عبودیت عاجز ہے اور قدم مین حدوث فنا ہے اور یہ اُن کو خطاب بے نیازی سے معلوم ہو چکا
عتاب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرا دیا اور یہ علم صادق وہ ہے کہ خبر اسمین مطابق معاینہ ہے اور یہ نہین کہ عرفان کے لئے اور کافرون کے خذلان کیلئے

ہے ورنہ اوتعالیٰ شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہے ہر گز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہو سکے اور یہان علم وجہل اسکی مخلوق ہین یعنی آنکہ ظہور انکا معانی ہین اسکی تکوین ہے علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا عدم داخل قدرت ہین یا نہین مترجم کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کرنیوالے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہ ہون اور کتاب آلہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلا وے والسلام۔ واضح ہو کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم کو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہے اور ہم کو اسکا علم نہین تو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہے پھر جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے اور ہم کو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا۔ اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہین کہ انک انت علام الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود عیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے مؤکد کیا حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہے فافہم۔ **قال الشیخ**۔ اور ہر گاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و از خود رفتہ ہوگئے تو ارواح و پاکیزہ و خرم ہوئین لیکن اشباح و صفتین مضمحل و از خود رفتہ ہوگئین اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلون مین ہے وہ ادا کر سکین بسبب رعب و دبدبہ خطاب حضرت رب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو اُن کو جواب دیئے تھے وہ حضرت اوتعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور مین اظہار کرین یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ اُن کی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلین گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیحیائی کر چکے ہین پھر بندگان خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہ ہوسکے تو انھون نے علم آلہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کر چکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہے مگر تو ایسے شخص کے سامنے جو اُس کو نہ جانے روانہ ہوگا۔ فافہم۔ **قال الشیخ** اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار مین مخفی کیا وہ ہم کو نہین معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب۔ واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو ان کی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے ہوئے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہوگئین۔ اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ اوتعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اُٹھانے والی ہین اور انبیا کی شناخت مین بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے ہین اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا۔ ہم کو علم ایسی حالت مین کہان کہ تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہین اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وارد ہونے کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مر جاتے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہم کو تیرے سوال کی سمجھ نہین اور ہم سے کوئی جواب نہین ہے بعض نے کہا کہ جب انپر ظہور حق تجلی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول گئے اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہین تھا کہ جو کچھ انکو جواب تھا اس سے نادان تھے محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اُسکا ہم کو کچھ علم نہین ہے۔ فافہم

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی مان پر جب مدد کی مین نے تجکو روح پاک سے

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین اور توریت

وقف لازم

وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ

اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم پھونکتا اُس مین تو ہو جاتا

طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ

جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا مان کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس نشانیان تو کہنے لگے جو کافر تھے

مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا

اُن مین اور کچھ نہین یہ جادو ہے صریح اور جب مین نے دل مین ڈالا حواریون کے کہ یقین لاؤ مجھ پر

بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝

اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالی نے اپنے رسولون سے ان لوگون کے جواب کی نسبت جو اُنھون نے رسولون کو دیا سوال کرنے سے ان لوگون کو توبیخ کیا بعد ازان اُس آیات ومعجزات کو جو اپنے رسولون کو عطا فرمائے بیان کر کے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات ومعجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگون مین سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ ان کو معبود اور الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے اور یہ یاددہانی ونصیحت ہے کہ ایسا ہونیوالا ہے پس اسوقت سے نیکبخت لوگ اپنی پیش بندی کرین اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت مین واقع ہوگا یعنی آنکہ قطعی الوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود ونصاریٰ مختلف ہین کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ اونکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کر گئے کہ انکو الٰہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور یہ بیان انعامات عیسیٰ و اُن کی والدہ کے اصلی حالات مقدمہ وتمہید ہے آئندہ کلام کی اور وہ قولہ انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات مین جو عیسیٰ علیہ السلام واُن کی والدہ پر انعامات وغیرہ اور اُن کی دعا سے پیروی کرنے والون پر فضل ہوا اور نافرمانون پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت مین اللہ تعالیٰ اپنے بندہ ورسول عیسیٰ علیہ السلام کو غرق منت واحسان فرماویگا اور ان کے بارہ مین افراط وتفریط کرنے والون کو ملامت وسرزنش کرنے کو یون خطاب کریگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکر گزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال مین یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس وہ ناہنجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خوار ہو اور نیز وہ قوم جو اس کو اِلٰہ ومعبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولون کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اُس کو رسول کیا اور اُس کی مان کو پاک بندی عبادت کرنیوالی واسی زمانہ کی تمام عورتون سے برگزیدہ دیندار بنادی پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۚ ف جبکہ مین نے تجکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف اور قدس بمعنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان مین مدد کرتے اور علوم ومعارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت

باتین حضرت عیسی علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے بلکہ وہی اعانت جبریل
علیہ السلام مراد ہے اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف
یہ جملہ اعراب مین اید تک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور مہد مین یعنی حالت طفولیت مین وکہل مین یعنی زمانہ سن کہولت مین۔ حاصل آنکہ
مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن وجوانی مین چنانچہ جب مریم کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی
گہوارہ مین سے چند روز کے بچہ تھے بولے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ۔ یعنی مین اللہ تعالی کا بندہ ہون مجھے اس نے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہے
حالانکہ اسوقت تک انجیل اتری بھی نہ تھی اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان و معجزہ ہے
اور حالت کہل مین تو سب ہی باتین کرتے ہین ان کی تخصیص کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھ پر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا۔
بخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہے کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب و جوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین علاوہ برین
کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہوگیا۔ کما قال المفسر یفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران۔ کیونکہ وہ سن
کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا
پہلا اترین گے تو وہی سن قریب کہولت کے ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مر جاوینگے اور مسلمان انکے
جنازے پر نماز پڑھکر دفن کرینگے۔ یہان سے نکلا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے اور جاننا چاہیئے کہ مشرکون و
کافرون سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار و اخبار مروی ہین وہ مفصل یک ایک موجود و ظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت
عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتی کہ اسی سے نصاری نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ راہ دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی
حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ ان کا قصور ہے
اور اسی سے ان کی حالت خراب ہے۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو واللہ الہادی وہو المضل و نعوذ باللہ من الضلال۔
بالجملہ اللہ تعالی نے اپنے رسول عیسی علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کہولت مین ان کی یکسان باتین
ہین اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عیسی علیہ السلام تیس برس کے سن مین رسول ہوے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالی نے
اٹھا لیا پھر سن کہولت مین زمین پر اتارے جاوینگے اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب اس کی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا
کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مذکور ہوا ہے لیکن شیخ ابن
کثیر رح نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقا۔ اور بر بنائے روایت حاکم و قول
شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہوگیا اور یہی ظاہر آیت ہے الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت مین اتنان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا
کہ طفولیت و کہولت مین انکا باتین کرنا متحقق ہوگا اور صحیح ہوا کہ حضرت عیسی ع نے طفولیت و مہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالی حکایۃ عنہ انی عبد اللہ
آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہے اور مؤلف فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل ہوئی ان سے
پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اور صحیح ہوا کہ چند بچے ایسے ہوئے ہین جنھون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر جلال الدین
سیوطی رح وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے ازانجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیر خوار تھا اور وہ
زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے۔ فافہم۔ اور ابو موسی اشعری رض سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

و اُن کی اُمتیں بلائی جاوینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاوینگے اُن کو مقرب فرما کر اوتعالیٰ اُن کو اپنی نعمتیں یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ پھر فرماویگا انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار مین نے نہین کہا اور اگر مین نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاویگا تو وہ کہین گے کہ ہان اس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام آیین یہ مذکور ہے کہ حجت قائم ہو کر نصاریٰ کو صلیب آگے کر دی جائے گی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جاوین گے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین ف۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقرینۂ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ اور توراۃ اور انجیل ف۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب آلٰہی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث مین بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنا بر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب اسکے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان دونون کتابون سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑے کرتے تھے تو آپ توریت سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل مین جو ملحقات حواریین مین اینین یہ بات مصرح ہے پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے ف۔ یعنی مٹی سے پرند کی ہیئات کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق یہان تصویر بنانے کے معنی مین ہے اور پیدا کر دینے کے معنی مین نہین ہوسکتا بقرینہ مابعد کے اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کر دینا اور کہیئۃ الطیر مین کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران مین تمام تفسیر گذر چکی ہے معنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر تو دم مارتا اس ہیئات مین ف۔ یعنی ساختہ تصویر مین پھونکتا تھا۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِيْ۔ پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے ف۔ یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تصریح کر دی کہ اوتعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت وارادت کی تاثیر ان کے نفخ پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیا علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ اُن کو یہ اختیار نہین کہ جو چاہین وہ کرین بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہین اور عوام اس کرامت کے لائق نہین ہین پس عوام جاہل اور بہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہین کہ فلان ولی چاہین تو ایسا ہو جاوے حتیٰ کہ یون سمجھتے ہین کہ اگر نذر نیاز نہ کروگے تو وہ ایسا ضرر پہونچاوین گے یہ سب اُن کی جہالت وگمراہی ہے شاہ ابو الحسن رحؒ نے خوب لکھا ہے ؎ ولی کو گو کہ قرب کردگار است ٭ پر نہیں تقدیر مین کچھ اختیار است ٭ جو وثر اُن کو تو سمجھے کوئی ٭ یہ غباوت ذہن کی ہے اور کجی ٭ اور مولوی رومؒ علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے ؎ اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ ٭ تیر جستہ باز گرداند زراہ ٭ اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہین سمجھتے کہ اس کے تو صاف یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ مین سے پھر آوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے واسطہ سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر مین وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰؑ کے واسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین شرک نہ کرنا چاہیئے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک و مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے۔ زیادہ بیان

گنجایش نہین تفسیر کی طرف رجوع کرون۔ پھر اور کرامت یاد دلائی بقولہ۔ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ وتاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادرزاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا۔ پس جالینوس وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ مین موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا۔ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۔ اے واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ وتاثیر قدرت کے ظہور سے مردون کو ان کی قبرون سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح ودو مرد و ایک عورت وایک لڑکی زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چارون جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہونا معلوم ہوتا تھا اسمین حضرت عیسیٰ کی قدرت واختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰؑ مکرم وخاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کیواسطے وہ محل قرار پائے تھے۔ اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت وارادہ الٰہی ضرور ہے اسی واسطے مفسرؒ نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی پس جہان مشیت نہین متعلق ہے وہان ظہور نہ ہوگا حتی کہ سوائے مذکورین کے اگر عیسیٰؑ کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہین اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہین پس اُن کی مشیت وارادت وہی ہوتی ہے جو تقدیر ہو تعالیٰ کی ہے اور یہ اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے اور واضح ہو کہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمعیل حدثنا محمد بن طلحۃ یعنی بن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل ۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب موافق ارادہ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت مین تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت مین الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی مدح وثنا بیان کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد اور جب آپکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمٰن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے لیکن یا ہی نسخہ موجود مین ہے اور شاید یہ اثر غریب جدا ہوا اگرچہ اسناد جید ہے اور ہمین شک نہین کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضرور ہوگی اور شاید تبارک الذی والم تنزیل السجدہ انکو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ ۔ اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جس وقت انھون نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۔ جب تو لایا اُن پاس نشانیان ف یعنی جبکہ تو اُن کے پاس رسالت الٰہی پہونچانے کے معجزات کیساتھ گیا تھا۔ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ ۔ ان مین سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے۔ ف یعنی کفار لوگ کہ ۔ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۔ نہین یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو مین نے باز رکھا۔ اور ایک قراءۃ مین بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہین کہ نہین یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یون ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نہ کرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی مین تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالیٰ قادر مختار ہے جس طرح جو کچھ چاہے وہ کرے پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي ۔ اور یاد کر جبکہ مین نے وحی کی حوارین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ وَبِرَسُولِي ۔ اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰؑ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء وکتب و انجیل پر ایمان کو ہے اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص بانبیاء علیہم السلام ہے حوارین کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عرب مین بمعنی امر ہے اے حکم دیا مین نے حوارین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام ۔ اور یہی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قولہ ان آمنوا بی وبرسولی یعنی اوحیت بان آمنوا بی الخ اسکا مؤید ہے ۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واوحینا الیٰ اُم موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ

مین ہے کہ بلاخلاف یہان وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیۃ مین وحی الہامی ہر ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت مین قولہ اذ اوحیت الی الحوارین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا پس انھون نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا الہام فرمایا۔ قال السدی رح اُن کے دلون مین یہ بات ڈالدی۔ قالوٓا اٰمنّا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰ پہ پورا ایمان لائے واشھد باننا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین ف پہلے ایمان وپھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص و توحید و مرادف ایمان ہے اور نیز اظہار ہر کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر مین بھی انقیاد و اطاعت کی ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک الآیۃ یعنی خالص ارادت و محبت والون سے بیان کردے جو مین نے تجھ پر کشف جمال و اظہار علوم غیب و تجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کلمۂ خاص القا کیا جبکہ اُس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن بصبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہر جو اللہ تعالیٰ نے روح متجلی بجلال و جمال سے آدم علیہ السلام مین پھونکی تھی کیا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ صورت عیسیٰ پہ انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہوگئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تہمت سے بسبب روح القدس کے مقدس ہوگئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہین دیکھتا کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و نور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس یہ کہ مین نے تجکو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجکو مقام شہود و ربوبیت پہنچوا دے اور بشریت کے گہوارہ مین تیرے ساتھ ہے کیونکہ تیرا اصدر نور ربوبیت سے ہر اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجکو مقام ہستی مین سکون نہ ہوسکتا بلکہ تو فانی ونابود ہوجاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال مین لکھا کہ ان مین سے بعض پر القاے روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پہ روح الصلاح والحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القا ہوا اور اُن کے اسرار مین وہ باتین پوشیدہ دین کہ انکا بیان وتعبیر نہین ہوسکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب اور حظ باقی ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی روائی نہین مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا پس جس کو قدم مین صحبت روح سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس مین واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہر کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم وگمان وبیان سے باہر ہے بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جسمی مین سے کسی چیز سے ممتزج و مرکب و میل نہین پائے گی بلکہ مین نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس و مطہر کردیا ہے تاکہ تو میرے سوائے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور مین نے تجکو اس جسم مین بطور عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال مین آدم کو جنت مین مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہر کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیاوی کے میل کچیل سے طاہر و پاک ہوجاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونون پاکیزہ ہوگئے اور دونون کو محل قدس کی طرف اُٹھالیا اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد مین اُس کے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کردیا اور یہ محض قوت الٰہیہ و ظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد مین عیسیٰ علیہ السلام نے اوتعالیٰ کی تنزیہ وصف و قدس و جلال و ربوبیت و کمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو آمین فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمین تا زمانۂ کہولت رہا حتیٰ کہ بندگان الٰہی کو اوتعالیٰ کی تنزیہ صفات و قدس جلال و حسن جمال سے عارف کرکے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المھد وکھلا۔ اور اسمین اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الید تھی کہ بغیر سیکھے سکھلائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا قال المترجم قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہر کہ اوتعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یداہ مبسوطتان الآیۃ۔ تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ و اکابر محدثین

سلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہین بلکہ یہ ایک صفت ہے اوتعالیٰ کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہین ہے اور یہ بحث
اوپر تحت آیۂ کریمہ مصدورہ بیان ہوچکی ہے یہان شیخ نے یہی کہا کہ اوتعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب۔
یعنی یاد کر کہ مین نے تجھکو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُن کو تعلیم آلہی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ
فرمایا بقولہ والحکمۃ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہین اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ
پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب احکام معلوم
ہون پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اسمین ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت آلہیہ کا ظہور اسکے
مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمین تھی اسکے نفخ سے پرند کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اُس بات کی علامت ہے کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت مین سے ہے
اسکا ظہور اس بندۂ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھے مادرزاد اور کوڑھی چنگے ہوجاتے اور مردے زندہ ہوجاتے اور جو امور عوام بندون کی نظر سے غائب
و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون سے کہتے۔ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے
شیخ ابو علی رودباری نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہے تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و
استعداد کے ظاہر ہوتے ہین ولیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہے تعالیٰ اللہ عز وجل۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنوا بی و
برسولی۔ وحی آلہی جو رسولون علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے وہ خاص ہوتی ہے اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے
اور عام بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہے اور وحی خاص کے چند مراتب ہین۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات
پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہے وہ خاص مقام توحید مین بدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہے اور وہ مقام فنا ہے اور وحی صفات ہوتی ہے مقام معرفت مین
جبکہ تجلی جلال ہوتی ہے اور وہان محل بقا ہے۔ قال المترجم فنا اول مقام توحید کا مکر فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم۔
اور وحی بفعل مقام عشق و محبت مین ہوتی ہے اور وہان منازل انس و انبساط ہین اور اس مقام مین تو اولیاء کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل مین حصہ ہے
اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہے اسمین اولیاء کو کچھ بھی حصہ نہین ہے۔ قال المترجم ولی کو طاقت نہین کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہوسکے اور
یہ توجیہ اسپر ٹھہری کہ یہ خطاب کا تحمل اسقدر پردون کے بعد نہین ہوسکتا کجا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جانے
کس قدر حجاب ہیں گئے ہین اور لوح محفوظ اور وہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہین ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی
ہے کہ پڑھے لکھے عالمون کی تو یہ نوبت ہے کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہین اثر نہین لوگ کفار و مشرکین عوام کو کیونکر سمجھاوین حاشا وکلا کہ دروغ بولتے
ہون لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اُنھون نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھون کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو
بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوجھے تو مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہے وہی قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد
دم مارے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت ہذا کما قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیۃ۔ اور
(من قول المترجم ۱۲)
وحی منزل معرفت کی بحدیث ہے قلت ہذا کما قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق
کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمین ہین۔ الہام ذاتی۔ والہام صفاتی۔ والہام فعلی۔ قال المترجم استیناس ہے کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل
وحی عشق سے ہے لیکن بمدار اسرار منزل توحید ہے لہذا مختص اس سے انبیاء علیہم السلام ہاں جو اولیاء اُن کے قدم پر ہون بشرطیکہ منزلت اُن کی بھی منزلت
توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ الآیۃ مین او قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ

مین وہ اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہے یاد کرو اور سمجھو دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل و سر باطن
و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتف غیب کے آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔
ولیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہین سوائے اُسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم مین ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہان یعنی قولہ واذ اوحیت
الی الحوارین۔ مین الہام فعلی کے اقسام مین سے وحی صفاتی ہے جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنو
بی و برسولی۔ یعنی جو انوار غیب مین نے تم پر کشف کر دیے اس سے تم مجکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت
حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا۔ قالوا امنا واشہد باننا مسلمون۔ اور قولہ امنوا بی مقام الجمع ہے اور قولہ برسولی۔ اے آمنوا برسولی مقام
التفرقہ ہے۔ قال المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے
بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حواریین پر ہوا جس سے ایمان متولد
ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کیا کہ واشہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت
ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰؑ کو اُسپر گواہ کر لیا تاکہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰؑ تھا بلکہ بہدایت فقط او تعالیٰ عز و جل سے ہے
اور یہان سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہین وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونون مین کوئی اختلاف نہین ہے
فتدبر اور جمع کے لیے تفرقہ کی ہدایت مین تحصیل کمال و جنت سے دنیا مین نزول کی حکمت واضح ہے فتفکر۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

جب کہا حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اُسمین سے

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہین ہم اُس پر گواہ

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے مین

مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

ربع ۱۵/ع ۵

اُتارونگا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم مین ناشکری کرے اس پیچھے تو مین اسکو وہ عذاب کرون گا جو نہ کرون گا کسی کو جہان مین

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہے اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہے اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کی دعا قبول ہونے کا امتنان ہے۔ اِذْ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ۔ یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے یٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔ اے عیسیٰ
بیٹے مریم کے ف اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت مین حضرت عیسیٰؑ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

اور کیون نہین کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یا عیسی ابن مریم هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تیرے رب سے ہو سکے کہ
اُتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے ف اسمین دو قراۃ ہین بعض نے تستطیع ربک بتا رفوقانیہ بمضارع مخاطب و بنصب ب پڑھا اور معنی یہ کہ
بھلا تو استطاعت رکھتا ہے اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہے۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہم پر مائدہ آسمان
سے اور دوسری قراۃ جو اکثر قرار کی ہے وہ یستطیع ربک ہے بیا رتحتیہ و رب کو رفع۔ اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہے تیرا پیدا کرنیوالا معبود یہ کہ ہم پر
آسمان سے مائدہ اُتارے۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے اُنھون نے قدرت مین کیونکر شک کیا۔ تو جواب یا گیا
کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت الٰہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم اُن مین مستحکم نہین ہوا تھا اسی واسطے عیسی علیہ السلام نے جواب مین فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ
سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الٰہی مین شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور زمخشری نے جو کہا کہ وہ مومن خالص نہ تھے تو یہ لغو ہے اور اجماع مفسرین کے
خلاف ہے۔ اور قراۃ اولی یعنی ہل تستطیع ربک بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہے اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قراۃ پڑھائی۔ کما رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی
وابن مردویہ وہی قراۃ ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ہے پس قراۃ دوم متوافق بمعنی اول ہے اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ
ہے کہ جب اُن کو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہ کریگا تو کہتے ہین کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اس کے یہ معنی نہین کہ وہ کر سکتا
ہے یا نہین کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہے کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کرے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عدم وقوع مین ہوتا ہے اور یہ نہین کہ
فلان مذکور کو طاقت ہے یا نہین ہے پس یہی معنی ہین قول حوارین کے کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمھارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کریگا کہ ہم پر آسمان سے
مائدہ نازل فرمائے اور یہ وہی قراۃ اولی کے معنی ہین اور اسمین وتعالیٰ عزوجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہے کہ وہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور غنی و
پاک بے پروا ہے پس عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہین لیکن شاید اُن کی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قراۃ مین بھی ایسے معنی ہین کہ اے عیسیٰ
تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ اُمید ہے کہ تمھاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ قال ابن کثیرؒ مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو۔ وقیل اگر کھانا
نہ ہو تو مائدہ نہین بلکہ خوان ہے جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہے اور چمڑا پکایا ہوا تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہے اور
پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب و سجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ تقویٰ کرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم سچے ایمان والے
ہو ف یعنی جواب مین عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کہا اس جواب کی توجیہ مین چار قول ہین اول جو مفسرؒ نے کہا کہ سچائی کیلئے ایسی
نشانیان مت مانگو کہ ایمان بالغیب رہے جو درحقیقت ایمان ہے بلکہ ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ دوم جو ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے
کہا نہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو اُنھون نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تا کہ نفس کے مخمصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پاوین پس
عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن اُن کو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین تقویٰ و ڈر کرو اور
بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہ ہو جائے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ ہو پس رزق کی طلب مین
مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقویٰ کرو تا کہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یتق اللہ
یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے (۳۰) روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہے جس کے لئے کام کیا ہو پھر اُنھون نے ایسا ہی کیا
پھر روزے پورے ہو چکنے کے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہم نے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہم کو خوب کھانا کھلاتا پھر
مائدہ کی درخواست کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اسمین سے

ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہین کہ ایک تو ہم اسمین سے کھاوین اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا اور چین پاوین ہمارے دل ف
یعنی الیقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلون کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت مین
سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا الیقین اور علم تمھاری نبوت مین زیادہ بڑھ جاوے ۔ وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ اور ہین ہم اسپر گواہ ف
یعنی جو غائب ہین ان کو ہم شہادت دین گے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کرین یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہون نہ فقط سُنی سُنائی
کہنے والے ۔ حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت مین ترقی ہو اور غائب لوگون
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہون ۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباسؓ مذکورہ وجہ چہارم مین اشارہ ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اُن کو مزدور آخرت
بنایا اور اُنھون نے مزدوری مین دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہو اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہین لیکن اشعار ہو کہ قوم اعلیٰ کا یہ حال تھا تو ما بعد والون کا
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہو کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کرکے روتے کہ
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا مین ملے جاتے ہین پس کتنا بڑا فرق ہو واللہ اعلم ۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الٰہی مین ان کا
قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہین پہونچا تھا اسواسطے کہ جو مدارج کمال اس اُمت مرحومہ کے واسطے ہین ان مین سے اوسط درجہ اگلی اُمتون کا اعلیٰ درجہ
تھا جیسا کہ سابق مین اسکا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ گذر چکا ہے فتذکر ۔ بالجملہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو اُن کی غرض معلوم اس بیان کے
موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا ۔
بولا عیسی مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید ہے ہمارے اگلون اور پچھلون کے لئے ف یعنی مائدہ
اُترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لاولنا بدل از لنا ہے باعادہ حرف جار اور مراد اولین خود یہ لوگ و مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا
ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کرین بعض کا بر سے گذرا کہ اللّٰھم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا
ہے اور ربنا بدل ہے تاکہ رحمت پروردش کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہین اور صحیح یہ ہو کہ روز جمعہ
روز مبارک ہو وہ اگلی اُمتون کو نہ ملا ملکہ یہودی سنیچر پر جمے وہی اُن پر مفروض ہوا اور نصاریٰ اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین ۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہو ۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ
اُسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات مین عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمین عود الناس یعنی لوگون کا اجتماع ہو یا فرح و سرور پھیر لاتا ہے یا عادت معہود ہو یا مانند اسکے
اہل لغت کے وجوہ بیان ہین ۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والون و پچھلے آنے والون کی عید ہو جاوے وَآيَةً مِنْكَ
تیری قدرت پر اور میری موت پر نشانی ہو جاوے وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہو انزل علینا پر یعنی مائدہ اُتار دے اور ہم کو یہ رزق
دے وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ تو ہی ہو بہتر روزی دینے والا ف یہ بندون کی سمجھ کے موافق نصیحت ہو کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہین ورنہ در حقیقت
رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اسباب در حقیقت محض ایک بہانہ ہو بلکہ نظر کی خطا ہو اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل
کرنے کا امتحان ہو اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر مین مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان مین بہتیرے
حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہین حالانکہ ہزاروں دفعہ اُن کی تدبیر پوری نہین ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہو مگر نہین
سمجھتے ہین اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت فرما دے ۔ اس کلام مین اشارہ ہو کہ امر خیر جو مورث فرحت و سرور ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید ہوتا ہو جیسے
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہین بنتا ہو اسی واسطے تجعلہا عیداً ۔ نہین کہا یعنی ہم اسکو عید بنا دین نہین فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

اس امر کا کمال ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کئے حالانکہ ان روزون کے کیا فضائل ہین اور ایسی ہی عید اضحی قربانی کی عید مشروع ہر کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہین پس عوام جو اس عید مین دنیا کی تمام ہوس و تکلف کو جمع کرنا علامت عید جانتے ہین یہ ہوا و ہوس ہر ہان پاکیزگی و لطافت و غریب مسلمانون کیلئے کھانے پینے مین آسانی دینا اچھی بات ہر - فافہم - بالجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہر کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے یا بالون کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب روئے پھر دعا مانگی اور پھر روئے - قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ کہا اللہ نے مین اُتارونگا وہ خوان تم پر ف یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ مین اس مائدہ کو تم پر اُتارنے والا ہون - عاصم و نافع و ابن عامر نے منزلہا بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیون نے منزل از انزال بتخفیف پڑھا اور اول مین معنی تکرر و بار بار نازل ہونے کے اظہر ہین حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا مین اُتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری کرے اس پیچھے ف یعنی بعد مائدہ اُترنے کے - مِنْكُمْ تم لوگون مین سے ف یعنی جن پر مائدہ اُتریگا - فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عذاب کرونگا مین اسکو عَذَابًا ایسا عذاب لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین مین سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے اُن کے زمانہ والے عالمین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہین اور یہی اصح ہر اسواسطے کہ ان پر مسخ ہو کر سور و بندر ہو جانے کا جو عذاب اُترا تھا وہ اُن سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت مین آیلہ کے بعض یہودیون پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ مین آئندہ اُن کے بعد اس عذاب سے معذب ہونے کی خبر ہے جیسا کہ قولہ لا اعذبہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبہ نہین ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین مین سے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہر اور اس سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان قل سے ہین اور یہ جو حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس اُمت مین بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہر کہ ایسے لوگون پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاوین جیسے فرمایا کہ میری اُمت مین سے ایک گروہ مشرکون سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری اُمت مین سے قریب تیس (۳۰) کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا - الی آخر ما فی حدیث مسلم وقد ذکر سابقا اور احتمال ہر کہ شاید مسخ باطنی ہوا الا آنکہ خسف باطنی غیر مقصود ہر اور احتمال ہر کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مائدہ کے حق مین ہوا اور احتمال اول ارجح ہر بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایان نہین ہر - اور مروی ہر کہ جب اُنہون نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر امر و کفر سے کفران نعمت ہر یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کرسکے کیونکہ مدار اس فارغ البالی کا یہی کہ طاعت و عبادت مین بے فکر رہین بہرحال خوف کر کے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہین مانگتے ہین پس مائدہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہدؒ و حسنؒ سے مروی ہوا لیکن ثبوت مین تامل ہر اور صحیح یہ ہر کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلہا علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہر اور خلاف وعدہ ہو نہین سکتا اور یہی جمہور اُمت و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہر - قال المفسرؒ فنزلت الملائکۃ بہا من السماء علیہا سبعۃ ارغفۃ و سبعۃ احوات فاکلوا منہا حتی شبعوا قال ابن عباس مفسرؒ نے کہا کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھون دیکھتے مائدہ لیکر اُترے پس ملائکہ نظر نہ آتے اور خوان نظر آتا یہان تک کہ سامنے لاکر رکھا - اسپر سات گردہ روٹیان اور سات مچھلیان تھین پس حواریون نے اسمین سے کھایا یہان تک کہ سب سیر ہو گئے یہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے وفی حدیث انزلت المائدۃ من السماء خبزا و لحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا الغد فرفعت و مسخوا قردۃ و خنازیر یعنی اور ایک حدیث مرفوع مین آیا ہر آسمان سے مائدہ اُترا روٹیان و گوشت تھا پس اُن کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھین اور نہ ذخیرہ اندوختہ کرین مگر آخر اُنھون نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو منقطع ہوا اور وہ لوگ جنھون نے ایسا کیا تھا مسخ کر کے بندر و سور کر دیئے گئے - قال فی الکمالین - اس کو ترمذیؒ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہر اور یہی اصح ہے وقد رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ

وابن مردویہ ایضاً۔ واضح ہو کہ قولہ عیداً لاولنا وآخرنا۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ جماعت کثیر ہین سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے
والے یکسان پاوین۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیان وسات مچھلیان تھین وہ اُن کے سامنے رکھا پس
اس مین سے جیسے اگلون نے کھایا ویسے ہی پچھلون نے سیر ہو کر کھایا۔ وعن عمارؓ خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی روایۃ عن عمار
یہ قصہ مائدہ والون کا اور اُن پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹون وبکریون کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے
تم مین اپنے ایسے بزرگ کرم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اُس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ مین لاؤ گے اور
تم کو منع کر دیا کہ سونے وچاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اُسکی زکوٰۃ نہ دو اور جو حقوق ہین اُن مین خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات دن
نہین گذرینگے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھوگے جس سے تم کو ممانعت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ قال المترجم
اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ اسمین آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتون سے شروع ہوا تھا اور میری اُمت کا فتنہ
مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا۔ پھر عذاب وفتنہ مین پڑ کر وہی بدافعال کرنے لگینگے جو بنی اسرائیل واگلی اُمتون سے سرزد ہوئے تھے۔ اور
جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت بعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہین ہے اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے
اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس مین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر روتے تھے بوجہ ان شرطون کے جو نزول مائدہ مین مشروط تھین
اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر۔ الٰہی مین نے بہت عجیب باتین مانگین اور تو نے دی ہین الٰہی ہم بندون کو اس کا
شکر گذار کر دے الٰہی مین پناہ مانگتا ہون کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو۔ الٰہی اسکو سلامت وعافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح
وہ دعا کرتے رہے یہانتک کہ وہ عیسیٰ وحواریون کے روبرو اُترا۔ اور ساتھیون نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہین پائی تھی
اور عیسیٰ وحواریین شکر کے سجدے مین گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی اُن کو دکھلائی
جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اُنھون نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے اُن کو غم وغصہ وحسد وعداوت زیادہ
ہوئی۔ اور نیز اس روایت مین ہے کہ اُسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلیٰ پر نماز پڑھی اور بہت
روئے۔ اور نیز اس مین مچھلیون کی صفت وپاکیزگی اور سوائے کراث یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول وترکاریان وانار وغیرہ میوہ جات مذکور ہین۔ اور
نیز اسمین ہے کہ شمعون نے جو حواریون مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر منع
کیا کہ سوالات سے باز نہین آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائین تو شمعون نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ
کے بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصد نہین کیا تھا پس عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہین اور جنت کا بھی نہین ہے اسکو اللہ تعالیٰ
نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ پلک مارنے کی دیر نہین ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریون نے کہا
کہ یا عیسیٰؑ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہین کرتے اس سے یہانتک کہ اور آیت
مانگتے ہو پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا وہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بو آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہے یہ دیکھکر لوگ گھنائے
تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیان دکھلاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم
اس حرکت پر عذاب نہ کیے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھُنی ہوئی پاکیزہ
ہو گئی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریون نے بھی ہاتھ کھینچا

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجون اور لوے لنگڑون کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کرکے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسرون پر عذاب ہے اُنھون نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت مل کر ایک ہزار تین سو آدمیون نے کھایا پس جنھون نے کھایا تھا وہ تونگر ہوے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہوگئے اور حواریون و لوگون پر ندامت چھاگئی اور کہا کہ اتنے آدمیون کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریون نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس مین کوئی کمی نہین آئی تھی پس وہ خوان اُٹھایا گیا یہان تک کہ نظرون سے غائب ہوگیا پھر جب اس کے بعد مائدہ اُترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہوجانا تھا۔ پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکلکر ہجوم کرتے۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیرون و یتیمون و لوے لنگڑون کے واسطے قرار دے اور تونگرون کو مت دے۔ اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کردی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگرون کے دلون مین بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگون کو شک مین ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر او تعالیٰ نے وحی کی کہ مین جھٹلانے والون کو عذاب کرونگا حتی کہ اخیر رات مین سور ہوگئے۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد جمعہ ابن کثیرؒ وقد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایات نقل کین کہ مائدہ نازل نہین ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہین اور تقویت اس قول کی یون بھی ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابون مین ذکر نہین کیا اور قرآن مجید مین کوئی امر منصوص نہین ہے ہان قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہین اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم و مترجم کہتا ہے کہ انی منزلہا علیکم مین یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ مین اُتارونگا لو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اس کو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہین کیا ہے لیکن چونکہ اُنھون نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہین ہوا۔ بالجملہ قرآن مجید مین یہ امر منصوص نہین کہ نازل ہوا یا نہین نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہے ہان سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہین بعض مین ہے کہ نازل ہوا اور بعض مین ہے کہ نہین نازل ہوا و قول اول اصح ہے واللہ اعلم ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم الآیۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب و خطاب کو قلوب ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکن پر پہونچے نہ تھے تو ان کو تلوین مین دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ ابھی اُن پر طاری تھا پس اُنھون نے دفعہ معارضہ نفس و دشمن کے لئے و قلب کی طمانینت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام مین سے ترقی پر تھے تو نہین دیکھا کہ خواص مین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے اُنھون نے ابتدائی حال مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم تومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسواس کے کہ۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی پس او تعالیٰ نے فعل مین قدرت دکھلادی کہ یون ہی مناسبت تمام ہے چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہے اور ان دونون وصفون مین کوئی شک نہین ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر سخت شاق گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو وسواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہین اسمین اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کرلو کہ جو خطرات تم کو تمھارے نفس کی وساطت سے آتے ہین اُن کے دفع کرنے مین مشغول ہوجاؤ تا کہ غیر الٰہی مین تمھارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب نہ ہوجاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف دیدار غیب ہو کر واصل ہوا اس سے بھلا نہین معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدین کا

حال ہے پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا نرید ان ناکل منہا الی آخرہ حالانکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بدلوں کو جو ابھی محل وسواس و خواطر ہیں اسی طرح غذاء جنت سے تربیت فرمائیے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو غذائے روحانی و مشاہدۂ غیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اسی سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائے گا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ ہم مین کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دیدار معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے مین شاہد ہون گے اور یا بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور آپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے خاص و محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہین اور آپ سچے ہین اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہین یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰؑ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللہم انزل علینا مائدۃ من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہین مانگا اسواسطے کہ آسمین روحانیت و طمانیت و ملکوتیت ہوتی ہے اور اسمین ان عناصر کا میل نہین ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور آسمان سے طلب کرنے مین خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا یعنی تو اسکو عید وصال کرنے اور وعید ہجر مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہوکہ لوگون کے واسطے عید ہو جائے اور ایسے اعمال صالحہ کرین کہ جس سے مستحق قبولیت ہون اور یہ وبال نہ ہو کہ ناشکری مین گرفتار ہون جس سے مردود و مہجور ہو جائین اور نیز عید بایں معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال والون کے واسطے جو مقام ادا دستان مین اور آخر والون کی عید ہو یعنی عارفون کے واسطے۔ اور قولہ و آیۃ منک یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی منزلہا علیکم فمن یکفر الآیۃ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دکھیا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور اور خواہش نفسانی مین پڑ گیا۔ اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ الٰہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہین پہونچی اور مشاہدہ کی چمک سے نصیب نہین اور درگاہ وصل تک رسائی نہین اور حسن جمال سے محروم ہے اور یہ عذاب فراق نہایت سخت و شدید ہے۔ شیخ ابو عبداللہ نے کہا کہ مین ابتدائے حال مین خواب مین تھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے مجھے جگایا اور فرمایا کہ اٹھ کیا سوتا ہے جسنے حق تعالیٰ کو دکھیا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت مین پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو دو معبود سوا اللہ کے

اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ

بولا تو پاک ہے مجکو نہیں بنتا کہ کہون جو مجکو نہین پہونچتا۔ اگر مین نے یہ کہا ہوگا تو تجکو معلوم ہوگا

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ

تو جانتا ہے جو میرے جی مین ہے اور مین نہین جانتا جو تیرے جی مین ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات مین نے نہین کہا

لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمھارا۔ اور مین اُن سے خبردار تھا جبتک اُن مین رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہین اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

واذ قال اللّٰہ اے واذکر اذ یقول اللہ یعنی بیان کرو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماویگا ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز اُن کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے۔ حاصل آنکہ اسمین قال ماضی بمعنی مضارع ہے بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے اذ ظرف کے تحت مین بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھین اور مابعد کا سوال حقیقی استفہام بامین معنی نہین کہ او تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہین بلکہ او تعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہے کہ اُن کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عز وجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھون نے اللہ بناکر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کرین تاکہ اُن کی قوم سُنے اور ظاہر ہوجاوے کہ محض انھون نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بناکر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہین مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ مین جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑینگے اور نصاریٰ کو انکا قول سے توحید پر لادینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہٰذا صحیح وہی ہے جو مفسر رح نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر رح کی غرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہین ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدی رح نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا مین واقع ہوا اور ابن جریر رح نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اُٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تعذبہم اور ان تغفر لہم اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ان دونون دلیلون مین نظر ہے کیونکہ بہت سے امور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کرین اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفر لہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور مین تیرا بندہ ہوں اور یہ معنی نہین کہ عذاب یا دے اور مغفرت کرے کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت مین ہونے والا ہے اور قتادہ رح نے اسپر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ جو اس سے متصل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر رح نے عمر بن عبدالعزیز رح کے آزاد کئے ہوئے غلام شیخ ابو عبداللہ کے ترجمہ مین روایت کی اور کہا کہ ابو عبداللہ رح ثقہ تھے اُسنے ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُن کی اُمتین بلائی جائین گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی نعمتین یاد دلا دیگا پس اسکو نزدیک فرماکر کہے گا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ۔ یہان تک کہ فرماویگا۔ یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰ انکار کرینگے کہ پروردگار مین نے نہین کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہین گے کہ ہان اُسنے ہم کو یہی حکم دیا تھا۔ الیٰ آخر الحدیث۔ اور آخر مین ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب اُنکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانک دئے جاوینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماویگا يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو معبود اللہ کے سوائے

ف یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کیواسطے حشر کے مجمع عام مین پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ ع کو اور مریم کو دو الٰہ بنالو۔ کیونکہ نصاریٰ مین ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خداؤن سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہین اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہین اور اس زمانے مین بہت سے ایسے پائے جاتے ہین جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ

دیتا اور روح القدس کو قرار دیتے ہیں بالجملہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ ابو روق نے کہا کہ
جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عزوجل کو سنیں گے تو تھرتھرا اُٹھیں گے اور ہر بُن موسے خون کے چشمے جاری ہو جاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ ۔
قَالَ سُبْحَانَكَ کہیگا عیسیٰ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہے تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف خواہ شریک ہو یا کوئی
اور چیز ہو۔ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۔ مجھے کہاں سے سزاوار ہے کہ میں وہ بات کہوں جو حق و سچ نہیں ہے میرے واسطے ف مفسّر نے
کہا کہ بحق میں با زائدہ تاکید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق و سچ
نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے ۔ حاصل آنکہ حضرت عیسیٰ یہ سوال سُنکر کانپ اُٹھیں گے اور انتہا درجہ کا بے ادبی
بول ہے کہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو الٰہ بنادے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہے تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھر تھراتے
ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی
نہیں ہوں إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار تجھکو ضرور معلوم ہوتا ف کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي
تو وہ سب جانتا ہے جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف کیونکہ تو علام الغیوب ہے ہاں میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا
کہ جو تیرے علم میں ہے ف کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور انمیں سے مجھکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہے اور تیری
شان پاک کہاں ۔ اور میں بندہ کہاں ۔ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ بیشک تو علام الغیوب ہے ۔ اور نفس بمعنی ذات ہے اور زجاج نے کہا کہ جملۃ الشیٔ اور
زمخشری وغیرہ نے واتقان میں مفسّر نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہے اور حاصل آنکہ تعلم ما فی نفسی کے
مقابلہ میں ولا اعلم ما فی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور ابو ہریرہؓ
سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القا فرما دیگا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے
بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰؑ نے خود عرض کیا مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ میں نے کہاں ان کو مگر جو تو نے
حکم کیا مجکو ف اور وہ یہ ہے کہ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہے ف
گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی و ربکم سے اشارہ کر دیا کہ جب یہ کیفیت ہے کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں
پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور میں اُن سے خبردار تھا ف یعنی نگہبان رہا اُن کے
باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے ۔ مَا دُمْتُ فِيهِمْ جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي پھر جب تو نے مجکو گم کر دیا ف
یعنی اُن کے بیچ میں سے معدوم کر دیا یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اُٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الی كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ
عَلَيْهِمْ تو ہی اُن کے اعمال کا نگہبان اُنپر رہا ۔ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۔ اور تو ہر چیز پر شاہد ہے یعنی مطلع و دانا ہے ف خواہ وہ بات
ہو جو میں نے اُن سے کہی اور خواہ میرے بعد انکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہے واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہو گئے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے
حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد
ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اور یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری اُمت کے دوزخ کی طرف
پکڑے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

تیرے بعد کیا حرکتین نکالین تو مین وہی کہونگا جو بندۂ نیک یعنی عیسی علیہ السلام نے کہا وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤن پھر گئے۔ رواہ ابو داؤد والطیالسی والبخاری پھر عیسی علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ اللہ تعالی مین کوئی نہین ہون یہ سب تیرے بندے ہین۔ اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ تیرا جی چاہے اُن کو عذاب کر تو تیرے بندے ہین ف۔ پس تو ہی اُنکا مالک ہر چاہے جو تصرف کر تجھپر کوئی اعتراض نہین۔ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ۔ اگر تو اُن کی مغفرت کرے یعنی ان مین سے ان لوگون کی جو توحید پر اسلام لائے ہین تو تو عزیز الحکیم ہے ف۔ گویا تین فرقہ مین سے دو فرقہ مشرک ہوے تھے اُنکو اور اُن کی شاخون کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کریگا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسی علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونون مشرک فرقون نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق مین ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہون لیکن مشرک نہین ہین یا انھین کے مانند بعضے شام کے نصرانی و حبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہین ان سب کو بخشدے اور ان کے گناہون سے درگذر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ مشرکون کو بخشدے تو غفور الرحیم ہے اسواسطے کہ اللہ عز وجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسی علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہین کہہ سکتے ہین جو قطعاً ممنوع ہو اور یہ تو بندہ مومن نہین کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق مین استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ۔ تو یہ وہم اور غلط ہے صحیح یہ ہو کہ یہ بیزاری ہو نصاری کے حال سے جنھون نے اللہ تعالی و اسکے رسول پر جھوٹ باندھا۔ قال ابن کثیرؒ اور اس آیت کیواسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث مین آیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک کہ صبح ہوگئی ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالی ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالی ملنے والی ہے ایسے شخص کیواسطے جس نے اللہ تعالی کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل مین ابوذرؓ سے ہو کہ پھر جب صبح ہوگئی تو مین نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کرکے رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ مین آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھ سے فرماوین تب مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم مین سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس مین اسپر کچھ مضائقہ جانتے۔ تو فرمایا کہ مین نے اپنی اُمت کیواسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے ان مین سے مطلع ہوجاوین تو نماز چھوڑ دین (یعنی جو نا سمجھ لوگ ہین) مین نے عرض کیا کہ بھلا مین لوگون کو خوشخبری دیدون فرمایا کہ ہان دیدے پھر مین ایک پتھر پھینکنے کے اندازہ پھر دور گیا ہونگا کہ عمرؓ نے آکر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدین گے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہوکر محروم ہوجاوینگے، تو آواز دیکر مجھے واپس بلا لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبیؐ نے پڑھا قول عیسیؑ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے پس اللہ تعالی نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے پاس جا اور پروردگار دانا تر ہے تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیون روتا ہے پس جبرئیلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عز وجل نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ مین تم کو رضامند و خوش کر دینگے اور تجکو ناخوش نہ کرینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثاً - اور حدیث حذیفہ بن الیمان جو مسند احمدؒ میں ہے اور حدیث عائشہ و حدیث دیگر صحابہ جو صحاح و سنن میں ہیں اسکی مؤیدات ہیں واللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین - اور یہ اہل اسلام و ایمان کو عمدہ بشارت و خوشخبری ہے لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اہل اسلام نے اپنے تئیں شرک میں مبتلا کر ڈالا اے لوگو شرک سے بچو اے لوگو تمہارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان ہیں لیکن شرک سے بچو - ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذر و حدیث عبداللہ بن عمرو میں کس قدر مسرت و خوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم و ان لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا سے خوش حال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ف — قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ اسمیں او تعالیٰ سبحانہ نے عار و ملامت دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے برملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے - قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق - اور نیز اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو ان کے دروغ و بہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے برگشتہ ہو کر شرک و ضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رہ گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارے میں اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک ایک شرم و ملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وے لوگ بری طرح شرک گمراہی میں پڑے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں - اور کافروں کو مردود کر کے فقط عیسیٰؑ سے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب ہوتا ہے اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مقام عظمت و کبریائی کے تحت میں پہونچا کر اس خطاب سے جو آثار حدث میں اُن کو قدم میں فنا کر دے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز و جلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالتمآب محمد صلعم ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولی ہوں عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے و اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے - شیخ عبدالعزیز المکی رحمہ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰؑ کو ثابت رکھا تو وہیں شرم و خجالت سے پانی ہو جاتے اور یہ شرم اُن کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر اُن سے کہا جاتا کہ یہ عذاب دیا جائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنھوں نے دنیا میں اُن کو شریک بنایا وہ اس دن ایسا ہولناک غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھیں گے کہ اسوقت اُن کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ میں جلتی ہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ربوبیت کی نسبت کریں - ابن عطا رحمہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور اُنھوں نے عرض کیا کہ لا علم لنا - تو یہ دہشت و عظمت ہے کیونکہ اسمیں اظہار عظمت کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہے وہ خود عیسیٰ کا قصہ و حال ہے پس سکوت زیبا نہیں پس عیسیٰؑ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اُس سے اپنی برأت و اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ و پاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب رسولوں میں تو عیسیٰؑ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت و عظمت تھا پس مبہوت ہو کر متحیر و ساکت رہے پھر جب مقام انبساط میں لا کر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدہ جمال میں منبسط ہو کر بول اُٹھے اور سکوت نہیں کیا قال المترجم شاید حاصل معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت و ہیبت میں سب رسول خاموش رہیں گے اور پھر مقام مشاہدہ جمال و انبساط میں لائے جائیں گے تو سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر بولیں گے - قولہ تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک یعنی میرے نفس میں جو تیری توحید و معرفت و تنزیہ و تقدیس و تعظیم و اجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد و ند و شریک و ہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیسا کہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہاں سے میں ایک شریک بناتا اور کہاں یہ کہ کافر ومشرک بہتان باندھتے ہیں کہ میں نے دو آلہ بنائے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہے۔ پس جو کچھ میرے نفس میں توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب و مکر القدم تیرے غیب میں ہے وہ مجھے نہیں معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات میں کنہ قدیم اولہ وجود ازلی قدیم ہے مجھے نہیں معلوم ہو سکتا قال المترجم اس میں اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال میں ذات وصفات باری تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہیں وہ حق ہیں بدون اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر میں بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کنہ و ماہیت سب سے خوب واقف و دانا ہے کیونکہ تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور میں تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہے ہاں معرفت توحید سے آگاہ ہوں۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح مثنوی رومی از بحر العلوم میں مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق ہے اور ظاہرا باقی باتیں کرنے والوں کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق معرفت وانکشاف حاصل ہوتے ہیں اور کنہ صفات نہیں ممکن ہے بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو جا بجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنیدؒ نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ میں کہا کہ جس حال پر میں ہوں اور جو کچھ معرفت مجھ میں ہے سب تو جانتا ہے اور جو علوم وعنایت تیری مجھ پر ہے اس میں سے میں اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ میں ہے اور میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو تو نے میرے نفس میں ودیعت رکھا کہ اس سے میں بھی نہیں واقف ہوں وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب میں ہے وہ میں نہیں جانتا ہوں۔ قال المترجم اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر۔ تو میری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور میں تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت ہے تیرے واسطے اسکو میں کچھ نہیں جانتا ہوں قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی میں نے اُن سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تمہارا پیدا کرنیوالا ہے اسکو فرد واحد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمیں اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہیں ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت ہی نہیں ہے قولہ وکنت علیہم شہیدا۔ یعنی دنیا میں ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتلائے تھے کہ فلاں منافق ہے اور فلاں الیساد ایسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم۔ یعنی وحی و رسالت جبتک اُن کو پہونچا تھا تب تک اُن کی طرف میری توجہ تھی کہ اُن سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے اکو ان یعنی حوادث کو فنا کر دیا اس طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ میں مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو اکوان و حوادث کی خبریں مجھ سے بند و غائب ہو گئیں چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا ہے اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور جو تیرے انوار مشاہدہ میں از خود رفتہ ہو جائے جیسے میں بندہ ہوں کہ تو نے مجھکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہاں سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہوں جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہیں ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام عرض کیا کہ اپنے و اپنی ماں کے معبود بنانے کو میں کہہ نہیں سکتا تھا کیونکہ تو نے تو عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر میں اپنی خودی سے فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہیں فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اُٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان رہا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابوبکر واسطی رح نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہے سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں ڈالدے تو اسکو وہی وہان ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدار حق اُسکا وطن ہے اور نجات وہاں کی ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اُس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کرنیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات یہی رہگئی کہ حق عز و جل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المترجم مرتبہ توحید و تفرید میں بقا فقط ذات حق حی القیوم کو باقی ہے اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقا اسکو بصفات حق عز و جل ہوتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق جاکر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی بالکیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے۔ وقد قال الشیخ قد تاہت العقول و درست الرسوم و بطل ما کانوا یعملون عقلین حیران ہو گئیں اور اسمیں سٹ گئیں اور جو کرتے تھے باطل ہو گیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہے تمام لبسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم میں بیان کیا ہے اور خود شیخ اکبر رح نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہے جو تھا یہ صرف فنا و بقا ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل و علا اور یہ صرف زبانی باتون اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ عقل یہان کام کرتی ہے جیسا کہ شیخ رح نے بیان کیا اور مولوی جامی رح نے شرح فصوص الحکم کی منہیہ میں تصریح کر دی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہان نہ پہونچیں اور اس فضل الٰہی سے ان کو حصہ نہ ملے تو زبانی باتون سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہون گے اور اُمید نہیں کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہون اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالیٰ پہونچا دے تو وہان سے البتہ کسی قدر تمیز ان کو حاصل ہوگا۔ شاہ ابو الحسن رح نے خوب کہا ہے ؎ ولایت او صلاحیت تو دور پہلے تو مومن تو ہوا ہے بے شعور اور اسرار عظیم اسرار و حقائق ہیں ہر ابجد خوان کو کب مذاق شعر و سخن سمجھایا جا سکتا ہے اور ہر گنوار کب شرح دقائق سے خبردار ہوگا فاستقم واللہ الموفق والمعین قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیہ کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہے اور اس سچے بھید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہیں ولیکن بیان میں استغفار ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو اُن کو بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بلکہ اہل التفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکون کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانون سب کا مذہب ہے اور تمام انبیا و تمام اُمتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہان مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کر دیا جو تمام خلائق کے دلون پر مخفی ہے سوائے ان بندون کے جو خالص البصر ہیں اور یہ محال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہے بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب و مفہوم اصل خطاب ہے گویا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض پس ان دونون صحابیون نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہوگا کہ ان لوگون کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سر سے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعود رض نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازہ بند ہون گے کہ اسمین کوئی نہ ہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمین احقاب یعنی بہت سے حقبہ پڑے رہیں گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے ان تعذبہم یعنی اُن کے کفر پر اگر تو اُن کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی بجا و درست ہے کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک ہیں و ان تغفر لہم۔

یعنی جیسے ارادہ ومنا ہین ہین تو تجھے کون مانع ہے۔ فانک انت العزیز۔ اپنی بادشاہت مین اکیلا خود مختار ہے اُن کے بخشنے مین تو نادان نہین ہے
الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے مین حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہین سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔
قال المترجم۔ جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کیے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر مین مع توضیح آویگا جس کا حوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا
مرجع مقام تخلیص و تلبیس ہے و بالجملہ یہ تو معلوم ہوا کہ اہل النار ہمیشہ آگ مین رہین گے اور خلاص نہین اور موت بھی نہین ہے اور دار آخرت سب باقی
و پایدار ہے وہان فنا نہین ہے اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کر دی ہے کہ تبدیل جلود اور جلکر نئے سرے دوزخ مین اُن کے جسم تیار ہو جانے مین بھی ایک التفات
رحمت ہے۔ فافہم۔ اور نیز ان تعذبہم یعنی دعویٰ معرفت سے عذاب دے باین طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا مین ڈالے تو بندے ہین اور اگر اُن کی
مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس مین ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کرین اور حجاب حظوظ مین پڑے رہین۔ و راقم رح نے کہا کہ
اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اقرار کرتے ہین کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہے
بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُمت کیواسطے انبساط و سوال مین نہین کیا اور حق تعالیٰ سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
برابر شفاعت فرماوینگے اور اُمتی اُمتی کہے جاوینگے یہان تک کہ تمام اُمت کے حق مین قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس سے آنحضرت صلعم
مخصوص ہین اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کرین گے کہ آپ برابر انبساط کیے جاوینگے اور حق جل و علا فرماویگا کہ ہان تو کہہ تیری بات
سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچون کو اُن کا سچ اُن کو ہین باغ جنکے نیچے بہتی نہرین

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

رہا کرین اُن مین ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ کی سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُن کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ع ۱۶ / ۵ / ۱۶

قال اللہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ف بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول اظہر ہے ھذا
یوم ینفع الصدقین صدقہم یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچون کو اُن کا سچ ف یعنی یہ روز قیامت دن اُسکا ہے کہ نفع دلوے
ان لوگون کو جو دنیا مین سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلیے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین
یعنی موحدین اور مصداق اس کے انبیاء و مومنین ہین کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت مین کچھ نافع نہین بلکہ اُن کو دنیا مین اسکا بدلا مل جاتا
ہے اگر مشیت الٰہی مین مقدر ہو۔ پھر اللہ عز و جل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ۔ لھم جنت تجری من تحتہا
الانہار خلدین فیہا ابدا۔ ان کو ہین باغ جن کے نیچے بہتی نہرین رہا کرین اُسمین ہمیشہ ف یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو
جزا ہے۔ اور یہ کیون بس فرمایا بقولہ رضی اللہ عنہم۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف یعنی اُن کے مطیع ہونے سے او تعالیٰ
ان سے راضی ہوا اور صحاح مین احادیث مین مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد او تعالیٰ فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہے کہ مین تم سے راضی ہوا
اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ ورضوا عنہ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی او تعالیٰ کے ثواب و انعام سے مومنین سب کے سب

خوشدل راضی ہوں گے اور یہ بھی احادیث صحاح میں مصرح ہو ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ یہی ہو بڑی مراد ملنی ف یعنی یہ فوز عظیم ہے اور نزدیک ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسر رح نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز سچ بولنا نفع نکریگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھوں دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہیں اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہو آسمان و زمین کی ف مثل بارش اور اگنی و رزق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں وَمَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ف خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور ما موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور من نہیں فرمایا اسمیں غیر عاقل کی تغلیب ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور وہ ہر شی پر قادر ہے ف اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہو کہ صادق و موحد کو ثواب دینا اور کاذب کافر کو عذاب کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ کل شئی تو ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ فرمایا اے شئی اکبر شہادۃ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے بڑی ہو قل اللہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شئی کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسر رح نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ میں سے ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہیں ہو اور حق یہ ہو کہ ذات باری تعالیٰ میں ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شئے کا لفظ اطلاق کرنا اور نکرنا صرف لفظی مفہوم ہو اور معنی میں ذات پاک حضرت حق تعالیٰ وہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہو پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی یہاں کچھ بھی مجال نہیں ہو اور رہا یہ امر کہ ذات او تعالیٰ اس کی قدرت کے تحت میں داخل ہو یا نہیں تو کسی مجنون کے خیال میں بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت کے تحت میں ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہو علاوہ بر این یہ ایک نقص ہو جو جناب باری تعالیٰ کی شان میں قطعاً محال ہو بالجملہ ایسی لاطائل بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ میں تحقیق حق فرمائی اور نصاری کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کردی کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عیسیٰ اُن کی ماں کو دو خدا اکھو ئے منھ سے کہا وہ محض غلط ہو تمام ملک آسمان و زمین و جو ان میں ہو وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہیں ہے اور ہر شئی کہ جو اس کے مقدور میں ہے اور اسکی مملوک ہو وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مملوک ہو کہ وہ تعالیٰ جل جلالہ جس طرح اسمیں چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت میں کسی کو دخل نہیں ہو نہ اُس کا کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو۔ پاک ہو وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہو ف قال فی العرائس۔ قال اللہ ہذا الیوم ینفع الصادقین۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم میں حدوث کو فانی دیکھا کیونکہ انھوں نے حق تعالیٰ کو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اس کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہیں اور یہی ان کی معرفت کمال ہو اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے ذکر فرمایا ہے پس یہی عاجزی اُن کو اسوقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فنا میں ان کی دستگیری ہوگی اور او تعالیٰ صفت بقا سے اُن کو ملبوس فرماویگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عزوجل کے ساتھ باقی رہیں گے جنید رح نے اس آیت میں کہا کہ جو بندہ احکام قضا و قدر کے تحت میں یقین کیساتھ اپنے آپکو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس و محتاجی کا یقین رکھتا ہو اسکے صدق کے مقابلہ میں اسکا جہل و تقصیر عبادت فرد ہوگا اور اسکو صدق کا ثواب وہ ملیگا جو فرمایا بقولہ لهم جنات۔ اے ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتیں جس کے زیر سایہ صفات کی نہریں روان ہیں اور یہ اس طرح ملیں گی کہ ہر لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی۔ قولہ خالدین فیہا۔ اس سے متصف باقی رہیں گے۔ ابداً۔ اسے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم۔ یعنی قدم میں فانی ہو جانے کے بعد اور اک و وصول قدم میں متحیر پاکر یہ رضا اُن پر طاری ہوئی۔ ورضوا عنہ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہیں ہو اور یہ رضا ہے کشف قدم کے

ابواب اُن پر [illegible] ہون گے اور جس حال مین ہین باقی رکھے جائین گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے پریشان ہو تو حیرت سے سب کے سب مر جاتے سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطا ر مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ مین مشاہدہ توحید مین پہونچا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہین ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت مین فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ و للہ ملک السموات والارض - اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد خالق ہے پس وہی معبود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اُس کی قدرت کے تحت مین مطیع ہے -

سورۃ الانعام مکیۃ الا وما قدروا اللہ الا بت الثلث و الا قل تعالوا الا یٰت الثلث مائۃ و خمس و ستون آیۃ

سورۃ انعام مکہ مین ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتون تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتون تک اور اس سورۃ کی سب تین ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہین اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) ہین قال ابن کثیر عوفی و عکرمہ و عطاء نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ مین نازل ہوئی - یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ مین رات مین پوری ایکبارگی نازل ہوئی اس کے گرد ستر ہزار فرشتہ تسبیح کرتے تھے - رواہ الطبرانی و ابن مسعودؓ سے بھی یہی تعداد فرشتون کی ہونا مروی ہے - جابرؓ نے کہا کہ جسوقت سورۃ انعام اُتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورت کی مشایعت مین اس کثرت سے فرشتے ہین کہ افق کو ڈھانپ لیا ہو - رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہے - انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اُس کے ساتھ ایک موکب ملائکہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زمین ہل گیا تھا اور زمین گونج رہی تھی - رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم - رواہ ابن مردویہ اور ابو الشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمرؓ سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے فضائل مین ایک جماعت سے روایات ہین قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور ان کو قائل کرنے مین اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے مین اور جو بعث و حشر سے منکر ہین ان کو حجت سے قائل کرنے مین یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۵ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۵ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۵ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ

سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اجالا پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین وہی ہے جس نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہے اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین مین جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو -

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے ف۔ بعض نے الف لام جنس کا تجویز کیا اور بعض نے الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و رسل یا وہ حمد جو اللہ عزوجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قدمر فی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا۔ اور اسمیں دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالےٰ کیواسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام میں متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اس کو ادراک کرتا ہے بتوفیق اللہ سبحانہ۔ مفسر رح نے کہا کہ حمد وہ وصف جمیل ہے یعنی بھلائی کیساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استہزا انکا لینے کیواسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و منجر ہو تعظیم منعم کا بجہت منعم ہونیکے۔ پھر مفسر رح نے کہا کہ اس جملہ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاویں کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہیں یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونوں امر مقصود ہیں اور کمالین میں کہا کہ بصورت ثنا ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہوگا یعنی در اصل حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثنا مقصود ہے تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی میں ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود میں مستعمل ہیں چنانچہ مثلاً خرید و فروخت میں میں نے خریدا یا میں نے بیچا در اصل اخبار ہیں مگر خارج ہو کر انشا میں مستعمل ہیں اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور در صورتیکہ دونوں امر مقصود ہیں تو اس کی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور اس کے مضمون سے ثنا بھی مقصود ہے پھر مفسر رح نے کہا کہ ان احتمالات میں سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیساکہ شیخ جلال الدین محلی رح نے سورۂ کہف کی تفسیر میں کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثنا دونوں مقصود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ لفظ تو خبر ہے اور معنی اسکے امر ہیں کہ حمد کرو۔ ونقلہ مؤلف فتح البیان ثم قال فیہ نظر والاولی ما قالہ صاحب الکمالین فتامل۔ پھر اوتعالیٰ نے اپنا وصف فرمایا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا۔ ف۔ یعنی سب چیز کو پیدا کیا جو دونوں جہان میں موجود ہے لیکن چونکہ وہم و نظر کے بندے بہت ہیں لہٰذا اُن کی نظر کے موافق خاصکر آسمان و زمین کو ذکر کیا کہ یہی دونوں سب سے بڑی مخلوق نظر میں سماتی ہیں اور اس سے اہل نظر استدلال کریں کہ جہاں بڑی بڑی چیزوں کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور جس نے پیدا کیا اُسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی بے انصافی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کریں اور اپنے آپکو مخلوق کا بندہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اُسی کی بندگی کریں اور جس نے پیدا کیا اُسی کے بندہ ہوں۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کر دیا اندھیریوں اور نور کو۔ ف۔ یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اسوجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہیں اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہیں حتی کہ کفر و شرک کا اندھیرا ہے اور نور قسم واحد ہے حتی کہ نور ایمان بھی اسمیں داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل میں سے ہے اور اسمیں بہت سے فرقوں کا رد ہے۔ اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہیں ہو سکتا اور یہ صریح کفر ہے۔ دوم زندیق لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بدصورت چیزوں کو نہیں پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزوں کو پیدا کیا ہے اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادوں کے خیال پر گئے کہ بُری باتوں کو بندہ پیدا کرتا ہے حالانکہ بندہ مخلوق ہے وہ اپنی حرکتوں سے اُن کو حاصل کرتا ہے۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں پیدا کی ہوئی حضرت خالق عزوجل کی ہیں۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جائے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا اور مخلوق کو اسکا شریک بناوے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہیں اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔ یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود جو مخلوق کافر ہو گئے ہیں وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت میں اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہیں۔ پھر مخاطب کر کے

اُن کو سمجھایا اور پھر کا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک و کفر سے بچو اور اپنی فکر کرو کس خواب خرگوش میں ہو یہ سب فانی ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے
یہان خوار ہو گے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ وہی خالق معبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا ف یعنی
تمہارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں باپ کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا
پھر تمہارے لئے ایک مدت مقرر کر دی ف کہ اس کے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرا تو اُسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق
اُس نے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک بداعمالیوں و نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب سمیٹا کہ آخر وہاں جاکر
خوار ہوگا اور یہ جو ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور
اور بدون غور کے اسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرا تو اُسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب در پیش ہو جاتا ہے اور اُسی کے آثار ظاہر
ہو جاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجموع مدت
اور مجازاً جو چیز کہ اسمین واقع ہو جیسے موت اور مراد یہان اول معنی ہیں یا دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر رح کے وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ اور مدت باندھی
ہوئی اُسی کے نزدیک ہے ف کہ اُس نے تمہارے محشور ہونے کی ایک مدت باندھی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے
ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ پھر تم لوگ اے منکرو شک کرتے ہو ف کہ ہم قیامت میں کہاں سے اُٹھائے جاوینگے ہم تو خاک ہو گئے حالانکہ آنکھوں کی
نظر پر اسکا دارومدار رکھتے ہو تم کو چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تم کو پہلے پہل پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اُٹھانے پر قادر
ہے پھر تمہارے ذرہ ذرہ اور ریزہ کہیں جاویں اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی
چھوڑو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک نہ کرو۔ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں
ف کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش
آیا کہ فی السموات جار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ
حصول او تعالیٰ آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی زمانہ و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر رح نے کہا کہ قولہ وہو اللہ
اے وہو المستحق للعبادۃ ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا۔ باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کیواسطے ہر حال میں ہے
کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف باللام ہے جس سے
انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک تھا کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے
غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی
عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہونگے مگر آنکہ توبہ کر لیں اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنی یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر رح
نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اسپر قولہ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ
جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا ف یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں
تمہارے سر و جہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ
افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ ہی مسمی با فعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس

قولہ تعالیٰ ویعلم ما تکسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد سر و جہر سے احوال نفس ہیں اور کسب سے اعمال جوارح پس عطف الشی علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ ویعلم ما تکسبون اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو ف بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اُس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اسمیں دلیل ہے کہ بندہ کا کسب ہے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں اُن کو کسب کرتا ہے اور یہی اُسکا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہے اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض لہ تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کیواسطے طریقہ بتلا دیا کہ اس طرح اُس کے جلال و جمال پاک کی ثنا و صفت بیان کیا کریں اور اودتعالیٰ نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کیواسطے حمد واجب فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر اُس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اُسنے اپنی حمد فرمائی وہی درحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد مرفوع فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہے اُس کو جبتک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اُس کی ذات وصفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علی نفسک اور نیز اودتعالیٰ نے الحمد للہ۔ فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع حمد ہے اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہے اور حادث کو اسمیں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اسواسطے کہ اُس کی حمد ازلی ہے اور ازلی اُسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی قدیم ہو بعض نے کہا کہ اودتعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اُس کی حمد ادا کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد۔ اودتعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اُس نے اپنے آپکو بہ تمام الصفۃ محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہوکر حمد کریں تو اُس کی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اُسکا ثواب جمیل راجع ہوئے۔ قولہ خلق السموات والارض۔ یعنی یہ حمد درحقیقت اُس پاک پروردگار کیواسطے ہے جس کی یہ صنع و قدرت ہے اور جبتک تم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اُس کی صنعت و افعال سے اُس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اُس کی حمد و ثنا پر قدرت نہ پاؤگے قولہ وجعل الظلمت والنور۔ یعنی جس نے آسمان و زمین جو نظر آتے ہیں وہ پیدا کیے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہے اُس نے روح میں نور عقل دیا تاکہ اُس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیچ ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فاحفظہ اور قالب میں نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف اودتعالیٰ نے ارواح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اُس نور سے اُنکو حصہ ملا اُسنے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی رح سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں منحصر ہے لیکن بشری معرفت کہاں تک ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا گم ہونا اُسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض صوفی لاتے ہیں کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت واسطی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف اس کے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصری رح کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ رح سے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان وسوسہ دلاویگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

یہان تک کہ آخر اللہ تعالی کی ذات پاک مین وسوسہ لادیگا پس لا حول پڑھکر اُس کو دفع کرنا چاہیے اور نیز حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالی کی نعمتون مین فکر کرو اور اُس کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور تمام سلف وخلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و صفات مین غور وفکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہو کہ کبھی اس امر مین غور وفکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوصًا انسان مین جو اعضاء وغیرہ موجود ہین اُن کے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عز وجل کا شکریہ ادا کرین نہ اس کی صنعت فعل اسقدر پاک ومنزہ ہے تاکہ فعل سے جانب صفت مرجع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہو الذی خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہو اور اللہ تعالی نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا۔ بقولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہو کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ ودلیعت رکھا ہے اور زمین فطری لطائف رکھتے ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس مین تعیین نہین ہے پس بھید یہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم وجہرکم یعنی جو اشتیاق تمھارے صمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہو اور جو خلوص اس راہ مین تمھارے باطن مین مضمر ہے وہ اللہ تعالی کو معلوم ہے اور تمھاری روحین جن حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین او جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمھارے چہرون پر جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہے قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی مین اللہ تعالی کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل وبہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا مولوی روم نے کہا ؎

این تضرع را بحق قدر ہاست ؛ وان بہا کا نجاست زاری راکجاست ؛ کے برابر می نہد شاہ مجید ؛ اشک را در وزن با خون شہید ؛

قال الشیخ او نیز اشارہ ہو کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہو اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم الٰہی مین ہو۔ اسمین لطیف اشارہ ہو کہ فرمایا وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم۔ آسمانون مین تمکو مشاہدہ جبروت ہو اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہو بعض نے کہا کہ دلی جوش وزبانی دعائین سب جانتا ہے ؛

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا

اور نہین پہونچتی اُن کو کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین وُس سے تغافل سو جو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا

حق بات کو جب اُن تک پہونچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہین

كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کین ہم نے پہلے اُن سے سنگتین اُن کو جمایا تھا ہم نے ملک مین جتنا تم کو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے

السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم

آسمان برساتا اور بناوین نہرین بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

اُن کے گناہون پر اور کھڑی کی اُن کے پیچھے اور سنگت

وَمَا تَأْتِيهِمْ اور نہین آتی اُن کو ف یعنی اہل مکہ پاس مِّنْ آيَةٍ کوئی آیت ف مِن ائدہ لغرض استغراق و شمول نفی۔ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ اُن کے پروردگار کی آیتون سے ف یعنی قرآن سے إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ۔ مگر آنکہ اس آیت سے منہ موڑتے ہین ف مراد آیت سے بنا بر قول مفسر رح کے آیات قرآن ہین پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہوسکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہون از انجملہ معجزات و عجیب مخلوقات ہین پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہون والاول ارجح اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور و نظر نہین کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و معرفت حاصل کرین اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت تر جرم تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب اُن تک پہونچی۔ ف یعنی قرآن جب آیا تو اُس کو جھٹلانے لگے۔ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اب آگے آویگی اُن پر حقیقت اس بات کی جسپر ہنستے تھے ف انبا جمع بناء ہ خبر جس کی وقعت عظیم ہو۔ اور یہان جیسے بولتے ہین کہ عنقریب تم خبردار ہوگے یعنی کوئی بڑا حادثہ تم پر پیش ہوگا۔ لہذا مفسر رح نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شے کا۔ اور چونکہ کافرون کا کام بد تھا لہذا عذاب برا بدلا ہوگا۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر رہے مانند ابوجہل وغیرہ کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزاء و ٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد مین خوار ہونے کا ہے اور بعض نے کہا کہ قحط ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھون مین اندھیرا آتا تھا۔ أَلَمْ يَرَوْا کیا نہین دیکھتے ف یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر مین جاتے ہین کیا آنکھون نہین دیکھتے کہ كَمْ أَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کر دیئے ہم نے ف کم خبریہ بمعنی کثیر ہے۔ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ اُن سے پہلی سنگتین ف قرن یہ کم خبریہ کی تمیز ہے مانند قولہ وکم من ملک فی السموات۔ حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلھم اہلکنا۔ اور قرن کے معنی قاموس مین ہین کہ دس(۱۰) یا تیس(۳۰) یا چالیس(۴۰) یا پچاس(۵۰) یا ساٹھ(۶۰) یا ستر(۷۰) یا اسی(۸۰) یا سو(۱۰۰) یا ایک سو بیس(۱۲۰) سال کی مدت اور سو برس کے معنی صحیح ہین کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی اُمت جو ہلاک ہوئی اسطرح کہ اسمین سے کوئی نہین بچا مفسر رح نے یہی اخیر معنی لیے ہین اور یہی مناسب ہین اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیون کا ہے جیسے قوم لوط کو ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو مٹا یا۔ حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہین پکڑتے کہ ہلاک کر دین ہم نے پہلے اُن سے بہت سی اُمتین جن کا حال تھا کہ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ اُن کو جمایا تھا زمین مین ف یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین مین توانائی و مالداری کے ساتھ۔ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ اسقدر کہ جو تم کو نہین دیا ف لکم کی ضمیر مخاطب مین اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کر کے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلون کو ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالداری مین زیادہ تھے۔ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن لوگون پر آسمان یعنی مینھ پے درپے ف کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ اور پیدا کر دی تھین ہم نے نہرین کہ جو جاری تھین اُن کے نیچے ف یعنی اُن کی بستیون کے نیچے۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتین ہم نے اُن کو دی تھین۔ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہون پر ف یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف بلایا اور اُنھون نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو بسبب اُن کے گناہون کے ہلاک کر دیا۔ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ اور کھڑی کین اُن کے پیچھے اور سنگتین ف حاصل وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے مٹ گئے اور نیست ہو گئے کہ ان کی بستیان کھنڈل ویران پڑی ہین ان کو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤگے تو اسی طرح ہلاک ہوگے ف قال فی العرائس قولہ وما تاتیھم من آیۃ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ مین سے کافر رہے ازل ہی مین محروم از نور ایمان تھے و فی الحدیث روحین تاریکی مین اللہ تعالیٰ

نے پیدا کین پھر اُن پر نور پاشی کی جس کو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا یس جو کافر ہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہون یا زمینی ہون خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہون یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ سے ہون کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الٰہی سے چمکتے ہین لیکن جس نے حواس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اُس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھین بند ہین وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ مخلوقات مین اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات مین سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہین۔ بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین آیات سے مراد قرآن مجید و نور مبین ہے جسکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو متحیر و عاجز تھے۔ ولیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہے۔ ابوجہل وغیرہ جو کافر ہیں اُن کو اُس مین بھی شیطان نے دھوکے دیئے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور اگر اتارین ہم اُن پر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اُس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہین گے منکر

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا

یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہین کیون نہ اُترا اُس پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ

مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ

اُتارین تو فیصل ہو چکے کام پھر اُن کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ

رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تو وہ صورت مین ایک مرد کرتے اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین اور ہنسی کرتے رہے ہین رسولون سے تیرے پہلے

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا

پھر اُلٹ پڑے اُن ہی ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا۔

سراج مین ہے کہ نضر بن حارث و عبداللہ بن اُمیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہین لاوین گے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہون جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیوین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر اُتارین ہم تجھ پر لکھا ہوا ف۔ کتاب مصدر بمعنی مفعول ای مکتوب ہے۔ فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذ مین ف یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس مین بھی ورق ورق مین اُتارتے جیسے کہ ان لوگون نے معاندانہ سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہین اُتری فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ۔ پھر اُس کو اپنے ہاتھون سے چھو لیتے ف۔ یہ معائنہ سے بھی بڑھکر ہے حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُن کی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھون سے بھی چھو لیتے۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ البتہ کہین یہ منکر ف یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ نہین ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف۔ یہ کافرون کی حق بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہے اور یہ البیان

جیسے فرمایا۔ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھولدیتے اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھین نظر بند بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور کہتے ہین محمدؐ پر کیون نہین اُتارا گیا فرشتہ جو اُسکی تصدیق کرتا۔ ف یعنی اُس کے ساتھ ہین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانیوالا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا الآیۃ۔ یہان کافرون کی سخت جہالت بھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کردیا۔ اول آنکہ بر ملا فرشتہ کا یون نزول قدرت الٰہی ہین کوئی چیز نہین لیکن فرمایا وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے تو لَّقُضِيَ الْاَمْرُ پورا کردیا جاتا حکم ف اُن کے ہلاک ہوجانے کا ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر نہین مہلت دیے جاتے ف کسی توبہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہوچکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کیے جانے پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یونہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہین ہوسکتی وقد قال تعالیٰ۔ ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا منظرین نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا بالحق اور ایسے وقت توقع ہین کفار مہلت نہ دیے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکۃ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین الآیۃ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف یعنی اگر وہ شخص جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کرتے جیسے کہ فرشتے کو مانگتے ہین لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگون کو اُس کے دیکھنے کی تاب ہوتی اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین ف یعنی اگر ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے اُنپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر باین طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تو تمہارے مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ ولو انزلنا ملکا لقضی الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون سے مشاہدہ کرلیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ یعنی انکے قوائے بشری اسکو مشاہدہ کرکے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانین نکل جاتین کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت وکمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا اور قولہ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کرسکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اُس کے نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی صورت پر اُن کے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور مرجاتے پھر بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ حاصل یہ کہ غیر جنس سے اُمور شریعت کی حکمت پوری نہین ہے کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا مرتے دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو اور یہ بدون اُس کے معلوم نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتین دین ہین اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون اس کے رسول کے معلوم نہین ہوسکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ہین ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح

پس افعال قلب مین اعتقادات وغیرہ ہین اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہین جانتا کہ اللہ تعالی کی صفات کیا ہین اور اس کی شان مین کیا
اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق ورازق ہے اُسی پر توکل ہے اور بغیر اُس کی تاثیر
قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہین ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہوا اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت و ارادہ وقصد
پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت و ارادہ وقصد پر عذاب و ملامت پاویگا۔ اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالی ہین کہ بندہ
بغیر رسول کے بتلائے نہین جان سکتا کہ اللہ تعالی کی جناب مین کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہین کہ مثلاً غرور وتکبر وگھمنڈ حرام ہے اور
اللہ تعالی پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت مین محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار مین کوشش
کرتا ہون اور تیری قوت وقدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو بھلدار کر دے اور مسلمانون کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے
اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہین ہے اُنکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھوٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض وحسد وعداوت
وغیرہ بد باتین جو ہین کبھی نہ رکھے۔ کافرون کو اللہ تعالی کا بندہ اور قہر مین پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالی ان لوگون کو ہدایت دیکر
اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث وقرآن مین ہزارون باتون کا ہے۔ اور دوسری قسم
جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤن وغیرہ کے کام ہین ان سب مین دل کی نیت شرط ہے۔ پھر ان کامون کی دو قسمین ہین۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالی کیواسطے
ہین جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہین ہوسکتے کہ کیونکر ادا کرین چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہے حالانکہ عید کے ایکدن پہلے فرض تھا
اور دوسری قسم جو خالص نہین لیکن اُن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچون کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہین ایک وہ کہ دوسرے
سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونون کا اسمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہین کہ اپنی ذات کی اصلاح
کرنا اور دوم اپنے گھر والون کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ وشہر والون وتمام جہان والون کی اصلاح کرنا پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب
مین سچائی شرط ہے پس نوکری مین برے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے
تجارت مین جس کی خرید وفروخت مین جو طریقہ شرع مین بیان ہوا ہے اُس کو برتے پس خرید وفروخت کے جملہ قانون جو شرع مین بیان ہین
اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب مین بھول ہو جائے تو
بڑھتی پھیر دے جو چیزین دنیا مین فساد ڈالتی ہین۔ تال طنبورہ ستار۔ باجہ وغیرہ نہ بیچے اور جن باتون مین مانند گیہون کو گیہون سے
بدلتے ہین بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی وکفالت ووکالت ومضاربت واجارہ وصناعت وسلم وشفعہ وغیرہ
جتنے معاملات ہین اُن کو پورے پورے شرعی قاعدون سے برتے تا کہ دنیا مین اصلاح رہے اور اپنے مولی کی لوگ عبادت کرین اور علی ہذا
کھیتی باڑی وبادشاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہین پھر جو افعال نیک ہین اس کے مقابلہ مین ہزارون
لاکھون افعال بد ہین چوری کرنا جھوٹ دغابازی زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ
کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندون کی بھلائی مین کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور
کبھی جھڑکی وملامت سے اور کبھی بضرورت سزا وچوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مین امن وامان ہے اگر ایسا امن وامان کہ سب بندے
اپنے معبود خالق کی بندگی کئے جاوین اور امن وعافیت سے زندگی بسر کرلین تا کہ جب مرین تو اللہ تعالی کی درگاہ مین یہان کی تکلیفات و
مشقتون کے بدلے جو اُن کی چند روزہ عمر مین اُن کو پہونچتی رہی ہے وہان ہمیشہ ابدالآباد راحت وآرام وعجیب نعمتون مین خوشحال رہین اب دانا

و عقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید شان کے لائق ہین
اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہین قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہین معلوم ہو سکتا ہے اور ان سب مین بڑا امر یہ کہ
بندہ اپنے خالق کی شان مین کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد مین اور نہ اپنے افعال مین اور ان مین بھی جو اعتقاد مین برخلاف اعتقاد رکھے
شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہے اُسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُسکا بندہ رہے اور اُسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول
بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی اُنھین کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی
زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کرکے مرے تو اس کی درگاہ مین جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے
پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے مین کتنی نامناسبت ہو اسی واسطے کہ مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس
سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مر جاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہین کرتے کہ یہ رسول ہم کو بُری راہ سے پھیرتا اور
بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہین ہے تو اسکی بات نہین سمجھین و غور کرین تم یہ تو کرتے
نہین بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہین ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈرکر مر جاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت
بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طینت و جبلت نرالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کرین
یہ فرشتہ نہین بلکہ آدمی ہی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم مین تمہاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کردی اور سب سے بڑا معجزہ
تو قرآن ہے کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام مین جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہین آتا پس تم اپنی جنس کے
رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھادیا بقولہ و لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا یعنی اگر زمین مین ملائکہ بستے
ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتون مین بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیون کی طرح برائی کے
افعال باوجود خواہش کے چھوڑکر بھلائی کے طریقہ پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت
پڑتی تو ان کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیون کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور واضح ہے کہ ان کافرون کو خبط
و خیال سوجھا اور اسکی دلیل بھی کہ ازل ہی مین گمراہی انکے حق مین مقدر ہو چکی و نیز جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید عبادت کیساتھ
تمیز و جدا نہ کرلے تب تک فرشتہ کو نہین دیکھ سکتا ہان بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد راٰہ نزلۃ اُخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی
تفسیر مین صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دیکھا اور دنیا مین بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علی نبینا و علیہم السلام
آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہؓ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی
حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہ السلام پر بصورت بے داڑھی مونچھ کے خوبصورت لڑکون کے آنا
اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید مین مذکور ہے جیسا کہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا۔ بالجملہ کفار کو جب ایسی شیطانی
باتین جن کا وقوع از راہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہو جائے
اور یہان کے رہنے والے وہان اور برعکس ہو جاوین تو یہ عارف و انکے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الٰہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اللہ تعالیٰ
جل جلالہ و عم نوالہ نے حلم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا و لیکن ان مین سے جن کی تقدیر مین کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے۔ مگر آنحضرت صلعم جو پاک
رسول و بندون کے اوپر مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتون سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

بندہ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی وتسکین فرمائی بقولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک حاصل آنکہ اے محمد مغمگین نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولون سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا ف۔ اور کافرون کو تنبیہ ہے کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلون نے کیا مگر اُنکا انجام یہ ہوا۔ فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستھزءون پس جنھون نے کافرون مین سے ٹھٹھول کیا تھا اُن کو اسی چیز نے گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف۔ اس چیز سے کیا مراد ہے بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہو تو گھیر لینے کے معنی کہ حق غالب بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہے بنظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا کہ رسول مراد ہین اور اسمین بھی تامل ہے اور راجح وہ ہے جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافرون کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہے اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہان کمال بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہے کہ ٹھٹھا کرنیوالے ڈرین کہ اُنکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی مین اکثر انہین کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہین فرمائی ولیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہے کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے اُن کو نکال دیا اور مسخرہ پن کرنیوالون کی تہدید کو اگلون کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوے اور باقی راہ پر آگئے بخلاف اگلی امتون کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللھم اھدنا اللھم ادرکنا بالرحمۃ اللھم نعوذ بک برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک اللھم اذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اللھم نسالک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یا حی قیوم وتصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار وشرک کرنے والون کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرون سے۔ سیروا فی الارض پھرو زمین مین یعنی زمین کے ملکون اور وہان کے باشندون کے وقائع گذشتہ مین فکر وغور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معلومات کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین مین پھرو فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے ثم انظروا پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ کیف کان عاقبۃ المکذبین کیونکر ہوا انجام کار اُن لوگون کا جنھون نے اللہ تعالیٰ کے رسولون کو جھٹلایا ف۔ پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس حرکت کفر وانکار سے باز آؤ تاکہ عذاب وبد انجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر رحمت ہے ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافرون کے بد انجام پر خوف کریگا کہ ان لوگون کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ اُنھون نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ وللبسنا علیھم ما یلبسون۔ کافرون نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ مین کہین نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات وصفات تھے بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ولیکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہین کیونکہ قہر الٰہی کے اندھیرے مین پڑے ٹاپ رہے ہین وقد قال تعالیٰ ینظرون الیک وھم لا یبصرون یعنی آنکھین پھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہین مگر کچھ دیکھتے نہین پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ مین اشارہ یہ ہے کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے اُن کی نظر ضعیف ہے اور اگر فرشتہ کو دیکھین تو آدمی ہی کی صورت مین دیکھ سکتے ہین جو مورث التباس ہے۔ اور اصلی بیان اس مقام پر یہ کہ قولہ للبسنا علیھم اے خلط کرین ہم اُن پر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہین تاکہ اپنی خدائع وفریب کی راہ نہ جانین جیسا کہ ان کی مراد ہے اور اُنکا مکر انھین کی گردن پر لوٹ پڑے اور ترددکی تاریکی مین پھرتے پھرین قولہ ولقد استھزئ برسل من قبلک۔ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اللہ تعالیٰ

نے جاہلون کے حال سے خبر دی کہ جب انھون نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور انمین آثار جلال آلہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم رح نے کہا کہ جب انھون نے رسولون کے حقوق کو نہ پہچانا اور اُن کی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے اُن کو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندے رہ گئے پھر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہے اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالے

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین مین کہہ اللہ کا ہے ۔ اُسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کریگا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ

دن قیامت تک اس مین شک نہین جنھون نے ہاری اپنی جان وہی نہین مانتے اور

لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اُسی کا ہے جو بستا ہے رات مین اور دن مین ۔ اور وہی ہے سب سنتا جانتا توکہہ کیا اور کوئی پکڑون اپنا مددگار

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

اللہ کے سوا ۔ جو بنانیوالا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہین کھلاتا مجھکو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

مانون اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا توکہہ مین ڈرتا ہون اگر حکم نہ مانون

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی ۔

قل کہدے اے محمد صلعم ۔ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف ۔ پس مشرکون کے جھوٹے معبود بھی مملوک آلہی ہوئے اور معنی یہ کہ آسمان و زمین مع تمام اشیا کے جو ان مین ہین یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالی کے کس کی ملک ہے قُلْ لِّلّٰهِ کہدے اللہ تعالی کے ہین ف ۔ یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دین تو خود تو یہ جواب دیدے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہین ہے ۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منہ کیا کھولین گے ۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت ۔ درصورت ہٹ دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے وقد ذکر تعالی ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو تو ضرور کہین گے کہ اللہ تعالی نے ۔ اور یہ مشرکون و کافرون پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہین کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاوین ۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو الہ نہ ہو وہ اسکا مستحق نہین ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالی وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیئے ۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود برحق عفو فرمانیوالا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے ف ۔ کتب بمعنی فرض نہین کیونکہ اللہ تعالی جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہین ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب بمعنی قضی ہے یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک مین ایک طرح کی مہربانی ٹپکتی ہے کہ ملاطفت سے مشرکون کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے مین چوک ہو گئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمادیگا اور یہ بھی اسکی رحمت ہو کہ رسول بھیجے و کتابیں نازل فرمائیں و راہ توحید پر دلائل صریح قائم کیے حالانکہ آفاق و انفس میں لاکھوں دلائل موجود ہیں جو
گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہو۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو مقدر کیا تو ایک
کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیگئی میرے غضب پر کما فی الصحیح البخاری و مسلم۔ اور سلمانؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کیے تو سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک حصہ دنیا میں لوگوں کو ملا کہ جس سے آپس میں ایک
دوسرے پر رحم کرتے ہیں (ماں باپ وغیرہ سب) اور ننانوے حصے قیامت کیواسطے ہیں پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنوں کیلیے یہ حصہ بھی ملاکر سو
پورے کرکے دیدیے جائینگے رواہ مسلم و احمد وغیرہما اور شرح ان حدیثوں کی بہت طول چاہتی ہو اور اولی یہ ہو کہ بندہ مومن ان باتوں کو
بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہو اسمیں عقل کو رسائی نہیں ورنہ علماء نے جاہلوں کے اوہام دور کرنے کو معقول تاویلیں بیان
فرمائی ہیں پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد جملہ ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے غرہ نہ ہوجاویں اور بات کو اپنے
موقع تک رکھیں اور حد سے تجاوز نہ کریں بقولہ تعالیٰ۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اللہ تعالیٰ ضرور تم کو یوم قیامت میں
جمع فرمادیگا جسمیں کچھ شبہہ نہیں ہو ف۔ یہ تاکید باستعمال قسم ہے اور وجہ قسم بھی تقویت ترہیب ہو اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے
یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کردیا کہ رحمت فرماوے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمھاری عمر و رزق کو بحال رکھا
اور تم کو مہلت دیدی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لیجمعنکم کو یعنی تقدیر رحمت و وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہو کہ تم کو قیامت کے روز
جمع کریگا جزا و سزا دے اور قبول سکے اس عذاب میں جو تمھارے گناہوں کے مقابلہ میں سزا ہے ماخوذ نہ فرماوے بنا بر قول زجاج رحم کے رحمت مکتوبہ
کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہو پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا ملیگی اور مہلت نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر قسم کے
قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اسقدر موکد فرمانا رد ہو مشرکین کا جو روز قیامت و بعث و حشر کے منکر تھے اسی واسطے لاریب فیہ سے تاکید کی۔ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنفُسَهُمْ جن لوگوں نے خوار و خراب کیا اپنی جانوں کو ف۔ باین طور کہ اسکو بعد اعتقاد و شرک عذاب کے روبرو کردیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
تو ایسے خبیث ایمان نہیں لاتے ہیں ف۔ اگرچہ یہ جانتے و مانتے ہیں کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہو جو چیز بستی ہو رات میں اور دن میں ف۔ یعنی ہر چیز اسی کی ہو وہی اسکا خالق و مالک ہو اور مدارک وغیرہ
میں ہو کہ قولہ ما سکن سے ما سکن و ما تحرک ایضاً یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہو حرکت و سکون باہم متضاد ہیں پس
سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کرکے دوسری ضد کو ذکر نہیں کیا اور رہا یہ کہ سکون کو اسواسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی
مشرکوں پر حجت ہو جو اس وہم میں پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر میں نہیں ہو اور اسی وہم پر بتوں کے انتظام پر بھروسہ کرتے اور ان کی عبادت
کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مصرح رد کردیا کہ رات و دن میں جو مخلوق بے طلب و تردد کے ساکن پڑی ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی
کی پرورش سے رزق پاتی ہے اور حضرت سدیؒ نے کہا ولہ ما سکن یعنی جو ثابت و مستقر ہوئی۔ یہی زمخشریؒ نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو
مرجح قرار دیا ابن جریرؒ نے کہا کہ جسپر آفتاب طلوع و غروب ہو وہ رات و دن کے ساکن میں سے ہو پس مراد اس سے تمام وہ چیزیں ہیں جو
طلوع و غروب آفتاب کے درمیان میں خواہ کہیں ہوں اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہر جاندار آسمان و زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و ملک ہیں۔ بالجملہ
اس میں اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہو اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک وہی ایک معبود اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکوں و کافروں
و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہو یا وہ قادر و مختار نہیں یا کوئی مخلوق

اسکے ساتھ شریک ہو سب غلط و کفر و جہالت ہو وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی وہی خوب سننے والا ہے جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک و کفر کی اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ کوئی کرے عبادت و بندگی یا کفر و شرک وغیرہ ف اور البتہ شرم چاہیے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب میں شرک و کفر لے یا کرے۔ اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا۔ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا کہدے ان جاہل مشرکوں سے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی چیز کو میں ولی بناؤں ف یعنی معبود بناؤں۔ اور یہ استفہام انکاری ہو اور معنی یہ کہ اور کسی کو معبود نہ بناؤنگا فقط اللہ تعالیٰ ہی کو معبود بناؤنگا جسکی یہ شان ہے فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمانوں و زمین کو۔ دونوں کو ابداع کرنے والا ہے ف یعنی دونوں کو اس نے بدون مثال سابق کے ایجاد کر دیا۔ وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ رزق دیتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور رزق دیا نہیں جاتا ف یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ کہدے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں ہی پہلا وہ شخص ہوں جو اسلام لایا ف یعنی اللہ تعالیٰ کیواسطے مطیع و منقاد ہوا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت میں سب سے اول میں ہی مسلمان ہوں۔ وَلَا تَكُونَنَّ ۔ اے وقیل لی ۔ لا تکونن مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور مجھے کہا گیا کہ تو ہرگز مت ہونا ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنیوالے ہیں ف یہ عطف ہو امرت پر بتقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل پر عطف ہو یعنی ایسا ایسا کہدے اور مشرکین میں سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر نہی کا عطف روا رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلعم اگرچہ مشرک ہو نہیں سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفید ہوں قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي یعنی عصیان بایں طور کہ غیر کی عبادت کروں۔ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ہو یوم القیامۃ۔ یعنی یوم سے مراد روز قیامت ہو معنی یہ کہ تو کہدے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کر کے غیر کی عبادت کروں تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے۔ بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہاں علم ہے یعنی میں جانتا ہوں کہ اگر پروردگار کی اسطرح نافرمانی کروں کہ غیر کی عبادت کروں تو عذاب روز قیامت میں گرفتار ہونگا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امراد اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہو پس معنی یہ کہ میں جانتا ہوں لہذا خوف کرتا ہوں کہ نافرمانی کروں تو عذاب ہوگا اور علم مورث خوف ہو چنانچہ فرمایا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالے اسکے بندوں میں سے وہی ہیں جو علم والے ہیں اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردد نہیں بلکہ غیر کی عبادت میں قطعی عذاب جانتا ہوں۔ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ اکثر قراء کی قراۃ میں یصرف بصیغہ مجہول ہو یعنی جو شخص ایسا ہو کہ پھیر گیا اس عذاب سے اس روز قیامت میں یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے موڑ دیا گیا۔ فَقَدْ رَحِمَهُ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسپر رحم کیا ف یعنی اس کے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا۔ اور حمزہ و کسائی و ابوبکر نے یَصرِف بصیغہ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھیرا اس سے اللہ تعالیٰ نے اس روز عذاب کو تو اسپر رحم کیا۔ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۔ اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی فلاح ہے ف فی العرائس قولہ۔ قل انی امرت ان اکون اول من اسلم۔ اشارہ ہو کہ فطرت ذاتی میں سب سے اول میں تھا پس اسوقت جبکہ وجود میں کوئی نہ تھا مجھکو حکم ہوا کہ عبودیت میں سب سے اول ہوں۔ بعض نے کہا کہ ظہور حق میں اول منقاد ہوں۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ مبادی قدرت میں پہلا خضوع رکھنے والا میں ہوں۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قضا و قدر کا اول تسلیم کرنے والا میں ہوں۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ

اور اگر پہونچاوے اللہ تجھکو کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اٹھاوے سوائے اسکے اور اگر تجھکو پہونچا دے بھلائی تو وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ط وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے | اور اُسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندون پر | اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاُوحِيَ اِلَيَّ هٰذَا

تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی | کہ اللہ گواہ | میرے اور تمہارے بیچ | اور اُترا ہے مجکو یہ

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ط اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ط

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کرون اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہین

قُلْ لَّا اَشْهَدُ ج قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

تو کہہ مین نہ گواہی دونگا | تو کہہ وہی ہے معبود ایک اور مین | قبول نہین رکھتا | جو تم شریک کرتے ہو

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے | کتاب اُس کو پہچانتے ہین | جیسے اپنے بیٹون کو | جنھون نے ہاری اپنی جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ط اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

وہی نہین مانتے | اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جو جھٹلاوے اُسکی آیتین مقرر بھلا نہین پاتے گنہگار

وان یمسسک اللہ بضر - اور اگر اللہ تعالی تجھے ضرر پہونچاوے ف یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر یعنی بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالی کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے - فلا کاشف لہ تو کوئی اس بلا کا اٹھانے والا نہین - الا ھو - مگر وہی پاک پروردگار تعالی - وان یمسسک بخیر اور اگر اللہ تعالی تجھے خیر پہونچاوے ف مانند صحت و تونگری وغیرہ کے - تو وہ قدیر ہے - فہو علی کل شیء قدیر - وہ تو ہر چیز پر قادر ہے ف یعنی کوئی قدرت نہین رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو روک سکے - حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے - اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اے پروردگار کوئی روکنے والا نہین جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہین جو تو نے روکا اور نہین نافع ہے صاحب دولت کو ثروت تیری قضا و قدر سے - عن ابن عباس - مین آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے مین تجکو کلمات سکھلاتا ہون محفوظ رکھ اللہ تعالی تجھے محفوظ رکھے - یاد رکھ اللہ تعالی کو اپنے مواجہہ مین پاویگا جب کچھ مانگ تو اللہ تعالی ہی سے مانگ - جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ - اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہین پہونچا سکتا مگر وہی جو اللہ تعالی نے تیرے حق مین لکھدیا ہے اور اگر سب امت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہین پہونچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالی نے تیرے اوپر لکھدیا ہے قلم اٹھا لئے گئے اور نامہائے تقدیر خشک ہو چکے رواہ الترمذی اور رزین نے ایک کلمہ اور زیادہ کیا کہ آسانی مین تو اللہ تعالی کو یاد رکھ وہ تعالی تجکو تکلیف و سختی مین محفوظ فرماویگا رواہ قدر رواہ احمد -

وھو القاھر فوق عبادہ - وہی قاہر ہے بندون کے اوپر ف فوقیت یہان مرتبہ کی فوقیت ہے اور قاہر بمعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نکر سکے یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز مین عاجز نہو - قاہر مین ایک معنی زائد ہین بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے منع کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہے - حاصل آنکہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ مین مسخر و مغلوب ہے اور وہی ان پر قاہر مستعلی ہے اور ابن جریر نے کہا کہ قاہر بمعنی مستعلی ہے یعنی بندون سے عبودیت لینے والا اور یہ تعالی بھی علوہ اپنا کیونکہ جبر اسکی تقدیر و مشیت مین جاری ہوا ہر بندہ اسپر جاری ہے

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہین کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ۔ وہی حکیم خبیر ہے ف یعنی مخلوق
مین جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک
کو اس کے لائق دیا ہے شیخ سیوطی رح نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابون والے
انکار کرتے ہین تب یہ نازل ہوا قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً یعنی ان مشرکون سے کہدے کہ گواہی مین کون چیز سب سے بڑی ہے۔
قُلِ اللَّهُ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے ف یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہین صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہون تو تو ہی کہدے اور معنی
یہ اللہ اکبر شہادۃ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے از راہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ شَهِيدٌ بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ وہ میرے و تمھارے درمیان شاہد ہے ف پس مبتدا محذوف ہے کلام یہان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر ای شئی کے
جواب مین جب اللہ کہا تو دلالت ہے کہ شئی کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہہ کی گئی کہ شئی کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہے اور اس سے
متکلمین علماء رح استدلال لاتے ہین بعض نے کہا کہ جواب یون ہے کہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان شاہد
ہے اس سے ثبوت نہین ہوتا کہ شئی کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہوسکتا ہے یعنی تم نے شہادت مین کون چیز سب سے
بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہے بلکہ تمھارے و میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار
کرتا ہے اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل پر شئی کا اطلاق کیا جاوے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہین آتا کہ قولہ واللہ علی کل شئی قدیر مین سے ذات
باری تعالیٰ کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شئی کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے۔ اور جو مترجم نے اختیار
کیا اُسپر لازم نہین ہے کیونکہ شئی مین ذات باری تعالیٰ عزوجل داخل ہی نہین ہے اور رہا یہ کہ لفظ شئی و موجود و ممکن الفاظ مترادفہ ہین تو یہ تعبیرات
ہین کہ ذات باری تعالیٰ عزوجل کے بیان مین ان الفاظ سے چارہ نہین جیسے ما و من موصولات مین سے ذات باری تعالیٰ کو من سے تعبیر کرتے
ہین جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب مین قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہے اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا
حالانکہ او تعالیٰ عزوجل عقلون کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول مین سے نہین کہہ سکتے ہین ایسا ہی یہان
ہے فلیتامل پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے و مشرکون کے درمیان شاہد ٹھہرایا۔ تو او تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت
صلعم کے ہاتھون پر معجزات ظاہر کردیے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعوی پر گواہی لائے اور بالاجماع
خالق اشیاء او تعالیٰ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہے
بلکہ بفعل اقوی ہے کیونکہ قول کے الفاظ مین احتمالات پیدا ہوتے ہین بخلاف فعل کے اور ہوسکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید
معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان مین میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے۔ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ
لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈرسناؤن اور جسکو یہ قرآن پہونچے ف یہ خطاب اہل مکہ
کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے مین ڈرسناؤن تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو
یا جن ہو۔ اسمین صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہین ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ لانذرکم بہ۔ مراد عرب ہین۔ و
من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکون والے ہین۔ اور انس رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ
روم و بادشاہ نجاشی و ہر جبار کو خط لکھا اور ان کو اللہ عزوجل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔

رواہ ابن مردویہ ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جیسے کسریٰ قیصر ہے اور نیز اسمین صریح دلیل ہو کہ جو اسوقت موجود تھے اور جو آیندہ پیدا ہون سب کے
حق مین قرآن مجید کی پابندی یکسان ہو اور علماء رح اس معنی مین متفق ہین ۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پہونچ گیا گویا
مین نے اُس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی ۔ رواہ ابن النجار والخطیب وابو نعیم ۔ محمد بن کعب رح نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اُس نے
نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتین کین ۔ اور ایک روایت مین گویا محمد صلعم نے اُسکو ابلاغ کر دیا ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر ۔ عن قتادة مرسلاً آنحضرت
صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو ۔ اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہونچی اُس کو حکم الٰہی پہونچ گیا ۔ رواہ عبد الرزاق
اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اُسپر حق واجب ہو کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُسکی طرف
بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے ۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف
سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگون کو پہونچاؤ ۔ رواہ البخاری ۔ عن ابن مسعودؓ مین نے نبی صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے
اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہو جسکو پہونچی ۔ رواہ الترمذی
وغیرہ ۔ اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پہونچا ہے ۔ پھر اہل مکہ و مشرکون
کو فہمائش کی ۔ کہ اپنے خیالات و اوہام شرک ترک کرین اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانین ۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ
مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مین دوسرے اللہ ہین ۔ قُل لَّا أَشْهَدُ کہدے
کہ مین اسکی شہادت نہین دیتا ہون قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ تو کہدے کہ مین یہی گواہی دیتا ہون کہ وہ معبود واحد ہے وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ
اور کہدے کہ مین بری ہون اس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو ف یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو مین سب سے
بیزار ہون پھر موافق سبب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہین اسکا
رد فرمایا اور حاصل آنکہ ان کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہین اور فرمایا ۔ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ
الْكِتَابَ وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی ف یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنابر اینکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہو حاصل آنکہ
علمائے یہود جو توریت جانتے ہین اور علمائے نصاری جو انجیل سے آگاہ ہین ۔ يَعْرِفُونَهُ وہ سب محمد صلعم کو ایسی طرح جانتے ہین کہ گویا آنکھون دیکھا
یعنی محسوس پہچانتے ہین بوجہ اس تعریف کے جو اُن کی کتاب مین مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہین کہ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۔ جیسے اپنے
بیٹون کو پہچانتے ہین ف ۔ اُنکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھین کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب سولون نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہون گے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اُس کی شناخت اور آپکی اُمت
مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اس کے فرمایا ۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب
مین سے اپنی جانون کو خوار و خراب کیا ہو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہین لاتے ہین اور یہ
بات نہین کہ پہچانتے نہ ہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہین اور فرمایا ۔ وَمَنْ أَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین ایسے شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ
باین طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاری و یہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو
بیٹا کہتے ہین ۔ یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو ۔ حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اظلم کوئی نہیں پھر اگر کوئی ان دونون کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا انہ ضمیر شان ہے لا یفلح الظالمون یعنی جن لوگون نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا
ہو وہ فلاح نہیں پاوینگے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندہ مومن کو مضرت پہونچے
تو اسکا کھولنے والا کوئی نہیں سوائے اسکے کہ اوتعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھولدے جنید رح نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہونچنے پر جو خطرہ اول تیرے
دل مین خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجھکو اس بلا مین کافی ہے اس مصیبت کے
دور کرنے مین کفایت فرماویگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجھکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑ دیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ
جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہیں ہوسکتا وہ خود مجبور ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجھکو بلا مین ڈالے کیونکہ ایجاد کرنیوالا
ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہین اور افعال مین سے کوئی یہ لیاقت نہیں رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قولہ وہو القاہر فوق عبادہ حسین رح نے کہا
کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو اور بعض نے کہا کہ جیسے بندون کو موت و فنا پر مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہیں ویسے ہی ان کو ایجاد و اظہار مین
مقہور کیا۔ قال المترجم وفی الحدیث وما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا وہو کائن فیہا یعنی جو آدمی ازادہ قیامت تک پیدا ہونیوالا ہے وہ ضرور
اسمین پیدا ہوجائیگا۔ قولہ قل ای شیء اکبر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز مین شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور
ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہوچکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب کے ہے کہ امر کا جواب
امر سے ہے بقولہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ شیخ رح نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر
ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت و غباوت سے ان کو کچھ نہیں سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شیء اکبر شہادۃ۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح
کردی بقولہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبری ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق مین شہادت صغری تھی۔ بالجملہ جس نے
شہادت کبری کو نہیں دیکھا وہ شہادت صغری دیکھے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل مین اندھا کردیا گیا ہے وہ ہر
شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبری نظر آوے اور نہ شہادت صغری۔ حسین رح نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہے جو ازل
مین حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل ای شیء اکبر شہادۃ قل اللہ۔ قولہ الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ حضرت حق عز وجل نے فرمایا کہ یہودی
خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو ان علامات صحیحہ سے جو انھون نے توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت و سچے معجزات سے
مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرۂ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بےنصیب تھے
اسی واسطے اپنی جبلت غضب مین گرفتار ہوکر دنیاوی محبت مین پڑے اور باپ دادون کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش نور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ
رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدمون کی خاک بنجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین و یہود و نصاری تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ کسی امیر کے
وزیر و مصاحب و ساتھی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہین کہ آنکھون دیکھی بات ہے کہ آپ مین مبارک انکو عطرت سے افضل و بہتر ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ

اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو پھر کہینگے شریک والون کو کہان ہین شریک تمھارے جن کا تم

تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

دعوے کرتے تھے پھر نہ رہیگی اُن کی شرارت مگر یہی کہ کہین گے قسم اللہ کی رب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

انظر كيف كذبوا على انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون ۝ ومنهم من

دیکھ تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں اُن سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے اُن میں

يستمع اليك ج وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي اذانهم وقرا ط وان

کان رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلوں پر غلاف رکھے ہیں کہ اُس کو نہ سمجھیں اور اُن کے کانوں پر بوجھ اور اگر

يروا كل اية لا يؤمنوا بها ط حتى اذا جاءوك يجادلونك يقول الذين كفروا ان هذا

دیکھیں ساری نشانیاں یقین نہ لاویں اُنپر جب تک آویں تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہیں وہ منکر یہ کچھ نہیں

الا اساطير الاولين ۝ وهم ينهون عنه وينئون عنه ج وان يهلكون الا انفسهم وما يشعرون ۝

مگر نقلیں ہیں اگلوں کی اور وہ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے۔

ویوم نحشرھم جمیعا۔ ذکر کردے جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکوں وکافروں کو سب کو ثم نقول للذین اشرکوا پھر ہم مشرکوں سے فرماوینگے یعنی جو مشرک مرے ہیں۔ این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون۔ تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کو تم زعم کرتے تھے کہ وے شریک ہیں اللہ تعالی کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہے یعنی وہ تمہارے شرکاء کہاں ہیں لاؤ جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے میں اشارہ ہے کہ جملہ زعم باطل اُس دن نکل جاوینگے۔ ثم لم تکن بتاء فوقانیہ قراۃ ابن کثیر وابن عامر وعاصم ونافع ہے۔ اور لم یکن بیاء تحتانیہ باقیوں کی قراۃ ہے فتنتھم بنصب وبرفع دونوں قراۃ ہیں پس بیاء تحتانیہ والوں نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا ان قالوا الخ ہے اور بتاء فوقانیہ پڑھنے والوں نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہے اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے الا ان قالوا واللہ ربنا ماکنا مشرکین میں اکثر کی قراۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہے اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراۃ میں بنصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے وان قالوا القول مصدر اے قولھم ہے اور تفسیر بنابر قول مفسر رح کے یہ کہ ثم لم تکن معذرتھم الا قولھم واللہ ربنا ماکنا مشرکین یعنی جب اُن سے شرکاء مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہاں ہیں تو باطل کو کہاں سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر اُن کی معذرت کچھ نہ ہوگی سوائے اس قول دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنی ہم اُن کو شریک نہیں بتاتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطاء خراسانی وقتادہ وابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معذرتھم اے حجتھم۔ حاصل آنکہ مشرکوں کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھیں گے وہ یہ دروغ ہوگا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ ثم لم یکن قیلھم عند فتنتنا ایاھم اعتذارا عما سلف منھم من الشرک باللہ الا ان قالوا الخ یعنی جبکہ ہم فتنہ میں ڈالیں گے اُن کو تو اُن کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہ ہوگی سوائے اس کے کہ کہیں گے کہ واللہ ہم مشرک تھے زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمیں ایک لطیف معنی یہ ہیں کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ میں پڑتا ہے پھر اسکو محنت ومشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار ہو جاتا ہے تو اسکے حق میں کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سوائے فلاں چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتوں کی محبت سے فتنہ میں پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتوں سے بیزار ہوئے پس اُن کے حق میں صادق ہوا کہ ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا الخ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ماکنا مشرکین اور نیز فرمایا کہ لا یکتمون اللہ حدیثا۔ حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھیں گے کہ جنت میں کوئی نہیں داخل ہوتا سوائے نمازیوں کے (یعنی اہل توحید پابند صوم وصلوۃ) کے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم بھی

شرک سے منکر ہوجاوین تاکہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھاکر جھوٹ بولین گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے منھون پر مہر کردیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے
پس اس حالت مین اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہین چھپا سکین گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم
مین نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۔ چشم بصیرت و غور سے
تامل کرکے دیکھ اے محمد کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔ اور غائب
ہوگیا یعنی گم ہوگیا اُن سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کرتے تھے ف کہ غیرون کو اللہ تعالیٰ عز و جل کا شریک بناتے تھے۔ بیضاوی
نے کہا کہ شدت عذاب و ہول قیامت سے دہشت و حیرت مین ہوکر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھاوینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور یہین سے
ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کس قدر کجی سمائی ہے کہ جناب باری تعالیٰ مین بھی جھوٹ سے باز نہ آئین گے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ و ظاہر پر
محیط ہے اور یہ جہالت ہے اگر توحید و اسلام سے اور تعالیٰ عز و جل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو باتباع
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے جہالت و گمراہی شرک و کفر و بدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَمِنْهُم مَّن
يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۔ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگاکر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین۔ مدارک مین ہے کہ روایت ہے کہ ابوسفیان
و ولید بن المغیرہ و نضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہے دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین
جانتا ہون کہ کیا کہتا ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے مین نے تم سے رستم و اسفندیار کی داستان بیان
کی ہین تو ابوسفیان نے کہا کہ مین تو اللہ اسکو حق سمجھتا ہون تو ابوجہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
أَكِنَّةً ۔ اکنہ جمع کنان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہوجاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسلیواسطے
مفسر نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطا ہے بمعنی ڈھانپ لینے والی۔ أَن يَفْقَهُوهُ ۔ یعنی ہم نے اُن کے دلون پر اکنہ اسواسطے کردیئے تاکہ
قرآن کو نہ سمجھین اور تیز کردیا ہم نے۔ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۔ اُن کے کانون مین وقر کو۔ یعنی کان مین بہرا پن کردیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا
نہین سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب و پردے اُن کے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے
وہ قبول نہین کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کردی گئی پس حق کو سننے و سمجھنے و دیکھنے سے بہرے و اَحمق
واندھے ہین۔ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۔ اور اگر ہر آیت دیکھ لین گے تو بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے ف حتی کہ قیامت مین جب کہین گے
کہ ہم دنیا مین لوٹائے جاوین ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرمادیگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جاکر یہی کروگے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار
کی وہ مقہور بحکم تقدیر ہے۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر مین اللہ عز و جل کی حکمت غیر متناہی ہے بندہ بے عقل بھلا اس تمام
حکمت کو کیونکر محیط ہوسکتا ہے قرآن مین خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کیواسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر و رسالت
کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے کہ ع موسیٰ باہمہ نور و ہنر شد از ان محجوب تو بے پر مپر ۔ حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا
جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرون مشرکون ابوجہل و اسکے مثل کو فرمایا
کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اسپر ایمان نہ لائین گے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ ۔ یہان تک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھ سے جھگڑین ف
چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہے۔ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہین کہ نہین یہ قرآن مگر
اکاذیب اگلون کے ف یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم اول

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہین ہے مانند ابابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسرؒ نے قول اخفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و تُرّہات ہین یعنی جھوٹی اور بے سر پیر کی باتین۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اساطیر الاولین اے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بمثل بلیغ دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر الزام دروغ بکتے تھے اور آیات مین دلیل ہے کہ یعنی اگلون کے قصے ہین بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہین۔ ف لوگون کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہین۔ قال فی المدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہے یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہین۔ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ اور اس سے خود دور بھٹکے پھرتے ہین ف پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنی لوگون کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہین و قولہ ینأون عنہ یعنی چھوڑتے نہین کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگون کو اس سے منع کرتے تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثرون کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے قول دوم جو مفسرؒ نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ کہا گیا کہ ابو طالب کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگون کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہین لاتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسرؒ نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم۔ سے مناسب نہین بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیون ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہین اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم مین ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو محتمل نہین۔ قال المترجم جواب یون ممکن ہے کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہے کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگون کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیماً مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابو طالب و اسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہین کیونکہ قصہ حضرت ابراہیمؑ مین حضرت جبریل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کمافی قولہ۔ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہین اگرچہ یہان مقام تعظیم نہین ہے مگر آنکہ یون کہا جائے کہ جمع باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کمافی قول امرء القیس ۔ قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ۔ علاوہ برین حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ اس کا نزول ابو طالب کے حق مین ہوا جو مشرکون کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ۔ وقد رواہ الحاکم موصولا وصححہ۔ اسی واسطے مفسرؒ نے مابعد مین ہلاکت کو فقط تائے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنابر تفسیر اول کے لوگون کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونون موجب ہلاکت ہین۔ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ حالانکہ یہ لوگ نہین ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف کیونکہ اس کا ضرر انھین پر پڑتا ہے کیونکہ کافر مشرک مر کر جہنم مین جاوینگے وَمَا يَشْعُرُونَ ۔ ولیکن اسکا شعور نہین رکھتے ف باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانورون سے بدتر ہین ف فی العرائس قولہ ومنہم من یستمع الیک الی قولہ لایؤمنوا بہا۔ ان لوگون کے دل بسبب عوارض بشری و نفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو نہین سمجھتے تھے اور ان کے اسرار باطنی کے کانون مین ٹھینٹھ تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھون پر غشاوت

غرور و جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطار رح نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہے - واسطی رح نے کہا کہ بعض اُن میں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تاریکیوں میں متردد پھرتا ہے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہے تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لاتا ہے -

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں اے کاشکے ہم کو پھر بھیجیں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتیں اور رہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا

ایمان والوں میں ‏ کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے ‏ اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں

لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

وہی جو منع ہوا تھا اُنکو اور وہ جھوٹے ہیں ‏ اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہمکو پھر

نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ

نہیں اُٹھنا ‏ اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے رب کے سامنے ‏ فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی ‏ فرمایا تو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

ولو تری اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہو - اذ وقفوا علی النار کہ جب یہ کفار آگ پر کھڑے کیے جاوینگے ف - بعض نے کہا کہ علی بمعنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کیے جاوینگے اور مفسر رح نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ کے سامنے پیش کیے جاوینگے فقالوا بسبب خوف عذاب کے کہیں گے یالیتنا اے کاش ف ہماری تمنا بے محال پوری ہوتی کہ نرد ہم دنیا میں پھیرے جاتے - ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین - اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں ہو جاتے ف - یعنی جب تو اُن کو آگ پر کھڑے ہو کر یہ حسرت بیان کرتے سنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے - واضح ہو کہ لا نکذب و نکون میں تین قرأۃ ہیں اول دونوں کا رفع اور دوم دونوں کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے پس کسائی و اہل مدینہ نے دونوں کو منصوب پڑھا بایں طور کہ یہ جواب ہے تمنی کا اور واو کے بعد ان مقدر ہے اور اکثر قرأ کے نزدیک دونوں کو رفع ہے پس یہ استیناف ہے اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ ونحن لا نکذب الخ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثبات ہے خواہ پھیرے جاویں یا نہ پھیرے جاویں اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون پس تمنی میں داخل نہیں کیونکہ تمنی میں جو جملہ انشائیہ ہے تکذیب نہیں ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونوں فعلوں یعنی نرد اور نکذب کو تمنی میں داخل کیا اور نکون کو منصوب پڑھا - بالجملہ جواب لو کا محذوف ہے یا مانند لرأیت امرا عظیما - کے یعنی لو ترا ہم اذ وقفوا علی النار لرأیت ما عرضہم عظیما یا امرا فظیعا یعنی تو اگر دیکھتا جب یہ لوگ قیامت میں دوزخ پر پیش کیے جاوینگے قطعا تو دیکھتا اُن کے حال کو ایک امر عظیم جو نہایت کو پہنچا - حاصل آنکہ اس حالت میں کہ ہولناک عذاب معاینہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا میں واپس بھیجے جاتے اور اب کبھی پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کرتے اور مومن ہوتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل - اضراب ہے ارادہ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہے یعنی ارادہ ایمان نہیں ہے بلکہ بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ظاہر ہو گیا اُن پر جو پہلے چھپاتے تھے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی ہم اور ...

نہین تھے۔ باین طور کہ زبان بند ہوگئی اور اُن کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ **قال ابن کثیر رحمہ اللہ** اور احتمال ہے کہ
دنیا مین جو انبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے مگر بیباکی سے پرواہ نہین کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ
فرعون کے قرآن مجید مین ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا۔ لقد علمت ما انزل ہؤلاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات
کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کیلئے بھیجا ہے۔ الخ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون واسکی قوم کی خبر دی کہ جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ۔ یعنی
جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہون جو لوگون پر ایمان ظاہر کرتے اور دل مین کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہین ہوتا کہ
آیت مکیہ ہے اور منافقین مدینہ مین تھے کیونکہ وقوع کسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہین بلکہ قیامت مین ہوگا تو اس درمیان مین خود منافق
ہو چکے اور خود سورۂ عنکبوت مین جو مکیہ ہے صاف فرمایا۔ ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ۔ **قال المترجم** یہ توضیح ہے و لیکن
یہان انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمین مشرکین قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین
کا بھی ہے بلکہ اہل کتاب علماء یہود ونصاریٰ بھی شامل ہین۔ کما **قال فی المدرک** کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جان کر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ
کے حق مین اُسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس
حسن اسلوب سے ایک آیت مین ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہین ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا اُن کے حق مین ایک گونہ اظہر ہے کہ
پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو اُنھون نے دنیا مین لوٹ جانے و عدم تکذیب
کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہین کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک روبرو آیا
تو یہ بکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال مین بندہ کی شان ہے بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اسپر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت
ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہین ہے اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ وَلَوْ رُدُّوْا۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا مین لوٹائے جاتے تو۔
لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہین
ف۔ اس دعوی مین کہ ہم ایمان لائین گے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہے عن قتادہ رح اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دنیا مین پہونچا دیتا جو مثل دنیا سابق
کے ہوتی جسمین پہلے تھے تو بھی اپنے بد اعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے۔ **قال ابن عباس رض** اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے
جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے قبل فی قولہ انہم لکاذبون۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ
ازل مین وحدانیت الٰہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا مین پیدا ہو کر منکر ہو گئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان
سامنے ہوتا۔ وَقَالُوْا یعنی منکرین بعث نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہین کہ قیامت کیواسطے مردے اُٹھائے جاوین گے
اُنھون نے کہا اِنْ هِيَ۔ ماہی الحیوۃ۔ نہین ہے یہ زندہ ہونا۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ اور ہم مبعوث ہونے والے نہین ہین ف۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا
الی الشرک لقالوا بعدم البعث یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث و حشر کچھ نہین ہے
اور یہی مدارک مین نسفی رح نے اختیار کیا ہے۔ وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔ لرایت امرا عظیما۔ اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائین گے
مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ تو ایک امر عظیم دیکھے۔ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ فرماویگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہین بلکہ ملائکہ
کی زبان سے باین طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکون سے کہین گے ان کو ملامت کرنے و جھڑکنے کو کہ کیا نہین ہے یہ بعث و حساب

جو تم نے آنکھون دیکھ لیا برحق واقعی پس یہ استفہام توبیخی ہو اور مشرکین و کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اُٹھائے جانے سے منکر ہین وہ اس توبیخ کے جواب مین عرض کرینگے۔ قالوا بلٰی وربنا یعنی کہین گے ہان برحق ہو قسم اپنے پروردگار کی۔ قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف۔ یعنی دنیا مین جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمین تم نے کفر و انکار کیا او جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بدالہم ما کانوا یخفون من قبل ط مشرکون نے دنیا مین کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہین پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید ایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان توحید فقط اتنی بات ہو کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہو جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عز و جل ہو کہ اس راہ پر نہین آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہین پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمین تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے نکرت مین سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت مین پہچانتے تو معارف مین پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بیزاری ہی معرفت ہو[ضد معرفت] اور یہ مقام اُن کے سینون ہی مین تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیون کی شہوت مین بغیر اختیار کے بسبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہین ہو کہ جس کو غیبی کھٹکا والا الہام الٰہی کا کھٹکا نہ دلوے جس سے رضائے الٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہو اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سُن لیتا ہے لیکن اپنے دل مین خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت مین زیادہ گرفتار ہونے سے قلب کو پردہ ظلمت مین ڈھانپے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس الہام پر اعتبار کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل مین خفیہ رہجاتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہو اور چیونٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل مین اسکو جان ضرور جاتا ہو اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہو کہ پروا نہین کرتا ہو پس اللہ تعالیٰ نے قیامت مین وہ اسرار خفیہ ان کو عار دلانے اور اُن پر حجت الٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دیے۔ بعض نے فرمایا کہ اُنکے علم کے قلب جو اسرار ان مین خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس سیوری رح نے کہا کہ مکار صوفی و دغاباز عالم بھی اسکے اشارے مین شامل ہین کہ لوگون کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور با خدا دکھلاتے اور دل مین خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو اُنکا یہ فریب مکر بھی اُس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندون سچے مومنون کے مقابلہ مین اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربہم ط ابن عطا رح نے فرمایا کہ یہان وقوف قہری مراد ہو اور اگر انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق مین کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ اُن کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔

قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ ط حتیٰ اذا جاءتہم الساعۃ بغتۃ قالوا

خراب ہوئے جنھون نے جھوٹھ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آ پہونچے اُن پر قیامت بیخبر کہنے لگے

یحسرتنا علیٰ ما فرطنا فیہا وہم یحملون اوزارہم علیٰ ظہورہم ط الا

اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اُس مین اور وہ اُٹھاتے ہین اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سُنتا ہے

ساء ما یزرون ۝ وما الحیٰوۃ الدنیا الا لعب و لہو ط وللدار الاخرۃ خیر للذین

بُرے بوجھ ہین جو اُٹھاتے ہین اور کچھ نہین دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے

یتقون ط افلا تعقلون ۝

ڈر والون کو کیا تم کو سمجھ نہین۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور بعث و حشر سے منکر ہیں اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت
و صفقہ بیع یعنی خرید فروخت میں ہوتا ہے - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتھم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت
سے انکار کیا تو اسمیں خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہاں خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور
اسمیں دلالت ہے کہ قیامت میں دیدار باری تعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسرؒ نے کہا
کہ لقاء الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے - قال تعالیٰ - قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ - جن لوگوں نے لقاء الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت میں پڑے ف - اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہیں جو اچانک طاری ہوجاتے ہیں پس
مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقاء الٰہی کو بطور انکار البعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہے یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادی نہیں مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا میں مجازاً حسرت کو پکارا یا بایں معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب
دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے - اور ابن جریرؒ نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ میں جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط میں سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہیں
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایۃً فی قولہ تعالیٰ - یا حسرتنا - میں مذکور ہے - رواہ ابن جریرؒ و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح - بالجملہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر نالاں ہونگے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہونگے اپنے گناہوں کو اپنی پیٹھوں پر ف - بایں طور کہ قبروں سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو میں پس اُن پر سوار ہوجاوینگے - اور یہ معنی جو مفسرؒ نے
ذکر کیے ہیں بعض تابعین مثل ابو روق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہیں اور چونکہ اسمیں قیاس کو دخل نہیں لہذا
مسموع ہونگے اور معنی میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدیؒ کی روایت میں ہے کہ اس
بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے ساتھی رہینگے اور وقت بعث و حشر کے اسپر سوار ہونگے کہ دنیا میں تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کیواسطے دنیا میں ایک ہیأت
ہے اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہاں صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے
یونان اسمیں کوئی کلام نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسیر ان کی حکمت کے قواعد مبنی ہیں اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ تحقیق کی ہے کہ قیامت و دار آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور اُن کا وزن ہوگا اور اہل عقل
و اہل علم اس امر میں اتفاق رکھتے ہیں ہاں بعض ناواقف ایسے ملحد و جہال ایسے ہیں کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک بسبب کم عقلی کے نہیں پہونچی ہے

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہو انکار کرتا ہو اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہو فتذکر۔ اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم
یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہو اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہو کیونکہ وہ بار
امور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم چپٹے رہین گے لئے
دور نہ ہون گے اور تخصیص علیٰ ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہو کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا
لیتا ہو پس اُن کے شرک و انکار بعث و حشر و استہزا وغیرہ دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہوسکتے
ہین۔ اَلَا سَاءَ مَا یَزِرُوْنَ ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہو جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لادرہے ہین۔ قتادہؒ
نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان
مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ ہِیَ اِلَّا حَیٰوتُنَا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ
الدُّنْیَا یعنی نہین ہو اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہْوٌ مگر لہو و لعب ف۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے
مشغول ہوا کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہو بلکہ وہ باطل بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا
کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہو بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت
سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ ٹھیک کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی
ہوکر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے
مشغول کرے وہ لہو ہے۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ ۔ لام تاکید ہو اور مراد جنت ہو اور ابن عامر نے ولدار الآخرۃ۔ باضافت پڑھا ہے
ولدار الحیوۃ الآخرۃ خَیْرٌ۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے۔ لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ۔ ان بندون کے واسطے جو تقویٰ
رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات
کو کہ ایمان لے آوین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغۂ غائب موافق اکثر قاریون کے قرأۃ کے ہو اور نافع و ابن عامر نے تعقلون
بصیغۂ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب نبی کے ساتھ غضب کو بھی مشعر ہے۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّہُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ
ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰیٰتِ اللہِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ فَصَبَرُوْا عَلٰی
اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا کُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓی اَتٰىہُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللہِ
جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَکَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ اِعْرَاضُہُمْ
اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث و حشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت
و صفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہی - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور
اسمین دلالت ہی کہ قیامت مین دیدار باری تعالی مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہی اور مفسر رح نے کہا
کہ لقاء الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہی وہ دیدار سے منکر ہی - قال تعالی - قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جن لوگون نے لقاء الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین پڑے ف - اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہی لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہی کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہی اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقاء الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہی یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہی اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجازاً حسرت کو پکارا اس معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہی تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہی یا بجانب
دنیا راجع ہی کیونکہ وہ محل تفریط ہی - اور ابن جریر رح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہی کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہی جو حکایۃً فی قولہ تعالی - یا حسرتنا - مین مذکور ہی - رواہ ابن جریر رح و ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف - باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس اُن پر سوار ہو جاوینگے - اور یہ معنی جو مفسر رح نے
ذکر کئے ہین بعض تابعین مثل ابو روق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہی کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی رح کی روایت مین ہی کہ اس
بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث و حشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالی ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیأت
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا و آخرت مین جہان بدلا ہوا ہی پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہی اور حکماے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کر سکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسیپر ان کی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ تحقیق کی ہی کہ قیامت و دار آخرت مین نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل
و اہل علم اس امر پر اتفاق رکھتے ہین ہان اس زمانہ مین معتقد ملحد و جہال ایسے ہین کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک نسبتاً بالکلیہ کے نہین پہنچی ہی

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر - اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار امور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے لنسے دور نہ ہون گے اور تخصیص علی ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث و حشر و استہزا و دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہو سکتے ہین - اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ - آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لادے ہوئے ہین - قتادہ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا - یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدنیا چنانچہ فرمایا - وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ - مگر لہو و لعب فـ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ ہوا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا - اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے - وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ - لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامر نے و لدار الآخرۃ - باضافت پڑھا ہے و لدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ - یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے - لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ - ان بندون کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین - اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ - ذلک فیومنون - کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آدین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قاریون کے قرأۃ کے ہے اور نافع و ابن عامر نے تعقلون بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب بیچ کیساتھ غضب کو بھی مشعر ہے - فافہم -

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاۗءِ فَتَاْتِيَهُمْ
تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین مین یا کوئی سیڑھی آسمان مین پھر اُن کو لا دے

بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَي الْهُدٰي فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کرلاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانون مین

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝
مانتے وہ ہین جو سنتے ہین اور مُردون کو اُٹھا دیگا اللہ پھر اُس کی طرف جاوینگے

قَدْ نَعْلَمُ۔ اسمین قد واسطے تحقیق کے ہے یعنی قد علمنا۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی باین طور کہ ہم کو علم قدیم سے معلوم تھا اور اسوقت بھی معلوم ہے کہ انھون نے تیری تکذیب کی اور تجکو اسپر حزن و تاسف ہے۔ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ یعنی ہم کو معلوم ہے یہ بات کہ تجکو حزن و ملال دیتی ہے وہ بات جو مشرکین کہتے ہین ف یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہون اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہوجاوین قد قال تعالی لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ اور یہ فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یومنوا بہذا الحدیث اسفا۔ اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیہم۔ حاصل آنکہ ہم جانتے ہین کہ انکا جھٹلانا تجکو محزون کرتا ہے لیکن تو غم مت کھا۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ کیونکہ وہ تجکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الٰہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف واضح ہو کہ لا یکذبونک بتشدید از تکذیب پڑھا گیا اور بتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسرحؒ نے معنی یہ بیان کیے کہ باطن مین تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آئندہ جو تکذیب کرتے ہین وہ زبانی تکذیب ہے پس دونون مین منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان مین بہت امانت دار جانتے تھے اور بعض تفاسیر مین بیان ہے کہ قراۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو کہتا ہے اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ اسکو تیری سچائی معلوم ہے اور قراۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورۂ عرب ہے کہ بولتے ہین کہ اکذبت فلانا یعنی مین نے اسکو جھوٹا پایا۔ اور ابخلت فلانا مین نے اسکو بخیل پایا۔ پس لا یکذبونک بتخفیف بمعنی آنکہ تجکو کاذب نہین پاتے۔ حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہین بلکہ جو پیغام آلہی تو لایا ہے اسکی طرف راجع ہے۔ قال الشیخ ابن کثیرؒ یعنی تجکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر مین ولیکن ظالمین آیات آلہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینون سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہے اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ۔ اس کو حاکمؒ نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے بشرط بخاری و مسلم۔ اور ابو یزید مدنیؒ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل ملا اور اُس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ مین تجھے کیا دیکھتا ہون کہ تو اس صابی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ مین جانتا ہون کہ وہ نبی ہے ولیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والون کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابو یزیدؒ نے یہ آیت پڑھی فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور قتادہ و ابو صالح نے کہا کہ وے تجکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین۔ اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ

ابوجہل میں یوں روایت کی کہ رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأة سننے کو ابوجہل و ابوسفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہاں سے چلدیئے ولیکن راہ میں آپس میں ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیوں آیا تھا اس نے بیان کردیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس میں سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جوانان قریش یہ بات سنیں اور جانیں تو فتنہ میں پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر اُن کو اکٹھا کردیا تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی اور آیندہ ایسا نہ کرنے پر عہد کرلیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہوگئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمدؐ سے سنا اُسمیں تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اے ابوثعلبہ میں نے واللہ بہت ایسی باتیں سنیں کہ میں نے اُن کو پہچان لیا اور جانتا ہوں کہ اُن سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتیں سنیں کہ اُن کے معنی و مراد نہیں پہچانتا ہوں پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اس کے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا رائے ہے اس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبد مناف نے باہم شرف میں مقابلہ کیا پس اُنھوں نے مسافروں کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا اور اُنھوں نے بار اُٹھایا ہم نے بار اُٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کہاں سے پاوینگے واللہ میں تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا پس اخنس اسکو چھوڑکر چلا آیا۔ اور ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات میں زیادہ احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ نبی ہے تو آج اُس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم ابھی جلدی مت کرو ذرا میں ابوالحکم سے جاکر ملاقات کروں اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ بالجملہ وہ ابوجہل سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہاں کوئی نہیں ہے بھلا بتلا کہ محمدؐ سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری ارے محمدؐ تو واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنو قصی تمام اچھی باتیں لواء و سقایت و خانہ کعبہ کی دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی لیجاویں تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائے گا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہیں جانتے تھے ولیکن آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنی قولہ و بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہیں ف یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافروں کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگلے بہت رسولوں کو اُن کی اُمت نے جھٹلایا۔ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا پس ان رسولوں نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأُوذُوا اور اُن کے ایذا دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب ایذا پر صبر کرتے رہے حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا۔ یہاں تک کہ اُن کو ہماری نصرت پہونچے ف کہ قوم موذی ہلاک و زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہاں تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہوں اور تجکو غلبہ ہو۔ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے ف یعنی وعدۂ فتح و نصرت جو بندگان مومنین کیواسطے عموماً موعود ہے اسکا بدل کوئی نہیں ہے کما قال تعالیٰ۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلئے سابق ہوچکا کہ وہی تو منصور ہیں اور ہمارے ہی لشکر غالب ہیں اور فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی

عزیز۔ اللہ تعالیٰ نے لکھدیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہون گے۔ پس اسمین خبر غیب و وعدۂ فتح و نصرت ہے۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ۔ اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہے ف۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجھکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر و منصور ہوئے پس وہی سنت آلہی جاری ہے تجھکو صبر و اطمینان کھنا چاہیئے اور مِن تبعیضیہ ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و نصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کیواسطے کافی ہے کہ عموم نصرت مراد ہے۔ فافہم۔ وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ۔ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ ملنگتے جاوین اُن کو دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہوکر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا و وسیع ہوجاوے اور کوہ صفا سونے کا ہوجاوے بالجملہ عناد و ہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز و جل نے فرمایا وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اعراضہم۔ اگر تجھ پر اُن کا منھ موڑنا گران گزرتا ہے پس۔ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ۔ اگر استطاعت ہے تجھکو کہ سرنگ زمین مین ڈھونڈھے ف۔ تاکہ تحت الثریٰ کی طرف پہونچکر کوئی آیت لاوے جو یہ مانگین أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ۔ یا سیڑھی کہ آسمان مین لگاوے۔ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ۔ پھر اُن کے پاس معجزہ و آیت لاوے ف۔ جس کو مانگتے ہین تو ایسا کر۔ اس سے تعلیق بمحال مقصود ہے اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین از راہ عادت وقوع کے محال ہین اور اسی قدر کفایت ہے حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا یہ سابقہ علم ازلی ہے کہ ان مین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہے اور وہ ضرور ہونے والا ہے اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت مین اس کی اصلاح ممکن نہین ہے بدون ارادۂ آلہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہے تو کر۔ اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے امکان مین نہین ہے پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر آلہی پر ثابت و صابر ہو کیونکہ حکمت آلہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے۔ اور اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہین سب مسلمان ہوجاوینگے یا نہ ہون گے ولیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کرسکتا کہ چند معدودے کے حق مین کہدے کہ یہ سب تابع نہ ہون گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن اُمت والون کو بھی اسپر عمل واجب ہے کہ کافرون کے کفر پر اور اُن کے جمے وارڑے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت آلہی کا مشاہدہ کرین اور غم نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت آلہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز ادراک نہین کرسکتی ہے اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہ ہو اسیواسطے فرمایا۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اُن کو ہدایت پر جمع کرے ف۔ تو وہ سب بات پر قادر ہے ولیکن اُسنے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت و مصلحت ہے اور وہی خوب دانا و حکمت والا ہے۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔ سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف۔ کیونکہ کافرون کے انکار و اعراض پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہوجاوین یہ جاہلون کی شان ہے اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز و جل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑدے اور چونکہ آنحضرت صلعم کافرون کے حال پر شفقت کرکے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آنچ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہے تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے ہین کہ آپنے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات مین اور ان کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین

نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہے کہ مین اُنکو پکڑ پکڑ کر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھ پر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین
پھر اوتعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ
الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ۔ یعنی تیری پکار و ڈراوے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور
مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالیٰ قبرون سے اُٹھاویگا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف
وہ اُن کو اُن کی بدکاریون کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلا
دیگا پس زندون یعنی مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہے کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اُٹھا
دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین۔ اسمین دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا
کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعهم علی الهدی مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت پر ہو جاوین پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول مین
سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و
(یعنی ازل مین یا لوح محفوظ مین)
انا افصح العرب والعجم یعنی مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجوہ متعدد و اُمور متنوعہ ظاہر
ہو جاتے ہین۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل بقولہ تعالیٰ ما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی
یوحی۔ اور یہی تحقیق ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امور دین و حقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو
القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے مگر کلام یہان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہے پس آپ کمال اعلیٰ نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا
کرسکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین آلہی تھے بخلاف
وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم آلہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قرأت مختلفہ وہ خود مختلف نزول
ہین اور اسیواسطے جن قرأت سے احکام مختلف نکلتے ہین ان کو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون
قرآن و اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین۔ اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپکو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین آلہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون
کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرأ القرآن۔ یعنی
جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپکا سینہ مبارک
مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورۂ والطور پڑھی گویا میرا قلب اُڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی تمام صفت فہم الخطاب تھوڑے سے
بیان مین نہین آسکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفانؓ سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور ما بعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین
اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رح سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہے کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تقشع و تزید
نہین تھا بلکہ انکشاف خاص تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہون تو نہین دیکھتا کہ

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہوگئی اور یہ بات اور ون کو حاصل تھی پس اُن کو بعض بین بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھا تا لیے جاتا تھا اور چونکہ فہم اصل ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنیوالون کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھین اور خود مصرح کردیا کہ جو نہ سمجھا اُسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ مین قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعًا منع کیا اور یہ نہین فرمایا کہ تحقیق یون ہم اسواسطے کریہ لوگ عاقل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت وحقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور **مترجم** اپنے زمانہ مین سوائے چشم حیران ودیدہ گریان کے کچھ نہین دیکھتا فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب بس یہی نظر آتا ہے کہ یہود ونصاری مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ حفظ کرتے اور رٹ لیتے ہین اور بت سے ملحد اُنکے پیچھے ہین اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہین کیونکہ توحید وتقوی اسرار سنت سے پیچھے پڑے ہین اللھم ایدنا بالاید المتین ووفقنا وانت ارحم الراحمین۔ اہل معرفت علما جو محض ظاہر یہ طریقہ نہین رکھتے ہین وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہین کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونون کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہین کہ حواس کے کانون سے نہین سنتے کیونکہ وہ بہرے نہین تھے بلکہ یہ معنی ہین کہ مشاہدہ ومعرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہین سنتے تھے۔ ابن عطار نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالی نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہین اور یہ اہل خطاب قبولیت ہین اور قولہ والموتی یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہین۔ **قال المترجم** آگاہ رہنا چاہیئے کہ حدیث شریف مین صحیح ہوا کہ مردے پر قبر مین جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن وانسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہے اور ان دونون جن وانسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے ودیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیئے۔

وقالوا لولا نزل علیہ اٰیۃ من ربہ ط قل ان اللہ قادر علی ان ینزل

اور کہتے ہین کیون نہین اُتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ

اٰیۃ ولٰکن اکثرہم لا یعلمون ۝ وما من دآبۃ فی الارض ولا طٰئر

نشانی ولیکن اُن بہتون کو سمجھ نہین اور کوئی ہلتا نہین زمین مین نہ جانور ہے کہ

یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ط ما فرطنا فی الکتٰب من شیء ثم

اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک اُمت ہے تمھاری طرح چھوڑی نہین ہم نے لکھنے مین کوئی چیز پھر اپنے رب کی

الی ربہم یحشرون ۝ والذین کذبوا باٰیٰتنا صم وبکم فی الظلمٰت ط

طرف اکٹھے ہونگے اور وہ جو جھٹلاتے ہین ہماری آیتین بہرے اور گونگے ہین اندھیرون مین

من یشا اللہ یضللہ ط ومن یشا یجعلہ علی صراط مستقیم ۝

جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈالدے سیدھی راہ پر

وقالوا اور کہا کفار مکہ بُت پرستون نے کہ لولا نزل علیہ اٰیۃ من ربہ۔ کیون نہین اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے ف یعنی مانند ناقہ صالح علیہ السلام وعصائے موسیٰ ومائدہ عیسیٰ

کہ ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے
ہوئے اور درخت وجانور وسنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی - بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نہ انین اور تعنت سے
ایسی باتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ - لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیۃ - قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ
عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً یعنی کہدے ان ہٹ دھرمون سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اُتار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو
اسی کو نازل کردے اسکی قدرت بہت بڑی ہے - بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے
لیکن اسوقت مین امتحان بتکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا - اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوین گے جبکہ اُن کے حق
مین کفر مقدر ہی تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت الٰہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہے - وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن ان مین سے بہتیرے جانتے نہین ہین ف یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہی کیونکہ پھر ایمان نہ لائے
تو ضرور ہلاک ہون گے جیسا کہ طریقہ الٰہی جاری ہو چکا اور قوم صالح بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام
کے مائدہ مین نافرمانی کرنیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی
آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان نہ لانے سے عذاب آیا - آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہی پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت وعناد
سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تنصیص فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیۃ - مین ابن کثیرؒ نے ینزل از انزال پڑھا اور
باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہے - اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہی کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتین ہلاک نہ ہون اسپر
آگے کے کلام مین اشارہ ہی - وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ من زائدہ ہی بغرض شمول استغراق کے - اور دابہ مذکر ومونث دونون بولا جاتا ہی وہ ہر جاندار
جو زمین پر چلتا ہو فِی الْاَرْضِ متعلق بدابۃ ہی در اصل دبیبۃ از دب یدب ہی اور فی الارض بطریق توضیح ہی جیسے قولہ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ
جناح بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن یطیر بجناحیہ توضیح ہی اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازا آدمی تصور کرین کیونکہ عرب
طیران کو جلدی وسرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طر یا ہذا فی حاجتی - فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ یطیر بجناحیہ
سے رفع کردیا کہ مجاز امراد نہین ہی معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہے
اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مگر آنکہ وہ بھی تمھارے مثل اُمتین ہین ف اور مثل ہونا اس بات مین کہ اُن کی پیدائش ورزق وحالات بھی مقدر
ہین جیسے تمھارے مقدر ہین عن مجاہدؒ ہر صنف وقسم جدا جدا نام سے ہی عن قتادہ پرند ایک اُمت ہی اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت
ہے - عن السدی تمھارے مثل مخلوق ہین عن ابن عیینہ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہی جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون
کو پھاڑ ڈالتا ہی اور سور حرام تو نجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہی اور مانند اسکے پرندون مین ہین وقیل غیر ذلک - اور حدیث مین ہی کہ اگر کتا
منجملہ اُمتون کے ایک اُمت نہ ہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان مین سے ایک ننگ کالے کو مار ڈالو - کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ مترجم
کہتا ہی کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام اُمتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا - اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت
اسلامیہ صدہا کروڑ ہوئی - پھر عام عذاب ان ازلی کافرون کی وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا - امام رازیؒ نے کبیر مین واحدیؒ سے
نقل کیا کہ جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک جانور چرند وپرند دریائی خشکی کے اصناف اُمم ہین اور ہر ایک کیواسطے جدا
جدا تسبیح وذکر ہی اور بعض سے نقل کیا کہ ان مین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالیٰ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی اُمت نہین مگر

آنکہ ہمین ڈرسنانے والا گذرا ہے اور یہان کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی اُمتین ہین پس ثابت ہوا کہ ان مین بھی پیغمبر ہوئے ہین اور قولہ ان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ ودیگر آیات سے بھی ثابت ہر اور احادیث بھی کثرت سے ہین۔ اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ اور دیگر آیات و احادیث مین پتھرون وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جسمین زہر تھا آپکو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مذہب کے پوری تقویت کرتے ہین ولیکن عوام اور بے معرفت لوگون کی سمجھ سے باہر ہی لہذا تاویل کرنا چاہیئے اور حدیث خمس فواسق یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام مین اور مقام حرم مین پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہونا اوپر مذکور ہو چکا۔ بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ۔ پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت مین ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کردیا ہے رجوع کرنا چاہیئے۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمین مماثلت ہی عموما لینا چاہیئے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ من زائد بغرض تاکید استغراق ہے اسے ما ترکنا فی اللوح المحفوظ شیئا۔ ہم نے لوح محفوظ مین کوئی بات چھوڑی نہین ف۔ یعنی سب مذکور ہر اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز مذکور ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ۔ ہمنے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہر اور علمائے کہا کہ سب مذکور ہر لیکن معرفت کے فہم پر اسکا ظہور ہی چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپکی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہین پس ہر ایک کیواسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہین۔ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ۔ پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائینگے۔ ف۔ بعض نے کہا کہ ضمیر عقلا و بنی آدم کی دلالت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہر اور بیچ مین جملہ معترضہ ہر اور نیز محشور ہونا دواب بہائم و جمادات کا اسلئے نہین کہ وہ خطاب ثواب عقاب کی فہم نہین رکھتے اور مکلف نہین ہین۔ وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہی یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب سب محشور ہونگے اور ضمیر عقلا اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے کے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب وطیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے۔ قال المفسر رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا۔ پھر ان مین فیصلہ و انصاف کردیا جائیگا اور سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیا جائیگا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنمین حضرت ابوہریرہ رض وابوذر بھی ہین مروی ہوا اور ابن عباس رض و ضحاک و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مر جادین۔ اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات مین لڑتی ہین۔ مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت مین دونون کے درمیان انصاف فرمادیگا اور عبدالرزاق نے اسکو ابوذر رض سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیون لڑتی ہین الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت مین اسقدر زیادہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال مین چھوڑا کہ کوئی اڑنیوالی چڑیا بھی ہر اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا۔ اور عثمان رض سے ہر کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جائیگا۔ رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ۔ اور حدیث صحیح مسلم مین وہ مضمون موجود ہی جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور عبدالرزاق نے ابوہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب بہائم و پرند و ہر شئے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اسدن اللہ تعالیٰ عز و جل

کا انصاف یہان تک پہونچے گا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرماویگا کہ تم سب خاک ہوجاؤ۔ اسی سے کافر تمنا
کرینگے جیسا کہ فرمایا یقول الکافر یالیتنی کنت ترابا ۔ یعنی اے کاش مین مٹی ہوجاتا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث الصور مین یہی بات
مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہو و فی المدارک ۔ جب اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر
شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہو تب پھر فرمایا ۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی
قرآن کو ۔ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہین ف ۔ آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین ۔ وَبُكْمٌ حق
بات بولنے سے گونگے ہین ف ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار و شہادت نہین دیتے ہین ۔ فِي الظُّلُمٰتِ یعنی کفر کی تاریکیون
مین انکا یہ حال ہو کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے ان کو کچھ نہین سوجھتا ہو اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہو
مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ اضلالہ ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا تو يُضْلِلْهُ اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی مین جسکے حق مین
گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہو ۔ وَمَنْ يَّشَاْ ۔ ہدایتہ ۔ اور جس کی ہدایت چاہتا ہے يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔
اسکو راہ مستقیم یعنی توحید و اسلام پر کر دیتا ہو ف ۔ وہی قادر مختار ہو جو چاہتا ہو وہ کرتا ہو اسپر کوئی اعتراض نہین ہو اور اسمین صریح دلیل
ہو کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہو اور جس کو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہو وہی قادر مختار ہو ۔ وقد قال تعالیٰ فی
مثال للکفار فی سورۃ النور او الظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا و من لم یجعل
اللہ لہ نورا فما لہ من نور ۔ یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہو کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکو موج چھائی ہو
پھر اسپر موج ہو اسپر سحاب ہے تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لئے نور نہین کیا اسکے لئے
کچھ نور نہین ہو ۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اسمین اشارات ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر مین آوینگے ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وما من دابۃ
فی الارض ولا طائر الآیۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے جن و آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت
پر پیدا کیا ہو اور اُن کو معرفت و ایمان الیقان کیواسطے حکم و خطاب ہو اور ان جانورون کیواسطے ان کے اسرار باطنہ مین راہین منور بانوار
عقل ہین جو اسکی درگاہ ازلی تک پہونچی ہوئی ہین اور اُن سے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت ان کی مقصور اسی صورت
پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہو اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہو کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی
اور آیا ہے کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہو کہ شاید یہی روز قیامت ہو ۔ قال الشیخ اور ان جانورون
کی زندگی اور حرکت و اڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازین اور یہ خروش الحانیان
اور چیخ و پکار حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم ملکوت سے پہونچتی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہو اور ان کو موافق اپنی قدر
معرفت و توحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق و شوق ہو اور مین نے سنا کہ سمنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین
اور ہوا سے پرند گر پڑتے تھے ۔ ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ دابی اور قطرہ خون اس سے
ٹپکا اور جان دیدی ۔ اقوال ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندو حشرات الارض سے مروی
ہین اور عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہوجانا معروف و مشہور ہو اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور دارمی
وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت و حجر و سنگریزہ و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہو اور گریہ ستون حنانہ معروف و مشہور ہو (م) اور

کیون نہین کہ خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم یعنی تمھارے مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اس کی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہے ۔ قال المترجم وتحقیق ثابت ہوا کہ ان مین بھی مطیع وعاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کو پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد معرفت کی ایسی نہین ہے جو جن کو حاصل ہے تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہے اسکے برابر کہان سے ہوگی پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہے کہ ان کی خلقت عالم ملک شہادت سے ہے جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہین لیکن ان کی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی وملائکہ کو فضیلت ہے ۔ وقد قال تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم الآیۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ واکمل ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر یطیر بجناحیہ ۔ مین دونون بازو سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کیواسطے لازم ہین اور جن کی نسبت حدیث مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین کہ جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہا معرفت پر پہونچاتی ہے ۔ مانند توکل ورضا اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کائن من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم الآیۃ ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اُٹھاتے نہین ۔ یعنی لادے نہین پھرتے اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے یعنی وہ توکل ورضا مین ثابت قدم ہین ۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازوے خوف وامید ۔ اور فنا وبقا اور ایمان وتقویٰ اور نعمت وبلا اور ہیبت وصفا اور عبودیت وربوبیت ۔ اور معرفت ومحبت ۔ ہین ان بازون سے ان کو ہر طرف از شوق وطلب مین پرواز ہے ۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہے کہ جملہ اُمم کی جبلیت چار عناصر سے ہے اور جبلیت وخا... وحیوانیہ سے اُن کی انتشار ہے اور کھانے پینے وحرکت وجماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص وغضب ونعمتون کیساتھ پھوٹ پڑنے کرنے مین مساوی ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہے جس سے پیدا ہوئے ہین یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین مین مرکر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت مین اُٹھائے جاوینگے ۔ تفسیر ظاہر کے امامون مین سے حضرت عطاء رح کا قول ہے کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید ومعرفت مین تمھارے مثل ہین اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمھارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہے سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہین اور ہر ایک کیواسطے خطاب الٰہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیون کی معرفت کیواسطے انبیاء ورسل علیہم السلام سے طریقہ ہے اور حیوانات دیگر مانند چرند وپرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہے کہ ان کو اپنے خالق وصانع کا علم فعلی حاصل ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے ۔ قال المترجم قول قوی جدید یہ ہے کہ رسل علیہم السلام اور ملائکہ الٰہی ان مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی اُنکا رسول ونبی ہوتا ہے اور یہین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہے یہان تک کہ حیوانات وحشرات کو بھی شامل ہے واستدلال اس قول کا ما سبق سے واضح ہے فافہم ۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت ومعرفت ربوبیت کے ہے وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کردی ۔ کوئی حال وکوئی مقام وکوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت وکوئی دیدار ومشاہدہ نہین جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو ۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہے جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات کے

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے اوتعالی نے اگلون وپچھلون جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا بعض نے فرمایا کہ نہین چھوڑا ہم نے کتاب مین کسی مخلوق کا ذکر۔ ولیکن کتاب مین اسکے ذکر کو دیکھتا نہین کوئی شخص سوائے ان بندون کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے قولہ والذین کذبوا بایاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ اسمین اللہ تعالی نے ان لوگون کا ذکر کیا جنکو غیب سے ان کے دلون پر الہام حق ہوتا ہی مگر وہ اسکے مقابلہ مین اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہین اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہین کیونکہ ان کو حق وباطل مین تمیز نہین ہی اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینٹھ اُن کے کانون مین بھرے ہین کہ مقام شہود مین انھون نے اپنے کانون کو اللہ تعالی کی طرف نہین لگایا اور ہیبت ومحبت کے ساتھ ان کے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام الٰہی نہین آیا اور سبب اسکا یہ ہی کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشون کے اندھیرے مین ٹاپ رہے ہین اور حاصل آنکہ جس شخص نے خواطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالی کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید وخلوص ایمان کا الہام بروقت دیدار معجزات انبیاء وکرامات اولیاء اپر ہو الپس سننے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھون کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ اوتعالی کا کلام غیبی نہ سننے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالی کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیون وشیطان کافر کی گمراہیون مین پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہین کہ اللہ تعالی کو یاد کرے اور اسکی معرفت مین پہونچے بعض نے کہا کہ اوتعالی نے اپنے خالص بندون پر جو معجزات وکرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات واجسام کی صورتون مین پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یضللہ ومن یشا یجعلہ علی صراط مستقیم مشیت دوطرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندون پر قبول کی اور مردود بندون پر دور کر دینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی وخشم وغضب کی۔ موافق اسکے ازل مین سعادت وشقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ مین صادق نہ ہو اس کو حق تعالی ظلمات قہر مین گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت ومل ہی تاکہ جو اللہ تعالی کی محبت مین صادق نہین ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت مین صادق تھا اور اُس نے دنیا مین اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہین توڑا اور تقسیم اسکو نہین ہوئی اگرچہ مقام التباس مین خواب غفلت مین چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام وانذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالی خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت وطاعت مین اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول روحانی کیواسطے طریق مستقیم یون حاصل ہوتا ہی کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کیواسطے محبت کیساتھ صفات کی راہین ہین اور معرفت کیساتھ روحون کے لئے ذات کی طرف راہین ہین۔ قال المترجم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جابجا تصریح کر دی ہی کہ معرفت صفات وذات سے مشاہدہ وکشف تحقیقی مراد ہی نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہی کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہی کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہی جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہے مثلاً جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکی فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا اور حقیقت اسوقت حاصل وواضح ہوگی کہ جب جنت مین بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفت وذات قیامت پر موعود ہی وہ دنیا مین حاصل نہین ہو سکتا ہی مگر جسقدر کشف تحقیقی یہان ہوگا اسقدر قیامت مین فضل الٰہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق وموافق ہوگا۔ اور جہانتک کشف ہو سکی فیما سواسطے ہی کہ ادراک ذات وصفات باری تعالی بایں طور کہ احاطہ ہو جائے ممکن نہین ہی اور یہ فی الجملہ دیدار ہی وبعض محققین نے اس بحث سے سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی مین احاطہ وعدم احاطہ سے سکوت ہی پس ہم اسکو قطعاً لیقین کرتے ہین کہ دیدار حاصل ہوگا اور رہا یہ کہ احاطہ ہوگا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہین کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہی فافہم۔ قال الشیخ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق مین اللہ تعالی نے

کا ارادہ بھلائی و ہدایت کیساتھ نہین مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پنجہ مین چھوڑا جاتا ہے تاکہ گمراہی و ضلالت مین پڑا رہے اور جس کے حق مین ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہے اسکو اپنے اختیار مین کھینچ لیتا ہے پس وہ صراط مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہے کہ جو قدرت و تقدیر مین جاری ہوا ہے اسپر راضی و ہر حال مین شکر گذار رہتا ہے۔ فافہم

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو پکارو گے

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَ

بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اُسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَ

بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتوں پر تجھ سے پہلے پھر اُن کو پکڑا سختی مین اور

ع

الضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۝ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِنْ قَسَتْ

تکلیف مین شاید وہ گڑگڑا دین پھر کیون نہ جب پہونچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑائے ہوتے اور لیکن سخت ہو گئے

قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھولدیئے ہم نے

عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ

اُن پر دروازے ہر چیز کے یہان تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے اُن کو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے

مُبْلِسُونَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

نا اُمید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالمون کی اور سراہے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قُلْ کہدے اے محمد صلعم اہل مکہ سے۔ أَرَءَيْتَكُمْ۔ اخبرونی۔ مجھے خبر دو۔ قال فی الکمالین اور بجائے استخبار کے یعنی خبر دیدو کی جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسواسطے رکھا اور یہ نہین فرمایا کہ اخبرونی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہے جو اسکو جانتا ہو قال المترجم اگر اخبرونی نتیجہ قرار دیا جاوے نہ تفسیر تو اولیٰ ہوگا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ۔ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ۔ دنیا مین اگر عذاب الٰہی تم پر آوے۔ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ بغتۃ دیا اچانک تم پر قیامت ہی آجاوے ف جسمین تمہارے حق مین عذاب الٰہی ہو تو ایسی حالت مین۔ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ کیا غیر خدا کو پکارو گے ف یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان مین سے کسی کو پکارو گے ہرگز نہین پکارو گے۔ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ بت تم کو نفع پہونچاوینگے تو کیون اسوقت نہین پکارو گے۔ حاصل معنی یہ کہ تم بتون کو اپنے حق مین نفع پہونچانے والا اور ضرر دور کرنیوالا کہتے ہو تو مین تم سے پوچھتا ہون کہ بھلا بتاؤ اگر تم پر دنیا مین عذاب الٰہی آجاوے یا قیامت ہی قائم ہو جاوے جسمین ایسا عذاب ہے تم مان لو تو ایسی حالت مین بتون کو پکارو گے اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتون کی طرف التجا لاؤ گے اگر سچے ہو تو بتلا دو گے کہ نہین تو۔ پھر آگے مصرح کر دیا بَلْ إِيَّاهُ نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو تَدْعُونَ۔ پکارو گے سختیون مین فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ۔ پس دور کر دیگا تم سے ضرر وغیرہ إِنْ شَاءَ اگر دور کرنا

کرنا چاہیئے ف۔ یعنی وہ ہر حال میں ہر بات پر قادر ہے لیکن بعض صورتوں میں خلاف اسکے مشیت وحکمت کے دفع ضرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص
موذی ہے کہ لوگوں کو سخت دکھ پہونچاتا ہے ڈاکا ڈالتا ہے جانیں تباہ کرتا ہے لوگوں کے بال بچے ومال تلف کرتا ہے تو مصیبت کیوقت
عذاب میں اسکا تباہ ہونا بہتر ہے تاکہ بہت لوگ امن میں رہیں اور مشرکوں کا فعل اس سے زیادہ سخت ہے۔ لہذا یہاں شرط لگادی کہ اسوقت
اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگوگے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمھاری مصیبت کو ہٹادے بشرطیکہ چاہے۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ اور
اس حال میں وہ سب بھول جاؤگے جن کو شریک لاتے ہو ف۔ کسی کو نہ پکاروگے تم کو خود یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہیگا تو یہ عذاب دور ہوگا
پھر بھلا غیر کو حالت امن میں کیوں شریک بناتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال میں کیوں التجا نہیں کرتے ہو۔ اور اس آیت میں کھلا بیان
حق ہے اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرماکر سنت الٰہی کا بیان فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ من زائدہ ہے اور مفعول ارسلنا
محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ارسلنا رسلاً۔ البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ میں اگلی اُمتوں کی طرف ف۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ
ان لوگوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ پس ہم نے ان کو نہایت محتاجی و قحط میں گرفتار کیا۔ وَالضَّرَّآءِ
اور مرضوں یا عام مضرت میں ف۔ مانند جانیں تلف ہونے ومال جانے اور وبا پھیلنے وغیرہ میں پکڑا اور یہ ان کو تنبیہ تھی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ
کہ اب بھی گڑگڑاویں ف۔ ایمان لاویں کیونکہ مجبوری کے وقت نفس کی سرکشی فرو ہوجاتی ہے ولیکن ان بدبختوں کو اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا کیوں وہ نہیں گڑگڑاتے جبکہ اُن پر ہمارا باس یعنی چھوٹے عذاب میں پکڑا جانا پہونچا تھا ف۔ یعنی
باوجود اس مقتضی موجود ہونے کے کیوں ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ولیکن اُن کے دل تو
قاسی اور سخت ہوگئے ف۔ اور ایمان کے لئے نرم نہ ہوئے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور شیطان نے ان گناہوں کو
ان کی آنکھ میں مزین دکھلایا جو کیا کرتے تھے ف۔ پس انھیں پر اڑے رہے اور نہ چھوڑا اور رسول کا کہنا نہ مانا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ
ای فلما ترکوا ما وعظوا وخوفوا بہ من الباساء والضراء فلم یتعظوا۔ یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیٹھ پیچھے ڈالدیا اسکو جس سے انکو نصیحت
وخوف دلائے گئے تھے یعنی باساء وضراء کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی۔ حاصل آنکہ جب یہ گرفت ان کو سودمند نہ ہوئی اور نہ مانے تو
عجیب پیچ سے عذاب میں ڈالے گئے وہ یوں کہ۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اکثر قاریوں کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابو عامرؒ کی
قراءۃ میں تشدید فتّحنا سے از باب تفتیح ہے اور معنی میں بھی تخفیف وتکثیر کا فرق ہے کہ اول کے معنی ہم نے کشادہ کردیئے اور دوم قراءۃ پر معنی
یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کیساتھ کھول دیئے ان لوگوں پر دروازے ہر چیز کے ف۔ یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے اُن پر خوب فراخ کردی اور
یہ درحقیقت ان کے حق میں استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کردی۔ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا۔ یہاں تک کہ جب اترائے اس
چیز پر جو دیئے گئے ف۔ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہ چیزیں ان کو دیں ولیکن وہ جہالت سے اپنے بداعمال وبداعتقاد وبت
وغیرہ شرک سے سمجھے۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تب اچانک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کرلیا۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ پس ناگہاں وہ ہر بھلائی
سے مایوس ہوگئے۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ پس کاٹ دی گئی دابر اے آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا ف۔ یعنی
جڑ سے نیست کردیئے گئے اور رسول ومومنوں کو نجات وفتح ملی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ علی نصر الرسل وہلاک الکافرین۔ یعنی حمد
ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ف۔ اس بات پر کہ رسولوں کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی
پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کردیا۔ قال الوالبی عن ابن عباسؓ مبلس بمعنی ناامید۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصریؒ

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق واموال وغیرہ مین فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین اور جسپر
اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یون نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر
یہ نہین سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیهم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے رب الکعبہ کی کہ
مکر مین ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر پکڑ کر سٹا دیئے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اسمین حکمت عجیب ہے کہ سختی و مصیبت
مین خالق و معبود عزوجل کو نہ یاد کیا اور فراخی مین بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا مین ان کو بھر دیا اور شہوات جن سے
دوزخ محفوف ہے انھون نے جلد طے کرلین پس استدراج و کفر مین اور شرک بداعتقادی مین خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر جڑ سے
اُکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ قال قتادہ رح اس قوم نے امر الٰہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب مین گرفتار کیا
اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے مین پکڑا پس اے لوگون کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و
عظمت سے مغرور بے پروا ہوتے ہین جو فاسق و کافر ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد مین قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و
اُمید کے ہے جو بے خوف ہوا وہ کافر اور جو نا اُمید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتون سے ثابت اور معروف ہے۔ قال الزہری رح قولہ فتحنا علیهم
ابواب کل شیٔ۔ کہا کہ دنیا کی چیزون مین سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو
دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہون پر دنیا کی نعمتین جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیهم ابواب کل شیٔ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق مین عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے واسطے بدکاریون
کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہان تک کہ جب دیئے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو ماخوذ کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے
ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم والامام احمد وغیرہ۔ ف۔ عرائس مین کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق
وقت نزول بلاء کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہین اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعویٰ معرفت مین اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیون رجوع
کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال مین فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے
اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اُسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اسمین توبیخ ہے کہ حالت عیش مین درگاہ خالق
سے رجوع کرکے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہین اور سختی و مصیبت مین او تعالیٰ کی طرف دعاؤن کے ہاتھ بڑھاتے ہین مگر عیش مین تو حلاوت
یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت مین جو پھر آئے تو قرب مشاہدہ کے واسطے نہین بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی
مکار علماء و صوفیہ کا حال ہے۔ بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہین حالانکہ او تعالیٰ نے مقام صادقین مین رکھا ہے۔ قال الحریری نیک بخت
بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال مین رجوع رکھتے ہین اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہین۔ قال الجنید رح جو حق تعالیٰ
کو یاد کرے و پکارے تو اُسی سے اُسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمین اسکو کوئی مزہ ہو یا نفس کو اس پکار مین دخل ہو۔ قال المترجم
یہ قول کمال عرفان سے ہے اور توضیح اسکی سابق مین گذری ہے فتذکر۔ بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع بس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذناہم
بالبأساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تونگر کرنے کو پھیر اور نہ محبت والا ایک دم غافل
نہین ہے۔ او تعالیٰ جس قوم کو حفظ مین لیتا ہے ان کو بلاء و محنت مین ڈالکر اپنی ہی طرف لگر لگر اتار ملتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہون۔ اور نیز

جو مرید کہ ذکر کے مزے میں پڑتے ہیں اُن کو مضر تون بلاؤن سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہین ابن عطا رح نے کہا کہ سب راہین اُن کی روکی گئین کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ فلما نسوا ما ذکروا بہ ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیئے جو بزرگون کے نصائح سے غفلت کرتے ہین حتیٰ کہ بہتون کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف میلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہین اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب سوخ پیدا کرتے ہین اور آخر مین وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہین اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہین یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہین پاتے ہین کیونکہ اُنھون نے طریقہ ہدایت و توحید اسلام مین خیانت کی پھر نیک بندون سے جو انکی مضرت و ایذا ر اسلام سے دور ہوئے اور انکے عدم و وجود سے کوئی پرواہ نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نیک بندون کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار مین الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَّنْ

تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھین اور مہر کر دے تمھارے دل پر کون

إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ۝

وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہین باتین پھر وہ کنارہ کرتے ہین

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہو گا مگر

الْقَوْمُ الظّٰلِمُونَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۝

وہی لوگ جو گنہگار ہین اور ہم جو رسول بھیجتے ہین نہین مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاوین

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

اور جنھون نے جھٹلائی ہماری آیتین اُن کو ملیگا عذاب اُسپر کہ بے حکمی کرتے تھے ۔

قُل ۔ اہل مکہ سے کہدے ۔ أَرَءَيْتُمْ اخبرونی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ ۔ إِنْ أَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری شنوائی لے لے ف یعنی بہرا کر دے یعنی جو قوت کان مین رکھی ہے اسکو گرفتہ کر دے یا خود کان ناپید کر دے وَأَبْصَارَكُمْ اور تمھاری بینائی لے لے وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ تمھارے دلون پر مہر کر دے ف کہ کچھ تمیز کسی چیز مین نہ رہے ۔ مَّنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ تو بھلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون الٰہ ہے کہ تم کو یہ چیزین لا دے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لین یعنی تمھارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لا دے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم مین سے بہرے اندھے پاگل ہین حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت الٰہی عز و جل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لا دے پس معبود خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو ۔ پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر مہر ایماندار کو تعجب دلایا اور جن کی نظر مین وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُن کو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا ۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہین آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ نصرف یعنی
کس طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین اُن کو دیتے ہین۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر وے ان دلالات سے اعراض کرتے
ف کہ ایمان نہین لاتے ہین قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اے محمد ان مشرکون سے کہدے کہ بھلا مجھے بتادو کہ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً
اَوْ جَهْرَةً۔ لیلاً او نہاراً۔ اگر تم پر اللہ تعالی کا عذاب آجاوے دن مین یا رات مین تو بھلا اس عذاب مین کون تباہ ہوگا ف بغتۃ یعنی اچانک
سے مراد رات کو سوتے مین اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے مین۔ بقرینہ قولہ تعالی بیاتاً او نہاراً ماذا یستعجل الآیۃ۔ اور یہی حسن بصری رح نے کہا اور بیضاوی
مین ہی کہ بغتۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونیکے جو عذاب آنے پر دلالت کرین اور جہرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے بالجملہ اگر
اس طرح تم پر عذاب آجاوے تو بتاؤ کون مرے۔ هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کوئی ہلاک
ہوگا سواے ان لوگون کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہین ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہی کہ انھین سے اس امر کی خبر مانگی
یعنی مستفسر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہی اور حدیث مین آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتون کی نصیحت اور بری
باتون سے منع نہ کرینگے تو امید رکھین کہ بدکارون کے ساتھ منع نہ کرنیوالون کو بھی عموماً اللہ تعالی عذاب مین پکڑے تو ہمین منع نہ کرنے
والون کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث مین ثابت ہی کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہوجاتے ہین اور قیامت مین اپنی
اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے تو مراد اُس سے یہ ہی کہ وہ وقت اُن نیکوکارون کے حق مین باعث فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا
اُن کے حق مین رحمت ہی اور بدکارون پر عذاب ہی اور یہ بعض روایات مین خود مصرح ہی اور آئندہ انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا پس اگر
ظالمون سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم الٰہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہی یعنی عذاب کی
موت وہی مرینگے جو ظالم ہین پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافرون کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا۔ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ۔ اور ہم تو بھیجتے نہین رسولون کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف یعنی ایمان لانیوالے کو جنت و رضائے الٰہی کی
خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نور حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہین اور کفر کرنے والون کو دوزخ سے انذار کرنے والے
کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت مین کافر خوب جان لیتے ہین اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو۔ پس نیک بخت وہی ہین جو اس بشارت
و ڈراوے پر سمجھ جاوین غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہی کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سناوے کافر کو۔ فَمَنْ اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا
وَاَصْلَحَ اور صلاح کی ف اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی صلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہی اور نہ کچھ غم ہی ف بعد موت کے دائمی راحت ہی۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جنھون نے ہماری
آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس۔ يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ اُن کو عذاب جا لگے گا بسبب
ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے۔ قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے۔ بالجملہ رسول اسواسطے نہین ہوتے ہین کہ حق
بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُن سے جہالت سے آیتین مانگو بلکہ خود ضمیر ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہی
لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالی کا احسان ہی کہ رسول بھیجدئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلا دیے یہ احسان بہت
بڑا ہے عجب ہی کہ کھلی نصیحتین و تنبیہ ہو اور پھر منہ موڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالی عز و جل پاک بے پرواہ ہی مانو ورنہ اپنے آپ کو خوار کرو ف
فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالی نے تمہارے سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کرلیا اور بینائیون کو صنائع قدرت سے عبرت

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلوں سے معرفت نیست کردی تو بھلا کوئی شخص ہے کہ ان ابواب میں سے کوئی دروازہ کھولدے سوائے
اسی پاک پروردگار ذوالجلال والاکرام کے۔ کلا ہرگز کوئی نہیں ہے بلکہ وہی پاک تعالیٰ اپنے فضل سے ابتدا میں نعمت دیتا ہے اور وہی انتہا میں
فضل سے اسکو تمام کردیتا ہے۔ قولہ فمن آمن واصلح الآیۃ۔ جسنے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو
درگاہ الٰہی میں پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و تعریف
سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر
محجوب و منقطع ہونے کا ڈر و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کرکے بیان کیا کہ
جس نے ظاہر کو امور شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا اُن کو کچھ خوف
وملال نہیں ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم۔ قال المترجم پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مکابرات و بیہودہ
خواہشوں کا دروازہ بند کردیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یوں کہدے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ
تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہیں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں

مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝
فرشتہ ہوں اُسی پر چلتا ہوں جو مجھکو حکم آتا ہے تو کہہ کب برابر ہوسکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہیں کرتے

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور خبردار کردے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس اُن کا کوئی نہیں اس کے سوائے

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہیں اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
صبح اور شام چاہتے ہیں اُس کا منہ تجھ پر نہیں اُن کے حساب میں سے کچھ

وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر ہے کچھ کہ تو اُن کو ہانک دے پھر ہووے بے انصافوں میں سے

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب

بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
میں کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے حق ماننے والے اور جب آویں تیرے پاس ہماری

بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ
آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی کہ جو کوئی

ع ۱۱

عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یون ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

ما وردی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کر فی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عز وجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزائن نہین کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ۔ مین تم سے یہ نہین کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہین ف یعنی اللہ تعالی کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہے۔ خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہے خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہے اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ۔ اور نہ مین غیب جانتا ہون ف اے ماغاب عنی ولم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہے اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا اور اجماع ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ علی الاطلاق سوائے حق تعالی جل جلالہ کے کوئی نہین اور جبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہے کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہے اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل ع بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہے کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے آپنے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی مین ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہے اور کہین شرع مین کسی حدیث و آیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہے لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالی دانا تر ہے کہ کب ہوگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاوین در تحقیقی علم فقط اللہ عز وجل کو ہے اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہے اور اللہ تعالی کو جو عالم الغیب کہتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالی سے غائب نہین تا کہ وہ اُسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہے کوئی زیادہ جانتا ہے کوئی کم جانتا ہے حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو آپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہے تو وہ اس سے غیب ان نہین ہو گیا جیسے عوام کا حال ہے کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلادی جو عوام کی نظر سے مخفی ہے تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالی اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھون پر جاکر ڈالو اُن کی آنکھین روشن ہوجاوینگی تو سیکڑون کوس کے
فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک مین پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کردیا اسمین سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا
ہے ع کسے پرسید ازان گم کردہ فرزند ۔ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ۔ ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی ۔ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ۔ بگفت
احوال ما برق جہان ست ۔ دمی پیدا و دیگر دم نہان ست ۔ مترجم کو یہ گفتگو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگون
نے افراط و تفریط کرنی شروع کردی ہے اور بدتر جہالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوشائین اور رندے فقیرون سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان
سے بھی نصیب نہین ہے اُن سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور
غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رندے جوگی مین ہے
وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہو
اور خاتمہ بخیر نہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل مین یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہوکر اپنے کو خراب کرتے ہین تو واضح
رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یون ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتون سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ
بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوشائین یا رندے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے
ہین کہ ایسا ہوگا پھر جہان وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے
جو سن بھاگا اور سیکڑا اُبھر باتین جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہین اسمین کوئی سچی پڑجاتی ہے اور کوئی جھوٹی پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ
سے یہان ایک بھید بضرورت ظاہر کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہین خواہ وہ حق طور پر یعنی
شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو بہرحال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہوجاتا ہے تو روح حیوانی
جو اس جسم کے متعلق ہے وہ کھل جاتی ہے اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکون کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ
کچھ ایمان و کرامت و کمال نہین ہے بلکہ ایک عمل ہے حتیٰ کہ انگریزون مین مسمریزم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتین اور
لوگون کی نظر سے پوشیدہ باتین بتادیتے ہین لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے کہ یہ جانورون کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر
معتقد ہوجاتے ہین حالانکہ یہ فقط استدراج ہے جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہین ہے بلکہ بزرگان دین اسکو بہت بُرا جانتے
ہین کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہے اور روح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلون مین سے ہے گذر جاتے
ہین تاکہ ناسوت کی طرف توجہ ہوجانے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال مین نہ پڑجاوین اور یہ بات شیخ ثناء اللہ قدس سرہ پانی پتی
نے رسالہ تصوف مین اور دیگر بزرگون نے مصرح بیان کردی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا مین اُڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان
گمراہ استدراج والون کی نقل کردی ہین تاکہ عوام جاہل متنبہ ہوکر اپنا ایمان برباد نہ کرین اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی
ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہین اور اسکی توحید نہو تو کچھ ایمان نہین ہے ۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ
جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ لا اعلم الغیب ۔ کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہدے کہ مین غیب کو نہین جانتا یعنی جہانتک مجھے مشاہدہ ہے وہ تو معلوم ہے مگر جو مجھ سے غائب ہے اگر
وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو مین جانتا ہون اگرچہ آسمانون و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہین گیا تو وہ مین نہین جانتا ہون

اور سنن دارمی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث مین جس مین آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا ہے مذکور ہے کہ فعلمت مافی السموات و مافی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے آیت وکذالک نری ابراهیم ملکوت السموات الآیۃ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل مین نقل کیا اور بعد کلام طویل کے مسند احمد رح سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ مین حسن صحیح لکھا ہے اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہے اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتون سے باز رہین اور راہ راست سے تجاوز نہ کرین واللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکون سے کہ مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہی ہین تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ مین تمھین دیدون حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود دخوار ہے اور مین یہ نہین کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے باستثناء سے غائب ہے اور مجھے وحی بھی اس کی بابت نہین کی گئی اس کو مین جانتا ہون وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ۔ اور یہ بھی مین تم سے نہین کہتا کہ مین فرشتون مین سے کوئی فرشتہ ہون ف۔ جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح مین مجبور و مطیع ہون اور عالم کی خدمت پر مامور ہون کہ آسمانون کو چڑھتا اترتا ہون۔ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ تم کو مین نہین آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھپر نازل کی گئی ف۔ یعنی مین تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہون کذا فی المدارک۔ بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتین مین نکرون مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کرون یا مکہ کو چوڑا نہ کر دون یا اسمین نہرین چشمے نہ جاری کرون یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤن اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤن جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی مین کیون فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتون کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہے اسلئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو ملہم کر کے اسپر وحی بھیجی اور اس کو اس استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندون کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہان سے جو بعض لوگون نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتے افضل ہین تو یہ محض بے بنیاد بات ہے اس آیت سے یہ کچھ بھی نہین نکلتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے کہ مین فرشتہ نہین ہون اس سے یہ مطلب نہین کہ مین ایسا بزرگ نہین ہون جیسے فرشتہ ہوتا ہے بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ اے مشرکو تم جو مجھ سے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کامون کے کرنے کی استعداد فرشتون مین رکھی گئی ہے تو مین فرشتہ نہین جو ایسے کام کرون پس اسمین ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہین ہے ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بنجاتے ہین اور پھر ہوا کے مانند نظر نہین آتے یہ تو آدمی سے افضل ہوجاوین جو ایسا نہین کرسکتا ہے فافہم۔ اور مترجم نے پارہ اول مین فی الجملہ بیان کردیا ہے اور زیادہ اسکی حاجت نہین کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ درواقع انبیاء افضل ہین ملائکہ سے کیونکہ دین مین اسکا کوئی فائدہ متعلق نہین ہے پس اس بحث مین پڑنا بیفائدہ ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ وَالْبَصِيرُ یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی کہدے کہ بھلا کہین اندھا اور بینا برابر ہوتے ہین دونون یکسان نہین۔ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ کیا تم اسمین فکر و غور نہین کرتے تاکہ سمجھکر تم بھی مومن ہوجاؤ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وَأَنذِرْ بِهِ ڈرسناوے اس قرآن سے۔ ف۔ اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہین جسکے ساتھ ڈرانا بھی ہووے۔ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ۔ ان لوگون کو جو خوف کرتے ہین کہ محشور کئے جاوین اپنے پروردگار کی طرف ایسے حال مین کہ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ۔ نہین ہے ان کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ۔ کوئی ولی جو ان کی یاری کرے اور نہ سفارشی کہ ان کی شفاعت کرے لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔ تاکہ تقوی کرین ف۔ یعنی اس ڈرسنانے سے ان کے

حق مین امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقوی کرین بایں طور کہ جس حال معاصی مین ہین ان گناہون سے الگ ہوجاوین اور فرمانبرداری کرنے لگین مفسر رح نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہین جو گنہگار ہون حاصل آنکہ ابتدائی حالت مین بسبب اسکے کہ خیالات و افعال زمانۂ جاہلیت سے نفوس کو مشق ہو گئی تھی تو دل مین ایمان آجانیکے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتون کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب مفلس مسلمانون سے پرہیز کرنا اور اُن کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقوی ہین پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتون سے تقوی کرین اور اس صورت مین یخافون کے معنی یہ ہین کہ حشر کا یقین کر کے خوفناک ہین پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہے لیکن ان لوگون کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہے بخلاف ان لوگون کے جو حشر کے منکر و کافر ہین کہ اُن کو واقعات حشر سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انذار مین بعضے وہ مشرک بھی داخل ہون گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہین اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہین لائے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگون کے واسطے نافع ہے جو ازلی فہم سے سرفراز ہوئے ہین کہ وہ سمجھ جاوینگے جیسے کہتے ہین کہ تم ان کو یہ نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہین۔ قال فی المدارک جب غیر متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہوجاوین تو پھر متقیون کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی سے دور نہ کیا جائے بقولہ۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ دعا بمعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر محافظت۔ قال ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد رح سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرینہ قولہ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہے اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیان رح سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہین اور اقرب آنکہ دوام ذکر و یاد الٰہی کو شامل ہے باوجود اُن کے ضعف و محتاجی کے محض افتقار و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مت ہانکیو ان بندون کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرتے ہین صبح و شام۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اُسی کے وجہ پاک کو چاہتے ہین ف یعنی اس عبادت و دعاء سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اُسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہین اور تمام مراد اُن کی رضاء الٰہی ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہین ان کو اپنے پاس سے دور مت کر بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ و لا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا و لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و اتبع ہواہ و کان امرہ فرطا۔ یعنی روک رکھ اپنے نفس کو ان بندون کیساتھ جو پکارتے ہین اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہین اُسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھون کو ان بندون سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسر رح یہ لوگ مسلمانون مین سے محتاج فقیر تھے اور مشرکون نے ان کے حق مین طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ اُن کو اپنی مجلس سے دور رکھین تاکہ ہم مشرکین آپکے ساتھ بیٹھین اور حضرت صلعم نے ان مشرکون کے مسلمان ہوجانیکی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکون کے آنیکے وقت مین ان کو ہٹا دیا کرین تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا مترجم کہتا ہے کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بدون تعب و تکلف کے انجام کر دینا لازم ہے لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہین تو ایسا کر دیا جاوے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبون کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث مشرکون کی خاطر کیواسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کر۔ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تجھ پر اُن کے حساب مین سے

کچھ بھی نہین ہوف اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن مین پسندیدگی نہین ہو۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ
شَيْءٍ تیرے حساب مین سے بھی ان پر کچھ نہین ہے فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو ان کو مطرود کرسکے فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ سو تو ظالمین سے ہو جاوے
ف اگر ایسا کرے وفی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپ کے پاس صہیب
و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکورہ نے ان مین طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم مین سے
ان لوگون سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہین کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ مین سے اور ہم انھین کے پیچھے ہو جاوین
تم ان کو دور کرو تو شاید ہم تمھاری پیروی کرین پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر به الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم تا قوله بالشاکرین
رواہ ابن جریر و احمد اور روایت احمد مین اختصار ہے اور روایت ابن جریر مین نزول آیت۔ ولا تطرد الذین یدعون الآیۃ۔ مذکور ہے اور ابن
ابی حاتم کی روایت خبابؓ مین اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونون کے مسلمان ہونیکے انھین صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ
عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورہ مکیہ ہے اور یہ دونون ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے
پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوریؒ نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعدؓ[1] رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ
صلعم کے حق مین نازل ہوئے جنمین ابن مسعودؓ بھی ہین کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین سبقت کرتے اور آپکے قریب ہوکر آپ کا
ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والون نے کہا کہ تم ان لوگون کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا ولا تطرد الذین یدعون ربهم الآیۃ۔ رواہ
الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین و رواہ ابن حبان فی صحیحہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلعم
کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرماوین اور ان پاک غریبون کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم
ہون اور حضرت صلعم کو معذور سمجھین فافہم واللہ اعلم۔ پھر واضح رہے کہ حدیث عائشہؓ مین صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہے کہ ہر آدمی کو اسکے درجہ پر رکھین
اور معنی یہ ہین کہ شرع مین جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کرین اور اس زمانہ مین لوگون نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری
تکریم و تعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہے جیسے خادمون کے دلون مین مخدومون کی اور اولیاء و نیک بندون کی تعظیم مین بعضے تو افراط کرتے
ہین اور بعضے تفریط کرتے ہین اور یہ سب باتین مشعر ہین کہ نور ایمان سے بے خبر ہین اللہ تعالیٰ ادب و صلاحیت و توفیق عطا فرماوے اور واضح
رہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہے اول مین غریبون کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آخر زمانہ مین پھر غریبون ہی مین رہ جاویگا لہذا غریب مسلمانون
کو مبارکباد ہے اور غریب وہ ہین جو فساد و بگاڑ کے وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون چنانچہ حدیث مین خود تفسیر آئی ہے واضح
ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبون کو پاس نہ بٹھلاوین جیسے ہمارے زمانہ مین مغرور مالدارون کو یہ
عار ہے کہ غریب قومون و پیشہ ورون کے برابر کھڑے ہو کر مسجد مین نماز نہ پڑھین اور نہ وعظ سنین۔ حالانکہ حدیث صحیح مین ہے کہ جس کے دل مین رائی برابر
غرور و تکبر ہوگا وہ جنت مین نہ جائے گا۔ علماء نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ بدون دوزخ مین جو ادنیٰ عذاب پائے ہوئے جنت مین داخل نہ ہوگا
بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب
باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔ اور یون ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ مین ڈالا ہے ف
یعنی جیسے یہان یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان مین ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو ذلیل قوم کہلانیوالون
سے اور جن کو تونگر کیا انکو فقیر لوگون سے مقابلہ کرکے امتحان کیا اس طرح ہم نے کرے قوم کہلانے والون اور فقیرون کو ایمان لانے کی

[1] سعد بن ابی وقاص ۱۲

ہدایت میں مقدم کریا ۔ لِيَقُولُوٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۔ تاکہیں کہ کیا یہی کمینہ ہیں کہ ہمارے بیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انھیں پر احسان کیا ہی ف یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہیں وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و رذیل وہ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں سے احسان کیا یا ہیں طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہی انکو ہدایت دیدیے اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و رذیل لوگ پاگئے ہیں اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی لئے کچھ نہیں ہر پہلے ہم اسکو اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں بیوقوفوں کو رد کردیا بقولہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ یعنی کیا یہ بات نہیں ہر کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی اُن بندوں کو جو شکر گذاری کرنیوالے ہیں ف پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ہاں او تعالیٰ جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خبیر ہی اُسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور و متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے چھوڑ دیا و نعوذ باللہ من الکبر والضلال و نسالہ الہدایۃ وہو العلی المتعال ۔ حدیث صحیح میں ہی کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں و رنگ کو نہیں دیکھتا ہی ولیکن تمھارے دلوں کو اور تمھارے کاموں کو دیکھتا ہی ۔ رواہ مسلم ۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ رح سے مرسل روایت کی کہ عتبہ بن ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و مطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کا فروں کے ساتھ ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آزاد کئے ہوئے اور ہم سے قسم سے عہد و پیمان باندھے ہوئے ہیں دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کئے پاجانے ہیں تو البتہ ہمارے دلوں میں وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع کریں پس ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ ایسا کریں دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کدہر جاتے ہیں تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور و محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولی حذیفہ و صبیح مولائے اسید اور حلفا میں سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبد اللہ و عمرو بن عبد عمرو اور ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفا تھے پھر قریش کے بڈھے کافروں و موالی و حلفاء کے حق میں نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ ۔ پھر جب یہ آیت اُتری تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ہماری آیات پر ۔ فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ تو کہدے اُن سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور اُن کو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقرر کر لیا ہے اور وہ یہ ہی کہ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ۔ بفتح انہ بدل رحمت ہی اور ایک قرأۃ میں انہ بالکسر ہے یعنی شان یہ ہی کہ المعنی جس نے تم میں سے کوئی بری بات کی بسبب آنکہ اسوقت اسکو نہ جانتا تھا ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔ پھر رجوع کیا اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے ۔ وَاَصْلَحَ ۔ اور نیک کام کئے ۔ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہی ف ایک قرأۃ میں فانہ بفتح ان ہی یعنی تو اسکے واسطے مغفرت الٰہی ہی یعنی وہ مغفور و معاف ہی ۔ الجہالۃ بفتح اول قرأۃ مشہور ہے اور بعض سلف نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہی اور عکرمہ نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہی ۔ اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اسمیں ہی کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی رواہ البخاری و مسلم وغیرہما وَكَذٰلِكَ ۔ اسے کما بیناہ ما ذکر کذلک نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ۔ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا ۔ ایسے ہی ہم

مفصل بیان کرتے ہین آیات کو یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ ولتستبین سبیل المجرمین۔ اور تاکہ
کھل جاوے راہ مجرمون کی جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تستبین کے اول تار فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہے بنابر آنکہ مونث
معنوی ہے اور حمزہ وکسائی کی قرأۃ مین یستبین بیائے تحتانیہ ہے بنابر آنکہ سبیل مذکر ہے اور دونون طرح مستعمل ہے اور نافع کی قرأۃ
مین تستبین بالتار الفوقیہ وسبیل کو نصب ہے پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے بمعنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو۔ فی العرائس
قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تنزیہ نبوت ہے کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا۔ قولہ۔ ولا اعلم الغیب۔ اسمین اظہار تواضع ہے
کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف و افضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت وجبروت
کے سامنے یون ہی خضوع وخشوع مین ہین قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔ اور مجکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہے۔ قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ جو
حکم ہوا اسی کا عامل ہون۔ قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہے اور مجھ مین فانی ہو کر میری ہی آنکھون سے بینا
ہے دونون برابر نہین ہو سکتے تم کو کچھ غور وفکر نہین ہے اور اسمین مصطفےٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہے کہ عین تجرید وتفرید مین انانیت سے کچھ
بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہے کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہے کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ بالجملہ
جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہین مگر لقاء قدم سے انانیت کا وجود نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہے جسکو راہ ہدایت نہ
سوجھے اور بینا وہ ہے جو خالق عز وجل کی صنعت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے۔
اُستاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور وتاریکی یکسان نہین اور کفر وتوحید ہرگز یکسان نہین ہین قولہ۔ وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ
نہایت واضح ومستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہے اور راہ شرع کمال لطف ورحمت سے بہت آسان ووسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچتی
ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہے اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہے پس یہ تو ممکن نہین کہ
حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا نہ ہو اور
یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہے کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کو ئی مطالعہ کی مجال
نہین رکھتی اور یہ فضل ہے کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت وبھید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انھین کو
کارآمد ہے جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کئے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے واصل نہین
ہو سکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات وفکر سے مبرا ومنزہ ہے کیونکہ تنزیہ
کی انتہا نہین اگر تمام مخلصون کو بعد اقرب ہونیکے مردود کر دے تو پاک بے پرواہ ہے اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی
محاسبہ سے پاک ہون گے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظر ہائے اسرار کہان تک غیر پر پڑتی ہین اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع۔
اگر مین انکو اپنی درگاہ سے رد کرون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہو سکتا۔ قولہ لعلہم یتقون۔ اپنے نفس سے پاک ہون باین طور کہ میری یاد و
ذکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات واصحاب صدق سب کو
خوف ہوتا ہے اس چیز سے جو ان کو ایمان وتوکل ویقین وغیرہ انواع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے
وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ اُن سے لذت اُٹھاتے اور نہ اُنپر اعتماد کرتے ہین اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون
ان یحشروا الی ربہم الآیۃ سے ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ ان کو خوف ہے کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ وشفیع لاوین قال المترجم

توجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت مین فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہین کہ محشور ہون اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع
نہین ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیۃ سے کوئی شفاعت نہین کرسکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص کاربندگان
حق عزوجل کا یہ حال کہ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن و قال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق مین سفارش کرینگے پس
ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہین ہے اسی واسطے دعائے اذان مین آخر مین کہتے ہین کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ
یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہم کو روزی کردے - شیخ ابو عبدالرحمن رح نے فرمایا کہ مین نے استاد ابوسہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ
کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہین ہین اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جن کے وصف مین اللہ تعالی نے فرمایا و انذر بہ الذین
یخافون الآیۃ - اور فرمایا - ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیۃ - واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ مین کہا کہ جسکو
بادشاہت نے قطع کردیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہین ہے اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف
راہ پاتا ہے اور قولہ لعلہم یتقون - کے اشارہ مین کہا کہ اس سے تقوی و پرہیز کرین کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بناوین - اور کہا گیا کہ خوف یہان
علم ہے اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہے اور جو قلوب کہ جہل مین لپٹے ہوئے غافل ہین وہ خوف
نہین کرتے ہین قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی - نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد اسمین ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح
فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالی کی قبولیت ہے ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کرلیا کسی سبب سے اسکا تعلق
نہین ہے اور جیسے اللہ تعالی کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہین ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہین اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے - اور
جس طرح اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفے رسول کرلیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ
دخل ہو اسی طرح آپکے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت مین کوئی
علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شیئ و ما من حسابک علیہم من شیئ - جیسے ازل مین آنحضرت صلعم کے حق مین سبقت اختصاص
بنبوت و رسالت ہوا اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ اہلیت و صلاحیت
حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنین آنحضرت صلعم کے قدمون کے نیچے رکھین اور
اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگون کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا - لیکن فضل فقط اللہ تعالی کے قبضہ قدرت مین
ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا - کما قال تعالی - ہو الذی ایدک بنصرہ
و بالمومنین اور جب مومنون کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھین
اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کرین اور انھین کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ
اے مت منع کر ان لوگون کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودہ ناکارون کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ
ہدایت تو میری مشیت پر ہے اور تو نہین یہ کرسکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ دارون مین سے ہدایت کردے انک لا تہدی من احببت
ولکن اللہ یہدی من یشاء - ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور انجملہ یہ محتاج فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و خباب و مقداد وغیرہ
کے ہین جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالی کے شوق جمال اور شوق لقاء مین اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہین اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ - کے
ہین - اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہوکر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہے

اور وہان ظہور تجلی قدرت وجلال عظمت ہے اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جسمین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے
قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال مین فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہے
کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ و ظہور برکت ہے اور دعا سے زیادت محبت وشوق و قرب مشاہدہ چاہتے ہین اور قلب پر ہر شام احوال
بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہے تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت وکبریا مین فنا ہے اور ہر نفس عارف مین ایک
حال ایسا اور شب وصال ہے۔ گویا ہر دم مین وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد اُن کی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال والاکرام
مین فنا ہوجاوین۔ اور نیز ان دونون وقتون مین دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات وحالات سے ان کو ان
دونون وقتون مین سکون ہوتا ہے لیس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہے چاہتے ہین اور دعا
کرتے ہین کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہے پھیرے جاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے
کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر دم ہر نفس مین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ یہان
ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہے جس کے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت
وہ نکرت سے معرفت کی طرف فرار کرتے ہین اور سطوات وسبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات
مقام نکرت ہے تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سوائے
اسکے کہ اُس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا ہی کہ ہدایت کی طرف رجوع
کیا جاوے پھر اوتعالی سبحانہ نے مخصوص کردیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی
منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن مین تشابہ ہے اور وہ اسکے جلال وجمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون و مشتاقون و
محبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات
سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلی مرتبہ ہے اور جو اولیا رکہ مرتبہ عشق مین ہین وہ عارفین وموحدین کے مقابلہ مین ایسے
ہین جیسے سمندر مین چند قطرات ہوتے ہین۔ قال المترجم آداب اذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہے اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب
پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسیوقت کہ توحید ربوبیت بقرب نوافل حاصل ہونیکے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہے اگرچہ معرفت توحید حاصل
ہو کیونکہ نکرت سے خلاص یہان گویا محال ہے اور اللہ تعالی سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل و عین الجمع ہے اور
نیز اُن کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اوتعالی پاک ہے اشارہ تشبیہ وتعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اس کے
خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہے اور اسم پاک کے تحت مین سمع وبصر وکلام وجملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق
ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک وصفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شئی ہالک الا وجہہ کے معنی
یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اُسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات وصفات
باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہین گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہے پس جب یہ بات ہے تو یہ لوگ جن کا آیت مین ذکر ہے یریدون وجہہ سے
وہ جمیع ذات صفات کو بوجہ محبت وشوق چاہتے وارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اوتعالی ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح
عطا کرے کہ اُن کے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ اوتعالی نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا کہ ارادت

کیونکہ ہے پس ابو یعقوب نہرجوری سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہو فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی۔ بقولہ۔ ولا تطرد الذین یدعون ربہم یعنی ہمیشہ یاد میں رہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کریں ایسے مریدوں کے حق میں مشائخ کو چاہیئے کہ ان پر مہربانی رکھیں اور جو لغزش ان سے سرزد ہو اسکو عفو کریں۔ بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربہم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز اُن کو مشغول نہیں کرتی ہے کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ ہر حال میں اُس کی خدمت کے دروازہ پر بندگی سے قائم ہیں اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہیں۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہاں ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح وشام سے یہ اشارہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہیں یعنی ہر وقت یاد میں بدون فتور ہیں اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور رہے تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا میں کبھی مشغول نہیں۔ کما قال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ اُمور معاش فی کسب حلال بجالاتے ہیں مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشیخ اور اسمیں ایک اور لطیفہ ہے کہ ان کو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح وشام کا ذکر کیا تاکہ جواز وکفایت اُمفیں احکام شرعی ظاہری پر رہے کہ فی الجملہ راحت نفس حاصل کریں اور یہ کمال شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت میں جل نہ جاویں اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاویں۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبیٰ کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کیواسطے تجرید وتفرید میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرداخت میں خود کلام فرمایا یعنی مت طرد وکرالی آخرہ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنور جلال ومعرفت وہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اُس کے پاس آتا ہے اور آیات الٰہی اُسپر جاری ہوتے ہیں پس کرامات وآیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور ومتکبر ومکار اُن سے جلتے ہیں کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ اُن کی بدی وبرائی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لاویں چنانچہ ان پاک بندوں سے مغروروں نے ٹھٹھول ومذاق کیا جیسا کہ اوتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہیں۔ اہؤلاء من اللہ من بیننا۔ یعنی ہم ایسے اور ایسے ہیں اور یہ کیا چیز ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انعام معرفت ودرجات کا اُن پر کیا اسکے شکر میں وہ اپنی جان ومال کو اخلاص سے فدا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہیں ان کو بھی اوتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں چند نکات ہیں ازانجملہ آنکہ فقیر کا فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تونگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور ازانجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بعض کو بعض سے مشغول کیا تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندوں کو جو راہ حق میں اپنے نفس کی طرف اور غیر حق کی طرف ایک دم نہیں دیکھتے ہیں۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا ونہ دنیا غنی کی طرف سے تصور کرکے اس سے رنجیدہ ہو اور فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہو اسکو ادا نہ کرے یا دلیوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ کی طرف راجع ہوں۔ قولہ تعالیٰ واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ میں آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام مشاہدہ ہوتا تو تو اسلام قولا من رب رحیم ہے غور سے دیکھ کہ کیونکہ گنہگاروں کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا دیں کیونکہ انھوں نے میدان قہر میں امتحان کی مشقت اُٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ میں

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے اُن کو سلام پہونچایا اور خود ان کی مواسات کی - قال کتب ربکم علی نفسه الرحمة - ازل مین ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ اُن سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ مین عارض ہے پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ اُن کو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندون کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو رحمت کبری ہے پہونچاوے اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور یہی فرمایا - انه من عمل منکم سوء بجهالة یعنی بسبب نادانی کے عرفان جلال وجمال قدم سے قوله ثم تاب من بعده - اپنے نفس سے او تعالی عز وجل کی طرف رجوع کرلایا - واصلح - قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت ونفس سے پاک کیا - فانه غفور رحیم - یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلین اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نور عظمت وجلال کبریائی مین فنا ہو جاوین بعض نے قوله سلام علیکم کے معنی مین کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالی بلا واسطہ مومنون پر سلام فرماتا ہے ابراہیم بن المولد نے کہا کہ واللہ اللہ تعالی خود ہی مومنون پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اسمین واسطہ ہین - واسطی رح نے قوله کتب ربکم علی نفسه الرحمة - کے معنی مین کہا کہ اللہ تعالی ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہین کہ اپنی عبادت سے اس کی رحمت کو پہونچے ہون اور اُسی کی رحمت ہی سے جو فضل وانعام از انجملہ جنت ہے - بندون نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہین پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا کہ مین بھی نہین اپنے اعمال کی وجہ سے جنت مین جا سکتا مگر اسی طور سے جنت مین جاؤنگا کہ اللہ تعالی مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیگا - اور ابن عطا رح نے کہا کہ جس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالی کی رحمت کیساتھ علم ومعرفت سے ہے اور بعض نے قوله فقل سلام علیکم - مین کہا کہ تو پہلے انکی قدر ومنزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کردے قبل اس کے کہ تجکو سلام کرین - قال المترجم - یہ حکم نفس آیت سے نکلتا ہے اور مروی ہوا کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنون کو سلام کرنے مین پیشقدمی کرتے - مگر آنکہ مومن ہی پیشقدمی کرجاوین بعض نے فرمایا کہ جس پر ازل مین رحمت ہوچکی اب دنیا مین اور آیندہ اُسپر رحمت رہیگی - ابو عثمان نے کہا کہ او تعالی نے خاص بندون کے حق مین ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے - بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی صفت ہر حال مین تجلی کیئے ہوئے ہے پس ابتدائے رحمت وانتہائے رحمت سے سزاوار سلام ہین یعنی جو لغزش وگناہ درمیان مین ہوئے وہ رحمت سے عفو ہون یا گو نہ عذاب سے بہرحال آخر اُن پر رحمت وسلام ہے -

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ

تو کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجون جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے		تو کہہ مین نہین چلتا تمھاری خوشی پر

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ

تو مین بہک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا		تو کہہ مجکو شہادت پہونچی میرے رب کی		اور

كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ

تم نے اس کو جھٹلایا ہے		میرے پاس نہین جسکی شتابی کرتے ہو -		حکم کسی کا نہین سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

کام میرے اور تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی

لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا

اُن کو نہیں جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں جھڑتا کوئی پات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ ۔ اے تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہدے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جن کو تم نے معبود جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں ف یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اسمیں دلالت ہے کہ دعاء عبادت ہے پس سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز سے ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۔ کہدے میں نہیں پیروی کروں گا تمہارے کفریہ خواہشوں کی ف ان چیزوں کی عبادت کرنے میں قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا ۔ میں ایسی صورت میں گمراہ ہوا ف یعنی اگر تمہاری خواہشوں کی پیروی کروں یا ان چیزوں کی عبادت کروں وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اور میں راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہا ف حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کہ میں تمہارے گڑھے ہوئے معبودوں کی پرستش کروں پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ مجھکو اسپر ثبات واستمرار ہے اور اہل تحقیق نحوی وبیانی علماء کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بغرض پسندیدہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ۔ کہدے میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں ف تفسیر بینہ میں بعض نے کہا کہ بینہ بمعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہوں قولہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہوں جس سے یقین توحید حاصل ہے اور معنی میں دونوں قول متحد ہیں اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ بمعنی وضوح وظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہے کہ برہان ودلیل کے مقابلہ میں تکذیب نہیں آتی اور شاید یہ بمعنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت ویقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہوائے نفسانی وشک میں نہیں ہوں وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۔ حالانکہ تم نے رب عز وجل کو جھٹلایا ہے ف معنی یہ ہیں کہ تو کہدے کہ میں یقین پر ہوں اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہے کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب وثواب نہیں مانتے ہو مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۔ جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے ف یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانیوالا ہوں اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہیں ہوں ۔ یہ بھی مشرکوں کی جہالت تھی اور قولہ تعالیٰ ولنذیقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر ۔ سے ثابت ہے کہ عذاب اکبر تو آخر میں بحسب مشیت وتقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط وغیرہ وقتل بدر سے معذب ہوئے ۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً یہاں مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت میں حضرت باری تعالیٰ عز وجل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی میں دم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ نہین حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عز وجل وحدہ لاشریک کا حکم ہے
يَقُصُّ الْحَقَّ ۔ وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بعذاب و ہلاک
کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے ۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۔ اور وہی بہتر حاکمین ہے ف اور مفسر وغیرہ
نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرأة مین یقص بتشدید صاد مہملہ ہے اور معنی یقص الحق اے یقول الحق ۔ حق بات کو فرماتا
ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع
مین ہو وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الٰہی ہے پس اجماع تو حکم الٰہی سے حجت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالیٰ
انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام
بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لاتعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ بیان ہوگی ۔ پھر حکم دیا کہ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۔ کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے
تمھارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ف یاین طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ مین تمھاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھ پر نازل کر دیتا اور آرام مین ہو جاتا
لیکن چونکہ میرے پاس میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین تو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہے
ف یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون و منکرون کا
عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے اختیار پاکر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رض سے روایت ہے کہ انھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی
اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپنے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجکو پہونچی جبکہ
مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا اور راہ
مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون و لڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ پن کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے ۔ پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا
یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اُٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارۂ ابر مجھ پر سایہ کئے ہے مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر
آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپکی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا
ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیئے اسکو حکم دیجئے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپکی قوم
نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سُنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس
اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنی مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ مین ان پر گرا دون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے اُمید ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجین اور اس کے ساتھ کچھ شریک کرین رواہ مسلم والبخاری ۔
پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دئے جائین مگر آپنے درنگی فرمائی مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر
نے یہ سوال ذکر کر کے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین
ہوتا تو آپ اُن پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہے بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اس طرح اُن کو نیست
کر دون پس آپنے اُن کے حق مین درنگی چاہی ۔ واللہ اعلم ۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب ۔

ف یعنی خزائن غیب یا وہ راہیں جنسے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور
غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کنجی ہے
یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول بامور غیب ہو ان کو کنجیاں اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لَا یَعْلَمُهَا
اِلَّا هُوَ۔ ان کو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا ہے ف وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ میں مذکور
ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالی
کے کوئی نہیں جانتا اللہ تعالی کے پاس ہے قیامت کا علم اور مینہ وہی نازل کرتا ہے اور مونث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو وہی جانتا
ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل
الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمر رض جسمیں جبرئیل
نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگوں کے اسلام و ایمان و احسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جنکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر یہی
آیت مصدرہ پڑھی۔ ہر دو حدیث صحیح میں ہیں۔ واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہو اور قرائن اٹکل علامات سے جاننے کو
علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکور در واقع سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے ہاں اٹکل و قیاس علامات تو اور لوگ بھی کیا
کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحاح میں قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ یہاں تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جس دن قیامت آوے گی
پس ان امور مذکورہ کے مانند امور ہیں اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی در واقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی
ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا و کاذب و مردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجھکو اٹکل و قیاس یا علامات
سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کافروں پر عذاب
آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ او تعالی ہی دانا تر ہے کہ آویگا یا نہیں یا کب آویگا۔ پس کاہن و نجومی و رمالوں سے جو لوگ دریافت کرتے ہیں وہ حرامکار
ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے ہیں تو مشرک کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا
تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے قضا و قدر کی باتیں و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور
کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال ثواب و عقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم سے ہیں کیونکہ عقل و قیاس کو وہاں مجال
نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمیں ثواب ہے حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ۔ اور اللہ تعالی ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے ف برّ بفتح اول وہ زمین جسمیں نہ پانی ہے نہ گھاس اور بحر وہ آبادیاں جو
کسی نہر و دریا و سمندر پر واقع ہوں کذا قال المفسر اور قاموس میں ہے کہ بحر وہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور مجاہد رح نے کہا کہ بر خشکی
کے جنگل اور چٹپٹ میدان ہیں اور بحر شہر و گاؤں ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک بر و بحر سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ
چٹپٹ میدان ہو یا سرسبز جنگل ہو یا گانوں و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و کھاڑی ہو سب اللہ تعالی
کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان
میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا۔ نہیں گرتا کوئی پتا مگر آنکہ او تعالی اس کو جانتا ہے
ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں و جنبش کو جانتا ہے اور من ورقۃ میں من زائدہ برائے استغراق ہے وَلَا حَبَّةٍ عطف ہے

ورقہ پر - فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ - اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین - وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اور نہ رطب و نہ یابس - اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ - مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہے ف مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثناء سے سابق یعنی لا یعلمہا سے یہ استثنار
بطریق بدل اشتمال ہے علم الٰہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری رح ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار
کے مانند ہے کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین ولا یخفی فی بعد ہذا التاویل - فافہم - حاصل یہ کہ علم الٰہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و تہ زمین وغیرہ
مین ہے حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالیٰ کے حضور مین
ہے ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ - اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہے سبحان اللہ العلی الاعلیٰ - ف قال
فی العرائس - قولہ تعالیٰ قل انی علی بینۃ من ربی - یعنی او تعالیٰ کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہے اور روشن دلائل ظہور نور ازل ہے اور یہ
عالم مین سب سے بڑی دلیل ہے لقولہ علیہ السلام من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا - قال المترجم صوفیہ اس
حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہے پس آپ نے فرمایا کہ
جس نے مجھے دیکھا خواب مین تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہے فان الشیطان لا یتمثل بی - کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا
کذا فی روایات الصحاح - اور جس نے حضرت صلعم کو اسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپکا حلیہ ہے خواب مین دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا
مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے - اور مترجم کا گمان یہ ہے کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہے
اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہے - فافہم - ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیاء بھی ان کے طفیل مین
بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو وحی و یقین ہے اور بینات اولیاء سچی فراست ہے - قال المترجم حدیث مین ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو
کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ
تھے ان کی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے زناکار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین دُرّے مارونگا مترجم
کہتا ہے کہ پردہ چھپانے کیواسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمرؓ نے عین خطبہ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ
نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت اُن کی آواز
درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہے فتفکر - قولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو - علم غیب
فقط او تعالیٰ ہی کیواسطے ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے انکو کوئی نہین
جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ تا قولہ علیم خبیر پڑھ دی - اور سدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے - پھر شیخ نے کہا اور نیز
مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایات ازلی ہے جو بحال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور آیات صفات خزانہ قدیم باقی ہے پھر عنایات ازلی کے نور سے
ان بندون کیلئے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہے تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانین پس ان کے لئے اسرار مکنون ظاہر فرماتا
ہے جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دین اور معاملات و حالات کا اونچ نیچ بتا دین اور
قولہ تعالیٰ لا یعلمہا الا ہو غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے انکے
سب غیوب مخزون ہین ابن مسعودؓ نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزون کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب
کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن ان مین جس قدر بندے خالص کو بتلا دیا وہ جان لیتا ہے پس اولین و آخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہان اللہ تعالیٰ

جب انکو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہین لیکن ان چیزون کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا ۔ اور نیز یہ معنی ہین کہ ان غیوب کے پانے کی راہین کوئی نہین جانتا سوائے اوتعالیٰ کے پس جن بندون پر فضل ازلی رکھا ہے ان کو اوران کے بتانے کی راہون کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ پہچانتا ہے کوئی اور نہین جانتا اور وہ طریقہ یہی ہو کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کرین نیز مفاتیح الغیب ہین سے تجلیات لطف و قہر ہین پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہین اور قہر کی تجلی سے اعداء یعنی کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت ورائے کے اندھیرے مین پھنسکر سنت چھوڑتے ہین اور راہ پر نہین آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد مین و اللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہین جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہین آخر جہنم مین جا پڑتے ہین نیز مفاتیح الغیب وہ درجات ہین کہ قلوب کیلئے خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول روحانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات صفات ہین کشادہ ہوتے ہین اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیاء کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدون کے لئے فراست کے خزانے کھلتے ہین ۔ جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو ۔ مین کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے ۔ رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی اوتعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے ۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ اس آیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہو اور شریر و بے ایمانون پر فتنہ و خواری کھلتی ہو پھر نیکون مین سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب اور اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہین ۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ اوتعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم پر پہلے تو امر و نہی سے ادب سکھلایا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شیٔ سے تہذیب کے اسباب کھولے پھر قولہ وتبتل الیہ تبتیلا سے تغییب کو کھولا پس یہ مفاتیح الغیب مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر مین کشادہ ہوئے قولہ ویعلم ما فی البر والبحر یعنی غیب لطف سے نیک بندون کو پار اُتار دیا اور دشمنون کو دریائے قہر مین غرق کر دیا پس اسمین جو حکمت و اسرار غیب ہین وہی جانتا ہے اور نیز دریائے غیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہین اور ایسے ہی نفوس کے پرپٹ میدان مین جو شہوات کے بھیڑیے ہین وہی خوب جانتا ہے قولہ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسمین آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہو کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ۔ مترجم کہتا ہو کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالیٰ عز و جل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع و بصیر ہو اور سخت عجب ہو کہ بعضے فلسفی بندۂ اوہام مانند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بوجہ جزئی نہین جانتا اور یہ درحقیقت اس طرح علم الٰہی کی نفی ہو پس اگر اسکو یقین نہین تو گمراہ ہو اور محققین علماء نے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت مین تنبیہ ہو کہ ہر خطرۂ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کرین کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم خبیر ہے ۔ اور نیز بیان فرمایا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم کے موافق جاری ہین اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہین جو ہر طرح کے تغییر زمانی و مکانی سے محفوظ ہین وہ تو اس عالم سے جو تحت زمانہ ہو باہر ہے وقد قال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ۔ جو رطب ہو اس کے لطف مشاہدہ سے ہو اور جو تر و تازہ ہو اسکی پاکیزہ قدرت کا ظہور ہے اور جو زرد پڑگیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیاہ تازہ اُبھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہوکر مرجھائی وہ اُس کی پاکیزگی کا بیان ہو کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہو ۔ واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور ہستہ گرنے کا قضیہ بدون موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ

اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

ٹھہرا دیا پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دیگا تم کو جو کرتے ہو اور اسی کا حکم غالب اپنے

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پہونچائے جاوینگے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے تحقیق سُن رکھو حکم اسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

شتاب لیتا ہے حساب

ع ١٤

وهو الذي يتوفكم بالليل۔ توفی کسی چیز کو بھر پورے لینا۔ توفیت الشیٔ و استوفیتہ۔ بھر پور اس شے کو لے لیا اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے جو قبض کرتا ہے تمھاری ارواح کو "سوتے ہیں" پس لیل جو غالب اور اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات بمعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اوتعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسی علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مرا کرتا ہے۔ بالجملہ مفسرین و علما متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیساتھ سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سوجانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہے وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رضی نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یتوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ و اسنادہ منقطع۔ ویعلم ما جرحتم بالنہار۔ ای ماکسبتم فیہ "اور جانتا ہے جو تم نے کمایا دن میں" اور یہ بھی باعتبار غلب

حالت کے ہو کہ دن ہی مین کام کاج کرتے ہین اور رات مین سوتے ہین وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہو واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالی کا علم اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ - اے فی النہار یرد ارواحکم ‑ پھر اُٹھاتا ہے تم کو نہار مین ف ‑ باین طور کہ تمھاری روحین بعد نیند کے پھیر دیتا ہے ‑ کذا قال مجاہد وقتادہ والسدی ‑ بیضاوی رح نے کہا بعث در اصل یعنی موت کے بعد زندہ کر کے اُٹھانا پس یہان توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے بعث اصغر ہوا پھر وارد ہوتا ہے کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو رواح معلوم ہو چکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہین تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہو کما قال ابن کثیر اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہو یعنی پھر اُٹھاویگا تم کو قبرون سے اسی شان و حال کے ساتھ جو تم نے راتون کو سوتے مین اور دن کو اپنے بھلے بُرے اعمال مین صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار ویعلم ما جرحتم فیہ ‑ اور اولی وہ ہو جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم آلہی محیط ہو اور تکرار ان کا فردن کو دن مین اُٹھانا انکے اعمال سے غفلت نہین بلکہ امہال ہو لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ‑ تاکہ میعاد مقررہ پوری کی جاوے ف ‑ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام ہے جو ہر انسان کیواسطے مقدر ہے ‑ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ‑ پھر اللہ تعالی ہی کی طرف تمھارا مرجع ہے ف ‑ اس طرح کہ قیامت کے واسطے اُٹھائے جاؤ اور محشور ہو گے ‑ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ‑ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کریگا ف ‑ اسمین تہدید ہو اور اس سے بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکون کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدون کو انکی بدکاریون کا عذاب دیگا ‑ وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَعْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهِ ‑ وہی قاہر ہے اپنے بندون کے اوپر ف ‑ فوقیت سے ظرف مراد نہین بلکہ علو مرتبہ مراد ہے اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک قاہر ہے از راہ استعلاء اور غلبہ کے یا درحالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندون سے اوپر یعنی بندون پر عجز و بے اختیاری مقصود ہے اور اللہ تعالی کے زیر حکم سب مسخر ہین کسی کو اسکے حکم و تقدیر سے جو غالب ہو سرتابی کی مجال نہین ہو ‑ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ‑ اور ارسال فرماتا ہو تم پر حفظہ ف ‑ یعنی وہ ملائکہ جو تمھارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندون کے امور مین وہی متصرف ہو کوئی اور نہین جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے و عذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظہ پس علیکم متعلق یرسل ہو باین طور کہ اس ارسال مین استعلاء کے معنی ہین یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہو اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ مین فوقیت لائق جلال آلہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہو اور تقدیم اس اظہار کیلئے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہین بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پوشیدہ نہین کہ فوقیت کے معنی استعلاء کی بنظر لغت و فصاحت کلام کی بہت مناسب ہین پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ مین داخل کرنا بے وجہ ہو ‑ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہین یعنی جو حدیث مین آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اُترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہین اُسی وقت اور ستر ہزار اُترتے اور نماز فجر کے بعد جاتے ہین اور ہر وقت نئے اُترتے ہین جو کبھی نہین آئے تھے اور حدیث مین زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے حافظہ اعمال فرشتے بیان کیے ‑ کمافی قولہ وان علیکم لحافظین ‑ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے پھر وہ تا دم مرگ حافظ رہتے ہین اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہین کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہون تو ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونون مین سے ہر کونہ پر اللہ تعالی کی مہرون مین سے ایک مہر ہو اور ہر مہر کے ساتھ ایک فرشتہ ہو اور اللہ تعالی ہر روز اپنے یہان سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہو اسکو محفوظ رکھ ‑ رواہ ابن ابی حاتم کما لفہیم

من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ۔ اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہیں کقولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ
اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے نے کب اور کس وقت
کیا عمل کیا ہے۔ اور یہاں حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہیں بقولہ تعالیٰ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی آدمی کی موت آئی تو اس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہیں ف۔ رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ
فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہے جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ
مراد ہیں جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر مؤکل ہیں۔ قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت
کے مددگار بہت سے ملائکہ ہیں جو بدن سے روح نکالتے ہیں، پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد
احادیث ہیں جو قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گی اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط
وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہیں اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی مرتے ہیں تو ملک الموت کہاں کہاں پہونچتے ہیں یہ نہیں
جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق میں ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہاں تو متعلق مادی جسم
کی قوتیں عجائب ہیں حتیٰ کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال و وہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہاں سے کہاں پہونچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط
کر لی اُسکے یہ معنی نہیں کہ ہاتھوں سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیئے۔ واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں
جب فی الروح کی موت کا وقت ہو۔ وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اسمیں کوتاہی نہیں کرتے ہیں ف اور بعض نے کہا کہ
حفظ حیات میں کمی نہیں کرتے مثلاً قبل از وقت نہیں مارتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال میں تجاوز نہیں کرتے مثلاً کسی کی نیکی
ضائع یا بدی زائد کریں اور یفرطون بقراۃ تخفیف سے مناسب ہے اور اول اولیٰ ہے اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت
میں کوتاہی نہیں کرتے بلکہ حفاظت سے جہاں مشیت الٰہی عزوجل ہے وہیں پہونچاتے ہیں چنانچہ نیک ہے تو علیین میں اور اگر بدکار ہے
تو سجین میں پہونچاتے ہیں سعید بن یسار رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہیں اگر وہ نیکوکار
آدمی ہوا تو اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی اب باہر آجا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے
اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہے پھر اسکو آسمان پر
چڑھا لیجاتے ہیں پھر دروازہ کھلواتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا
کیا پاکیزہ روح جسم پاک میں تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح (بالفتح راحت) و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب میں نہیں
ہے بشارت ہے اور برابر اسے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ ساتویں آسمان تک پہونچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ
اس سے کہتے ہیں کہ نکل اے نفس خبیث جو جسم خبیث میں تھی نکل درحالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجھکو حمیم و غساق
ہے اور اس قسم سے دو چند ہے اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ نکالی جاتی ہے پھر اسکو آسمان تک پہونچاتے ہیں اور دروازہ
کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہیں
جو خبیث جسم میں تھی تو لوٹ یہاں سے درحالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اول
کو بمانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو یعنی دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث میں روح خبیث

کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین میں پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے نعوذ باللہ من ذلک اللھم اعوذ بک من ان اکون من الذین یذمون ویخبثون واسالک باللہ الذی لا الٰہ ہو الحی القیوم ان تغفر لی خطیئتی کلہا وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین ۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰىھُمُ الْحَقِّ ۔ بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہوجاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مرنیوالے لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہوگا جو یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ اُن ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا ۔ اَلَا لَہُ الْحُکْمُ آگاہ ہو کہ اُسی کا ہے حکم یعنی مخلوق میں قضا رنا فذ اسی کی ہے ۔ وَھُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۔ اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر مقدار میں حساب فرما دیگا ۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہے پس اصل حساب جو علم الٰہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہوجائیگا ۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر حجت قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب میں نہیں ہے ۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب ف ۔ فی العرائس ۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی یتوفاکم باللیل ۔ رات میں وفات دنیا اس مفاوکیواسطے کہ ان کی روحیں فضائے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار جبروت میں سیر کریں تاکہ اُنکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھجاوے اور دن میں اپنے جوارح و اجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاوینگے اُس کو پہچان لیں اور مارڈالنے اور جلانے میں قدرت الٰہی عزوجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھوں دیکھی ہوئی معلوم کریں تاکہ اُن پر یہ وقت آجاوے کہ حادثات مخلوقات سے منقطع ہوکر مشاہدہ الٰہی کیطرف منقطع ہوجاویں اور اسی مضمون کیطرف تتمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی الآیۃ ۔ سے اشارہ ہے ۔ ثم ردوا الی اللہ مولاھم الحق ۔ اور تعالیٰ کے شرف دینے و کرامت فرمانے میں سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قید خانہ دنیا و اسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندہ مومن پر عبرت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنہگاروں کے حق میں اُمید ہے اور یہ بندوں پر تلطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاھم الحق فرمایا اور اگر فقط ردوا الی اللہ ہوتا تو عظمت قہر کبریائی میں نیست ہوجاتے لیکن لطف سے بندوں کا مولا ہونا فرمایا ۔ پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت میں لاکر قولہ مولاھم الحق ۔ سے مقام قرب منزلت کی طرف نکال لیا ۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ اُمید کی آیت ہے کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی اُمید نہیں کہ اس کے جزا و سزا کا مدار اسکے مولیٰ کی طرف ہوجاوے ۔

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا

تو کہہ کون تمکو بچالاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چھپکے اگر ہم کو بچالیوے

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ

اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے اُن سے اور ہر

كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ

گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہہ اُسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

عذاب اوپر سے یا تمھارے پاؤن کے نیچے سے یا ٹھہرادے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھادے ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ

لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیر سے ہم کہتے ہین باتین شاید وہ سمجھین اور اس کو جھوٹ بتایا

بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ مین نہین تم پر داروغہ ہر چیز کا ایک وقت ٹھہرا ہے اور آگے جان لوگے

قُلْ یا محمد لاہل مکہ۔ کہدے اے محمد مکہ والون سے مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تم کو خشکی وتری کی تاریکیون سے کون بچاتا ہے یعنی تمھارے سفرون مین خشکی وتری کے ہول سے کون بچاتا ہے۔ سراج مین کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ دونون مین یہ مشارکت ہے کہ جب ہول وخوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھون سے نہین سوجھتا ہے پس یوم شدید کو عرب اسے یوم مظلم کہتے ہین جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہوجاتے ہین جس سے سفر مین خوف سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ملتی نہین اور ظلمات البحر رات کی تاریکی و ابر کی تاریکی اور ہولناک موجین وتند مخالف ہوائین وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہین کہ ہولناک موجین و تند ہوائین حقیقی معنی ظلمت کے نہین ہین اور اظہر یہ کہ خشکی وتری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہین جنسے خوف شدید پیدا ہوجاوے اور یعنی یہ کہ خشکی یا تری مین اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت مین کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ وَّخُفْيَةً سرا۔ دعائین مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ۔ لَئِنْ اَنْجٰنَا واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قراءت مین لئن انجانا ہے اگر اللہ تعالی نے ہم کو نجات دی مِنْ هٰذِهٖ الظلمات الشدائد ان تاریکیون یعنی ان سختیون سے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ تو ضرور ہم ایمان لانے والون مین سے ہوجاوینگے۔ ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہین آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان مین سے معبود نہین ہے قُلِ۔ اُن سے کہدے کہ اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا۔ اللہ تعالی تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثرون کی قراءت ینجیکم از انجا ہے اور قراء کوفہ وہشام کی قراءۃ ینجیہ سے بتشدید ہے۔ وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ۔ اور ان ظلمات کے سوائے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہے۔ کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہین ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ پھر اسکے بعد جب مطمئن ہوجاتے ہو تو اللہ تعالی سے شرک کرنے لگتے ہو پس اس حالت مین شرک کس حماقت پر ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکون بدعہدی کرنے والون سے کہ وہ تعالی قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمھارے فوق سے۔ یعنی سرون کی بلندی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برساوے یا آواز سخت ایسی سناوے کہ دل وجگر پھٹ جاوین یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد وثمود وقوم لوط وغیرہ پر آئے تھے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا پیرون کے تحت سے مانند آنکہ خسف کرے یا غرق کرے قال مجاہد وسعید بن جبیر وابو مالک والسدی وابن زید وغیرہ واحد فی قولہ عذابا من فوقکم یعنی پتھر برساوے۔ او من تحت ارجلکم یعنی زمین مین دھنسا دے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی رح نے لیا ہے اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم مین سے اونچون

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہین اومن تحت ارجلکم یعنی پنچون سے اور وہ غلام و رذیل ہین۔ اور ارجح قول مجاہد رح ہے و دیگر معانی اسکے اقسام دلالت سے شامل و داخل ہین واللہ اعلم ۔ او یلبسکم شیعًا۔ او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاہواء ۔ یا خلط کر دے تم کو فرقہائے مختلفۃ الاہواء ۔ یعنی آپس مین تم کو ایسے مختلف فرقہ کر دے کہ ہرایک کی خواہش نفسانی مختلف ہو جاوے پس آپس مین مخالف ہو کر ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیثین جو متعدد طرق سے آنحضرت صلعم سے مروی ہوئی یون موجود ہے کہ یہ امت تہتر فرقون پر مختلف ہو جائے گی جسمین سے سب دوزخ مین جاوینگے سوائے ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا ہے کہ مین نے اس حدیث کے طرق و اسانید کو جمع کیا ہے الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب اُتارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشون مین باہم مختلط و متخالف کر دے ۔ ویذیق بعضکم بأس بعض ۔ یا تم مین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دے کہ عذاب و تکلیف دہی و قتل سے مضرت پہونچاوین ۔ کذا قال ابن عباس و غیر واحد ۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین علوم و معرفت ہین اور راسخین فی العلم اُن کو خوب جانتے ہین ۔ پھر یہ تہدید تو ظاہر اً مشرکین کو ہے اور اہل اسلام جب دین قویم و سنت مستقیم سے فسق و فجور کی طرف مائل ہون تو وہ بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین اسیواسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم مین روایت ہے کہ حسن رح نے کہا کہ یہ مشرکون کیواسطے ہے ۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس اُمت مین سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکون سے مل جاوینگے اور مجاہد رح نے فرمایا یہ اُمت محمد صلعم کے واسطے ہے ان دونون اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونون قول متعارض نہین بلکہ صحیح ہین پھر ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ بخاری رح نے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری ۔ قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اے میرے پروردگار مین تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہون ۔ او من تحت ارجلکم کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی ۔ او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم بأس بعض ۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے ۔ وقد رواہ النسائی و الحمیدی و ابن حبان و ابن مردویہ و سعید بن منصور ۔ اور بعض روایت مین ہے کہ جابر رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدر ہے ضرور واقع ہوگا اسیواسطے یہان پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ اُمت اسلامیہ مین یہ سب اُمور سبکے بعد دیگرے واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین مین سب حق پر تھے پھر مختلف الاہواء فرقے پیدا ہوئے مانند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علیٰ ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہین آئی ہے ۔ رواہ احمد و الترمذی ۔ وقال حدیث غریب سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ پھر مسجد مین داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک حضرت صلعم پروردگار عز و جل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ مین نے اوتعالیٰ سے تین باتین مانگین ایک یہ کہ طوفان غرق سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے اسکو اوتعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی ۔ اور سوم یہ کہ آپس مین قتل و تعذیب کرین تو اس کو منع فرمایا رواہ احمد و مسلم مترجم کہتا ہے کہ مسجد بنی معاویہ مین یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار باتیں مانگنا مذکور ہے اور طوفان غرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان نوح کے عموم غرق سے پناہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہونے سے یہ مراد کہ عموماً قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جاویں اور امت سے مراد ایمان و اسلام والے ہیں اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ میں ہے اور اس مسجد میں اس دعا کی خصوصیت شاید ظہور آثار فتنہ وقدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و صلحاء امت کیساتھ بے ادبیاں و خونریزیاں واقع ہوئیں جو کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ صحاح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم لوگوں کو آطام مدینہ سے بلاء و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأۃ علی عبد الرحمن بن مهدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن جابر بن عتیک۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرہ بنی معاویہ میں جو انصار کے محلات میں سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تمہارے اس مسجد میں رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے ایک جانب کو اشارہ کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ اسمیں جن تین باتوں کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہیں تو میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ مجھے خبر دیدے تو میں نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ امتیوں پر ان لوگوں کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جاوے اور قحط سے وہ ہلاک نہ کیے جاویں اور یہ دونوں باتیں منظور ہوئیں اور یہ دعا کی کہ آپس میں ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس دعا سے منع کیے گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس میں خونریزی و تعذیب جاری رہیگی۔ قال الحافظ ابن کثیر اسنادہ جید قوی ولیس فی شیٔ من الکتب الستۃ اور مترجم کہتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ کی روایت بطریق محمد بن اسحاق میں آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل میں اس نماز کو نماز رغبت و رہبت فرمایا وقد رواہ ابن ماجہ و ابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انسؓ میں ایک سفر میں آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے اور اسکو نماز رغبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا ان الفاظ سے ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ لا یلبسہم شیعا۔ یعنی فرقہائے مختلف الاہواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ وقد رواہ النسائی۔ مترجم کہتا ہے یہ سفر میں نماز چاشت میں واقع ہوا اور ظاہرا اسمیں تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس میں لڑیں نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین میں ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کر خواہش نفسانی و رائے کے پابند نہ ہوں واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے خباب بن الارتؓ سے نماز شب کے قصہ میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا فرمایا کہ ہاں یہ نماز رغبت و رہبت تھی میں نے اسمیں اپنے پروردگار سے تین باتیں مانگیں تو دو مجھے عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمایا میں نے پروردگار عز و جل سے مانگا کہ ہم کو ایسی چیزوں سے ہلاک نہ فرماوے جن سے اگلی امتیں ہلاک ہوئیں تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث نحو ما سبق عن انسؓ وقد رواہ النسائی و ابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأۃ پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے۔ الحدیث اسمیں ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمہاری جڑ اُکھاڑ ڈالے یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال قال معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابہ عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرحبی عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین لپیٹ دی میں نے اُس کے مشارق و

ومغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب وہانتک پہونچے گا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید و سرخ دو خزانہ عطا ہوئے اور
مین نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوین اور یہ
دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کرے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایلبسہم شیعا وان لایذیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط
فرماوے فرقہائے مختلف الاہواء اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مضرت قتل و تعذیب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے
کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہو سکتا پس مین نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو
اُن کے غیرمین سے مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کر دے یہانتک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان مین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان مین سے
بعض کو قید کرے ۔ شداد رض نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی اُمت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سردارون سے جو گمراہ کرنے والے
ہون پھر جب میری اُمت مین تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہین اُٹھائی جائے گی ۔ قال الحافظ رح اسنادہ جید قوی ولیس
فی شیء من الکتب الستۃ ۔ و مترجم کہتا ہے کہ اسمین قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیرمین سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے
یہانتک کہ الی آخرہ ۔ اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیرمین سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک ہے کہ آپس مین بعضے
بعض دیگر کو ہلاک کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیرمین سے مسلط ہو سکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جبتک آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک
کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہین ہوئی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام
و توحید پر ہین اور قولہ یہانتک کہ یہ ہوگا الخ ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہون گے اور مترجم کہتا ہے
کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین
یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کرے
بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک ہو جانے
والون نے بالکل قتل کر ڈالا ۔ اتحاف ۔ امام احمد نے ابو السبرہ غفاری رض سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین اُمور مذکورہ کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے
کہ مین نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث مین
مذکور ہے کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی ۔ قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب
مین یہ روایت نہین ہے بس اسکو یاد رکھنا چاہیئے ۔ طبرانی رح نے حضرت علی رض سے تین اُمور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اسمین ہے
قلت یارب لاتسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنی اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یون مذکور ہے کہ مین نے عرض کیا کہ
اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری اُمت والون پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیرمین سے ہو یعنی مشرکون مین
سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے ۔ اور معنی حدیث کو
ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے چار باتون کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ
میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہو جائے ۔ تو اسکو قبول فرمایا پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کئے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رض نے قولہ
قل ہو القادر علی الآیۃ مین عذاب من فوقکم کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت ارجلکم کی تفسیر خسف ہونا بیان کر کے کہا کہ اسمین
چار باتین ہین جنمین سے دو ہو گئین اور دو باقی ہین ۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب رض کی

روایت میں ہو کہ یہ چار باتیں ہیں جنہیں سے دو باتیں تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذریں کہ مختلف الاہوا ہو کر مخلوط ہوئے اور
بعض کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہیں یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہونگی
رواہ احمد وابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہو کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابوں میں مذکور
ہے واللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور حدیث صحیح میں ہو ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیداء کے مقام پر
پہونچکر سب زمین میں دھنس جاوینگے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر وابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباسؓ سے قولہ عذابا من
فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار خادموں کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی
اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب و مجاہد وغیرہم سے پتھروں کی بارش وخسف کا مذکور ہوا وہ اقوی و اظہر ہے اور ابن جریر
نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہو قولہ تعالیٰ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا
فستعلمون کیف نذیر۔ اور حدیثیں ہیں کہ ضرور اس امت میں قذف وخسف ومسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور
ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگے۔ فانظر۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ اے انظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا یعنی
تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ
يَفْقَهُوْنَ۔ یعلمون ان ما ہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہیں وہ سب غلط و باطل ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اوپر معلوم
ہو چکا کہ اولاً و بالذات تو یہ کافروں و مشرکوں کو فہمائش و تہدید ہے اور حاصل آنکہ بعد ازاں جو اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ میں نور ایمان سے
یا ادنیٰ تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہو وہ ان صریح آیات سے ضرور اُمید کریگا کہ جن کی فہمائش کے لئے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان
ہوئے وہ سمجھ جاوینگے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہیں سمجھتے ہیں مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہو تو
اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہی تو ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے صدقے میں کج نہ فرمانا
اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرماکر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ میں یہی دعا کرتا ہے آمین
پھر اسمیں اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی فہمائش ہو کہ راہ توحید پر مستقیم رہیں۔ قال الحافظ۔ اور ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت
کیا کہ زید بن اسلم نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیۃ۔ (یعنی مشرکوں کے شرک و کفر و فسق و فجور پر تہدید ہوئی
ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤں کافر ہو کر کہ بعضے تمہارے تلوار سے بعضوں کی گردنیں ماریں تو لوگوں نے کہا کہ
ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے پس
بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون
وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ۔ مفسر نے کہا کہ بہ اے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع
کی اور مترجم کہتا ہو کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے میں یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی بجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو
اور بجملہ وعید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکوں نے اور جھٹلانے کے معنی کہ اسکو سچ نہیں جانا۔ اور زید بن اسلم
کی روایت میں جو مذکور ہوا کہ بعض لوگوں نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب

نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے چاہے جو کچھ کرے بلکہ اُن کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ آپ نے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خونریزی نہیں کرینگے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور مشرکین بلکہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہیں جھٹلایا۔ وَهُوَ الْحَقُّ حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل آنکہ قرآن میں جو اخبار ہیں اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب سچ ہیں۔ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ۔ تو ان مشرک کافروں سے کہدے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں تا کہ تمھارے اعمال کی جزا و سزا دیدوں میں تو فقط ڈرسنانے والا ہوں مشرکوں کافروں کو اور باقی رہا تمھارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے اور یہ بہ اسناد قولہ فقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ پھر واضح ہو کہ مفسر رح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے یہ حکم ہوا تھا۔ فعلی ہذا منسوخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا وکیل نہیں ہوں کہ تم کو اس فعل پر سزا دوں۔ پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو اُن سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہیں ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں وکیل نہیں ہوں کہ تمھارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتی کہ تم کفر کرو تو مجھ پر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا میں بھی ان پر جہاد کرنے کا حکم ہو گیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولی ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ بھی اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رح نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہے اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر میں کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہیں لکھا۔ اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت کرتا ہے جو فرمایا۔ لِّكُلِّ نَبَإٍ خبر مُّسْتَقَرٌّ وقت تقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم۔ نبا بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ ظرف زمان ہے یعنی ہر چیز کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمیں اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم دیا کہ کافروں مشرکوں سے یہ کہدے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمھارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ وقت مقرر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافروں کو تہدید ہے

ف۔ فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیۃ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جملہ ہم و غم سے نجات دیتا ہوں جس نے ہم و غم میں میرا قصد کیا اس کا ہم و غم با ایمان دور ہوا اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت میں ساقط کر دیتا ہوں پھر جب بیان فرما دیا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ولیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف سکون کرتے ہیں تو ان کو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرب میں مبتلا کر دے بقولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یعنی تمھارے دلوں سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ غیب کو منقطع فرما دے۔ قولہ او من تحت ارجلکم۔ یعنی عبادت و نماز وغیرہ سے تمھارے قدم پھسلا دے کہ ربوبیت کی درگاہ میں خصوصیت کیساتھ قیام نہ کر سکو۔ اور قولہ او یلبسکم شیعا۔ یعنی تمھارے درمیان جو الفت رکھی ہے وہ دور کر دے۔ اور قولہ و یذیق بعضکم باس بعض۔ یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کریں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے کنارہ کر جبتک کہ بکنے لگیں اور کسی بات میں

غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کبھی بھلاوے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور پرہیزگارون پر نہین کچھ اُن کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈرین

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۔ اور جب تو دیکھے ایسے لوگون کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین ۔ خوض در اصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوض بمعنی خلط ہے کما یقال ۔ خاض الماء بالعسل یعنی شہد مین پانی ملادیا پس مراد آنکہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام الٰہی کی تحریف وتکذیب کرین ۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے مکروفریب کا ضرر تجکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۔ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین خوض کرین سوائے آیات الٰہی کے اندر جھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے خوض کرنے کے ۔ غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث ۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظ صفت حدیث ہے ۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہے یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپکی اُمت کا ہے حتی کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنہین ایسے مفسدہ کی باتین ہون اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود ونصاری وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دہوکا دینے والی باتین جن سے قرآن وحدیث کی تکذیب ہوتی ہے رد نہ کر سکتا ہو ۔ اسی طرح رافضی وخارجی و دیگر بدعتی وگمراہ فرقہ مثل نیچر وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہے ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف وپھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالی کے دین مین جھگڑے اور سچتین ڈالین ۔ مترجم کہتا ہے کہ وہابی وبدعتی اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب وشافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب وسنت کو بدون جھگڑے وتعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے ۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الاہواء انھین لوگون مین سے ہین جو آیات الٰہی مین خوض کرتے ہین ۔ مقاتل رح نے کہا کہ مشرکین مکہ مین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے جھٹلاوین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالی نے یہ آیت اُتاری ۔ مترجم کہتا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون ۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اصل مین اِنْ مَا تھا ادغام کر دیا اور اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ ہے اور ینسینک مین دو قرأۃ ہین ایک قرأۃ ۔ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قراء معروفین مین سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قرأۃ ہے اور نسی والنسی کے ایک ہی معنی ہین یعنی دونون متعدی آتے ہین معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول مین ڈالدے تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا ۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ ۔

قولہ بعد الذکری۔ بعد تذکرہ۔ اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے اے بعد ذکراہ۔ اگر کہا جاوے
خوض کرنے والون کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانیکے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہین کہ فلا تقعد بعد
الذکری معہم۔ لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خائضین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہین اور ظلم
ہر ایسی چیز کو کہتے ہین جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات آلہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت
توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بیجا و فریب آمیز تاویلین کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ
پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہونچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین یعنی کافرین ہونگے ورنہ فاسقین
ہونگے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات آلہی مین علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہین ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہین بلکہ مستحب
ہے لہذا مفسر رح نے یخوضون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث مین آیا کہ میری اُمت سے خطا و نسیان و جبر
وہ زبردستی سے استکراہ کئے گئے ہون دور کیا گیا ہے اور قولہ اما ینسینک۔ یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو ان کے ساتھ
نہ بیٹھے۔ کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالی وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا
سمعتم آیات اللہ یکفر بہا و یستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ۔ اسمین قد نزل سے اشارہ یہان کی آیت
کی طرف ہے پھر مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ جب یہ حکم اُترا تو مسلمانون نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافرون نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم
وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد مین بیٹھ نہین سکتے اور طواف نہین کر سکتے تب نازل ہوا۔ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ اللہ مِن
حِسَابِهِم الخائضین مِن زائدۃ شیٔ اذا حاسبوہم وَلَكِن علیہم ذِكْرَىٰ تذکرۃ لہم و موعظۃ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ الخوض یعنی اور نہین ہے
اُن لوگون پر جنھون نے تقوی کیا اللہ تعالی سے خوض کرنے والون کے حساب مین سے کچھ بھی ولیکن متقیون پر واجب ہے کہ خوض کرنیوالون
کو یاددہانی اور نصیحت کرین شاید وہ خوض سے پرہیز کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھین تو خوض کرنیوالون
کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب مین سے ان کے نامہ اعمال مین کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہین ولیکن متقیون پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے
پس ذکری مرفوع مبتدا المحذوف الخبر ہے اور سبیل الرفع ہو الوجوب یعنی واجب علیہم ذکری۔ اسی واسطے مفسر رح نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا۔ پھر
واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب
تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے ولیکن بہ شرطیکہ اُن کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کرین اور شیخ ابن کثیر رح نے بروایت ابن ابی حاتم
من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر رح ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیٔ۔ کہا کہ یعنی کہ جب تو نے ان سے
اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والون کے عذاب سے کچھ حساب نہین ہے وہ خوض کیا کرین۔ قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج
و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہین بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنیوالون کے ساتھ بیٹھین تو متقیون پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہین
قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورہ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالی انکم اذا مثلہم الآیۃ ہے اور ان علماء کے قول پر
قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب مین وہ پڑے ہین اس سے ہوشیار
ہو کر تقوی اختیار کرین اور پھر ایسا نہ کرین و بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام مین تھی کہ جب مسلمانون پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت
طاری تھی پھر سورہ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

منسوخ ہوئی ۔ قال المترجم یہ عجب ہے اسواسطے کہ سورۂ نساء مدنیہ کی آیت مصدرہ مین خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائضین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھو گے تو تم بھی انھین کے مثل ہو ۔ پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی مین ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر و ملامت کے معنی نہین ہو سکتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیر رح سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہور کے نزدیک محکم ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے ۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ و لکن ذکری کے یہ معنی ہون گے کہ محض ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و خوض کرنے والون کو نصیحت کرو ۔ قال المترجم اسمین خلجان یہ ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر معروف و نہی از منکر اسوقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض استہزاء و تکذیب کرنے والون کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان مسخرون کے عذاب سے کچھ بھی نہ ہوگا ولیکن ان پر خود اپنے نفس کیواسطے وعظ و تذکیر واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقوی کا مرتبہ کمال کو پہونچے ۔ قال المترجم پس لعلھم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہے اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلھم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم و غفلت ہے فافہم واللہ اعلم ۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ ترک کر دے ایسے لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمُ الذی کلفوا بہ ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث و رسول کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَهْوًا باستہزائہم بہ ۔ لعب و لہو یعنی لہو و لعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم و بے انصافی کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۔ اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصود سمجھتے ہین اور بعث و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہین ہین حاصل آنکہ ایسے لوگون سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا ۔ کذا قال المفسر رح اور ظاہر امفسر رح کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ بنابر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر جو یہان مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا ۔ بعض نے کہا کہ دینہم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مردہ ہی کھاتے اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشا ہین ۔ اور قتادہ نے لہو و لعب کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگانی دنیاوی نے ان کو اپنا فریفتہ کر لیا اور بیضاوی رح نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے تدین رکھا جسکا کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آنکہ ان کے اقوال و افعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر ۔ مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہان یہ مراد نہین ہو سکتی کہ ان کو فہمایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض یعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیر رح یعنی انکو چھوڑ اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیوالے ہین اسی واسطے فرمایا ۔ وَذَكِّرْ بِهٖ اے عظ الناس

بالقرآن۔ اور ان لوگون اور دوسرون کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ
اے لان لاتسلم الی الہلاک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار
دیا ہے کراہتہ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسل
لغت مین بمعنی حرام و ممنوع ہے۔ بولتے ہین کہ ہذا بسل علیک۔ یہ تجھپر حرام و ممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور
اسد باسل کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہے اور الیسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت مین
سونپ دے یقال ابسلت ولدی یعنی خون کے عوض مین نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل بمعنی تسلم الی الہلاک
ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب الٰہی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس و مجاہد و عکرمۃ والحسن
والسدی۔ قال ابو البی عن ابن عباس اے فضیحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی محبوس و مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ
ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہین اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ۔ حاصل آنکہ
مشرکون کے افعال ناکارہ کی پروا مت کر اور ان کو بھی دوسرون کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت مین
کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب سے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ درحالیکہ اس نفس
کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم مین سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار و سفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ
عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ اے وان
تفد کل فداء لا یوخذ منہا ما تفتدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دلوے بھی تو نہ
چھوٹے پس ضمیر لا یوخذ کی ما تفتدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اُس سے وہ جو کچھ فدیہ مین دلوے۔ عدل بمعنی برابری
و فدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہین پس عدل بمعنی العدل بہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ یعنی یہی جنھون نے دین کو لہو و لعب بنایا
الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا۔ یہی ہین وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کیے گئے ہین بسبب اپنے کمائے ہوئے کامون کے۔ پھر دوسری خبر یا
جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکارون کا یہ ہے۔ لَهُمْ شَرَابٌ مالیشرب ان کے واسطے پینے کی چیز مِّنْ حَمِيْمٍ نہایت درجہ گرم
پانی سے۔ حدیث مین اور دوسری آیات مین ہے کہ اس سے آنتین کٹ گرینگی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔
ما مصدریہ ہے اے بسبب کفرہم اور عذاب مولم ہے بسبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عز و جل کو اپنا پروردگار
جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک لہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر اُو تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب و رسول کو
بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیے
پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اُسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس مین نہ آوے پھر رسول و کتاب الٰہی سے ٹھٹھول
کرنا نہین معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہان اسکی انتہا ہے۔ لیکن کافر لوگ و ملحد و زندیق جب عذاب سنتے ہین تو
کہتے ہین کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب خلاف عدل و قیاس ہے حالانکہ اپنی خطا و گناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی
سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بوتے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہین اگر غور کرتا تو یہ بھی اُسنے شان باری تعالیٰ مین اسکی
عظمت و شان کبریائی مین سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

ورنہ چند روز بعد مرنگیا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہو گا ۔ اے بندہ چو بندگی نہ کردی ؛ از بندگیست کہ کار دارد ؛ چون او تو دگر خداوند داری
اوہ ز تو صد ہزار دارد ؛ ف ۔ فی العرائس ۔ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء ۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیا و مومنین سے یہی عہد
کر لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیا علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیا بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا نکرینگے
تو قصور کرنے والے ہوں گے قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ یعنی بیہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہو گئے ہیں تاکہ
اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں ۔
حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے مانوس اور اسپر مغرور
ہوا اور درحقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و
حقائق سے معزول و محروم ہیں

قُلْ أَنَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا

توکہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جاویں اُلٹے پاؤں

بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ

جب اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى

بھٹکا اسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس توکہ اللہ نے راہ بتائی

اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ

سو ہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

اور اُس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جسکے پاس اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ

اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جاوے گا اسکی بات سچ ہے اور اسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

ثلث

سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

قال المترجم قال السدی رحمہ اللہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ۔ قُلْ أَنَدْعُوا ۔ دعا بمعنی عبادت ۔ اے محمد کہدے حالیکہ مومنین کی طرف
سے کہ کیا ہم عبادت کریں ۔ من دون اللہ غیر خدا سے ما لا ینفعنا بعبادتہ ۔ وہ چیز جو ہم کو نفع دلوے اپنی عبادت سے
ولا یضرنا ۔ اور نہ ہم کو ضرر دلوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف ۔ اور یہ چیز بت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم
کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں ۔ ونرد علی

اَعْقَابِنَا ۔ اور اپنے پچھلے پاؤن لوٹین یعنی مشرک ہوجاوین ۔ بَعْدَ اِذْ ھَدٰنَا اللّٰہُ بعد از انکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جس کی مثال یہ ہو ۔ کَالَّذِی اسْتَھْوَتْہُ اضلتہ ۔ مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا ۔ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ شیطانون نے زمین مین یعنی سفر کے درمیان جنگل مین درحالیکہ وہ حَیْرَانَ ہو ۔ یعنی متحیر ہے نہین جانتا کہ کدہر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر بارسے حال واقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہوجاوین جیسے کسی کو سفر مین شیطانون نے آوارہ کردیا ۔ اور حال یہ کہ لَہٗ اَصْحٰبٌ اسکے ساتھی لوگ ہین کہ یَّدْعُوْنَہٗٓ اِلَی الْھُدَی اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہین یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کردین اور اُس سے کہتے ہین کہ ائْتِنَا ہمارے پاس آجا مگر وہ نہین مانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہو پس ہلاک ہوجاتا ہے ۔ واضح ہو کہ اندعوا مین استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر نرد ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ ۔ اور بعض نے کہا کہ استہوتہ ۔ از ہوی یہوی بمعنی نزول از اعلی باسفل ہو یعنی شریر جن اسکو اُٹھا لیگئے اور زمین پست مین ڈالدیا ولیکن قولہ لہ اصحاب الخ ۔ اس معنی سے چندان مناسب نہین ہو ۔ حاصل آنکہ مشرکون کو مومنون نے جواب دیا کہ ہم تمھارے بہکانے مین مشرک ہوکر ایسے شخص کے مانند نہ ہوجاوینگے جس کو شیطانون نے جنگل مین راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہو ادہر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بن کر شیطانون کی راہ جاکر ہلاک ہوگیا ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہو بتون و بت پرستون کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہین اور ان لوگون کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے ہین مثال یہ ہو کہ ایک آدمی راہ مین حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل مین پکارا کہ ارے ادہر راہ پر آ اور اسکے ساتھیون نے پکارا کہ ادہر راہ پر آ ۔ پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتون کی عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہون یہان تک کہ موت آئی اور ہلاک و ندامت پیش آئی ۔ قال ابن کثیر ۔ قولہ کالذی استہوتہ الشیاطین ۔ یہ شیاطین غول بیابانی ہین کہ آدمی کو اسکے نام و اسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہین اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت مین ڈالدیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے ہین ۔ قدر واہ ابن جریر عن ابن عباس ۔ وقولہ لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی ۔ دتقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہین سنتا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ مین ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آجاتا لہذا فرمایا ۔ قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی ۔ ای الاسلام ہو الہدی وما عداہ ضلال ۔ کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہو اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے ۔ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ اے امرنا بان نسلم ہم حکم کئے گئے ہین کہ ہم سب اسلام لاوین و توحید و انقیاد کرین ۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کیلئے وَاَنْ اَقِیْمُوا عطف بر لنسلم بتاویل مذکور ہے اے وامرنا بان اقیموا الصَّلٰوۃَ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو وَاتَّقُوْہُ واتقوا اللہ تعالیٰ ۔ اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار رہو کہ سب اسی کا حکم ہے ۔ وَھُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ۔ یجمعون یوم القیامۃ للحساب ۔ ہی ہو کہ جس کی طرف محشور ہوگے یعنی حساب کے لئے قیامت کے روز جمع کئے جاؤگے پس اسکی شان مین عصیان و بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہو ۔ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۔ اور اسی نے آسمانون و زمین کو پیدا کردیا درحالیکہ حق ہو یعنی انکی پیدائش بیہودہ و باطل نہین ۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ اور بیان کردے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شی کے واسطے فرماویگا ۔

کہ ہوجا پس وہ چیز اسی طرح مشخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہوا ور یہ قیامت کا دن مراد ہو کہ اس روز مخلوق مردہ آدمی وغیرہ سے کہے گا
کہ کھڑے ہوجاؤ پس سب اٹھ کھڑے ہون گے اور دو قول ہین ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہے اور دوم آنکہ یہ
سمجھانے کے واسطے ہو ورنہ ازل مین پیدائش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ وقدرت کی مثال
ہے کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہوجاتا ہے۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یعنی قول حق وصدق واقع لامحالہ۔ اسکا قول حق ہو خواہ مخواہ
واقع ہونیوالا ہو پس قیامت مین حشر وبعث ونشر ضرور ہے تم مت انکار کرو اور کیونکر اپنے مالک خالق ذو الجلال والاکرام کے حکم سے
انکار کرتے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اور نعمتین دین ملک وسلطنت دی اور سب اسی کا ہو اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو لیکن وہ حلم و
حکمت والا ہو اپنی قدرت مین مسخر کیا ہوا تم کو امتحان مین چھوڑ رکھا ہو کہ اپنی ملک و بادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کینے
دن آخر نیست ونابود ہوگے اور یہ ظاہری پردہ بھی اٹھ جائے گا۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور اسی کا ملک و بادشاہت
آنکھوں سے نظر آویگی جس دن پھونکا جائیگا صور مین اور صور بمعنی قرن ہے جسکو سنکھ کہتے ہین اور مراد اس نفخہ سے تین نفخون مین سے
دوسرا نفخہ ہو اور اسرافیل یہ صور پھونکین گے پس اُس دن ظاہر ہوگا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کس کا ملک و بادشاہت
ہے۔ اللہ تعالی ہی واحد القہار کا ہو اور کسی کا نظر بھی نہین آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنی دنیا مین خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم
ہوگا کہ ملک ثابت ہو واسطے اللہ تعالی ہی کے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ایسا اللہ تعالی جو عالم ہے اس چیز کا جو نظرون
سے غائب ہو اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھون مین مشاہدہ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ یعنی پیدا کرنے مین حکمت والا ہے اور ہر چیز
کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہو۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابو داؤد وترمذی ونسائی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن ابی حبان
والحاکم وبیہقی و عبد بن حمید وابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو رض مین آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرتے مین ہو
کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے فرمایا کہ قرن ہو جسمین نفخ کیا جائے گا۔ قال المترجم احادیث اس باب مین بہت ہین اور
اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہو کہ قیامت مین صور پھونکا جائے گا۔ طبرانی کی روایت حدیث صور مین ہو کہ پھر ابو ہریرہ رض نے کہا کہ
یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ اسمین کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہو
کہ آسمانون وزمین کی چوڑائی اسمین سما جاوے۔ اسمین اسرافیل یعنی جو اسپر منھ رکھے ہوئے منتظر حکم الٰہی ہین تین نفخہ پھونکین گے
پہلا نفخہ فزع ہو اور دوم نفخہ صعق ہو اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونے کا ہے اللہ تعالی اسرافیل کو حکم فرمادیگا کہ پھونک
پس وہ پھونکے گا اور یہ اول مرتبہ ہو پس آسمانون و زمین اسے فزع مین ہوجاوینگے سوائے اُس شخص کے جسکو اللہ تعالی چاہے اور حکم دیگا
پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان مین فتور نہین کریگا۔ یہ مانند قول اللہ عز وجل وما ینظر ہؤلاء الا صیحة واحدة ما لها من
فواق) پس اللہ تعالی پہاڑون کو چلاویگا اور وہ بادل کی رفتار چلین گے پس سراب ہوجاوینگے پھر زمین اپنے لوگون کو لیکر
ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہوجاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر مین پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑین پہونچین کہ وہ ادھر
اُدھر اپنی سوارپون کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہے جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکون سے گھومتی ہو۔ اور یہ
وہی ہے جسکی نسبت قرآن مین فرمایا۔ یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة قلوب یومئذ واجفة الآیات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے
اور مرا ضع کو ذہول ہوجائے گا یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائے گی یا دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا والا اول ادھے

اور پیٹ والیان پیٹ ڈال جائین گی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار مین پہونچین گے پس ملائکہ آکر ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹا ئین گے اور لوگ بنی آدم کے اُلٹے بھاگین گے لیکن حکم آلہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہین اور آپس مین لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال مین ہونگے کہ ناگہان زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہوجائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھین گے کہ کبھی ایسا نہین دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا کرب وہول سماویگا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھین گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر جاوینگے اور سورج وچاند مین گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون مین سے کسی کو ان باتون سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ قولہ تعالیٰ یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ اسمین اللہ تعالیٰ نے کن لوگون کو مستثنیٰ کر لیا ہے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین شہید ہوے اور فزع ان ہی لوگون کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہین اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہان زندہ ہین اور رزق پاتے ہین اُن کو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرمادیا ہے اور یہ فزع تو عذاب الٰہی ہے جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وماہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا مین پڑے رہین گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو نفخہ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو پھونکے گا پس آسمانون وزمین والے مصعوق ہوجاوینگے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے ان کے جو مر کر زندہ ہوے اور حدیث مین آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو استثنا کیا اور اموات صعق کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہوجاوینگے تو ملک الموت آکر حضرت باری تعالیٰ سے عرض کریگا کہ آسمانون وزمینون کے سب لوگ وچیزین سب مر گئین سوائے انکے جنکو تونے چاہا ہے اور تعالیٰ جو خوب جانتا ہے فرماویگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو نہین مریگا اور عرش کے اٹھانیوالے اور جبرئیل ومیکائیل باقی رہے ہین پس عرش بتقدیر آلہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل ومیکائیل بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو۔ کہ مین نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت مین ہے موت لکھدی ہے پھر جبرئیل ومیکائیل مرجاوینگے پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار دونون مرگئے پھر اللہ تعالیٰ جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک الحی الذی لایموت باقی رہا اور تیرے عرش اُٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاوین اور عرش کو حکم کریگا وہ اسرافیل سے صور لیگا پھر فرماویگا کہ کون باقی رہا اور وہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات کو زوال نہین ہے اور مین رہا ہون پس وہ فرماویگا کہ تو میری مخلوق مین سے ایک بندہ ہے مین نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مر جا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخر مین ہے تو آسمانون وزمینون کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ اُن کو ملفوف کریگا پھر فرماویگا کہ لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرمائیگا۔ کوئی جواب نہ دیگا خود فرماویگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مطویات الخ۔ پھر دونون کو بچھا دیگا اور سمط کریگا پھر ان کو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہے کہ ان مین نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا پھر مخلوق کو ایک زجر فرماویگا تو وہ اس آسمان وزمین تبدیل شدہ مین ویسی ہی ہوجاوے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

سلہ احتمال ہے
اموات صعق میں
بیان ہوا ہے
الثانی دیر یعنی
سلہ حدیث
لیپیٹ دیگا
۱۲

جو اوپر تھے وہ اوپر ہو جائے گی پھر او تعالیٰ زیر عرش سے انپر پانی برسائے گا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برساویگا
یہان تک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر جسمون کو حکم کریگا پھر وہ بقل و طراثیث کی طرح اوگین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے
پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہون وہ زندہ ہو جاوینگے اور حکم آلہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منہ کو لگا دیگا۔ پھر او تعالیٰ
کے حکم سے جبرئیل و میکائیل زندہ ہونگے پھر او تعالیٰ ارواح کو بلاویگا پس وہ لائی جاوینگی ان مین سے مومنون کی روحین نور سے چہچہاتی
ہونگی اور کافرون کی روحین سیاہی مین لتھڑی ہون گی ان سب کو لیکر صور مین ڈالدیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمین سے
روحین مانند شہد کی مکھیون کے نکلین گی اور آسمان و زمین کے درمیان بھر جائین گی پھر فرماویگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے
جسم مین جاوے پس روحین زمین مین داخل ہوکر نتھنون مین گھسین گی اور اجسام مین روان ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے
مین زہر پھیلتا ہے پھر تم سب لوگون کے اوپر سے زمین شق ہوگی اور مین سب سے اول ہون جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب
لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہین گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب
ایک مقام مین کھڑے ہون گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہو کھڑے رہین گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا
لوگ روئین گے یہانتک کہ آنسو منقطع ہو جائین گے۔ پھر خون روئین گے اور پسینے مین تر ہون گے یہان تک کہ گردن یا ٹھوڑی
تک پہونچیگا اور کہین گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم مین فیصلہ فرما دے۔ کہین گے کہ سوائے
تمھارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمین پھونکی اور سامنے کلام کیا
پس آدم پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ مین کچھ بول نہین سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی ان پر انکار
کریگا یہان تک کہ میرے پاس آوینگے پس مین فحص کی طرف جاونگا اور سجدہ مین گر پڑونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ
فحص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی پڑا رہونگا یہانتک کہ او تعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجیگا وہ میرے بازو پکڑ کر
اُٹھاویگا اور او تعالیٰ فرماویگا کہ محمدؐ ہے عرض کرونگا کہ ہان اے پروردگار فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ او تعالیٰ سب کچھ
دانا تر ہے۔ مین عرض کرونگا کہ اے پروردگار تونے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق مین میری سفارش
قبول فرماکر انہین فیصلہ کر دے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہے مین آکر تم مین فیصلہ کرونگا مین لوٹ کر لوگون کے ساتھ کھڑا ہونگا
پھر ہم کھڑے ہون گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنین گے۔ پھر آسمان دنیا سے اسیقدر اُترینگے جس قدر جن و انس
زمین مین ہین جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین اُنکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاوینگے ہم اُنسے
کہین گے کہ کیا تم مین ہمارا پروردگار ہے وہ کہین گے کہ نہین پھر اتنے کو دونا اُترینگے یہانتک کہ رب العزت بادہ ابر مین مع ملائکہ
کے نزول فرماویگا اور اُسدن عرش کو آٹھ اُٹھانے والے لئے ہون گے اور آج کے روز وہ چار ہین ان کے قدم زمین زیرین
کے حد پر ہین اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہین اور عرش اُنکے کاندھون پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان
ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الذی یمیت الخلائق و لا یموت سبوح قدوس
قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ و الروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق و لا یموت۔ پھر او تعالیٰ اپنی زمین مین اپنی کرسی
جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المترجم۔ یعنی کرسی آلہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیرین فیصلہ والون کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتعالیٰ نے
تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ تمھارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالیٰ
کی تعریف کرے اور جو برا اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اوتعالیٰ جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی
پھر فرماویگا کہ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا
تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اللہ تعالیٰ لوگون کو الگ فرماویگا یعنی نیکوکار
و بدکار جدا ہو جاوینگے اور اُمتین گھٹنون کے بل بیٹھین گی۔ اوتعالیٰ فرماتا ہے وتریٰ کل امۃ جاثیۃ۔ ہر اُمت اپنی کتاب کی طرف
بلائی جاویگی۔ پھر اوتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن وانسان کے فیصلہ فرماویگا حتی کہ وحوش کے درمیان و بہائم مین
فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگدار چوپائے سے بے سینگ اسکا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اللہ تعالیٰ فرماویگا تم سب خاک ہوجاؤ
پس یہ دیکھکر کافر کہین گے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پھر اوتعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ
خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکین گے اور جو راہ شیطان کفر وضلال مین قاتل یا مقتول ہوئے وہ خوار
ہون گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے
مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہان الگ کر سکتا ہے
اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ اُمور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دیگا جسکو سب مخلوق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے
معبود کو لیکر دوزخ مین جاوے۔ یہی فرمایا۔ لو کان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہین گے سوائے مومنون کے جنمین
منافق شامل ہونگے۔ تب آویگا اللہ تعالیٰ جس شان سے چاہیگا اور فرماویگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے
معبود سے جا ملو تو کہین گے کہ واللہ ہم تو سوائے اللہ وحدہٗ تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پوجتے ہین ہم نہین جاوینگے پس اوتعالیٰ ان پر کشف
ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماویگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اوتعالیٰ ان کا پروردگار عزوجل ہے پس سجدہ مین اُس کے سامنے
گر پڑینگے ولیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گرینگے اور اوتعالیٰ ان کے پیٹھون کو صیاصی بقر کے مانند کر دیگا پھر اوتعالیٰ اُن کو
سر اُٹھانے کا حکم دیگا پس سر اُٹھاوینگے۔ اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اُسپر کلالیب خطاطیف
اور سعدان کے سے کانٹے ہون گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکتے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے
کسی نجات پانیوالے پر سلامتی رہیگی اور کسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے چھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک
پہونچے تو کہین گے کہ کون ہمارے لیئے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر
کرکے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لیئے پروردگار کے پاس تین شفاعتین ہین مین چلکر
جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواونگا تو حیاک اللہ ومرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار
پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اوتعالیٰ مجھے اپنی حمد و تمجید سے ایسی چیز تعلیم فرماویگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی
ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اُٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اُٹھایا تو اوتعالیٰ فرماویگا کہ تیرا
کیا حال ہے۔ حالانکہ اوتعالیٰ جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھسے اہل جنت کے بارے مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

حکم ہوگا کہ میں نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم دنیا میں اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہیں پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن کو پہچانیں گے پس ہر مرد ان میں سے بہتر ایسی جوروؤں کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالیٰ ایجاد کر دیگا اور دو عورتیں اولاد آدم علیہ السلام سے ہونگی جن کو ان بہتر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ میں جائیں گے تو ان میں بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت میں ڈالا بعض کو ان کے قدموں تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک حتیٰ کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ میں ہیں حکم ہوگا کہ نکال لو تو جسکو تم پہچانو پس نکالے جائیں گے یہاں تک کہ ایسا کوئی نہیں رہیگا پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی و شہید نہ رہے گا مگر آنکہ شفاعت کریگا۔ الیٰ آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور۔ پھر طبرانیؒ نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث میں مذکور ہیں اور اسکے بعض الفاظ میں نکارت ہے اسکو اسمٰعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ نے منفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ میں اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کر دی ہے مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث میں تامل ہے و لیکن منجملہ ضعفاء میں اسکی حدیث لکھی جاوے قال ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسناد میں وجوہ کثیرہ مختلفہ ہیں میں نے ان کو ایک علیحدہ جزو میں جمع کیا ہے لیکن اسکا سیاق غریب ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق میں بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا گیا اور میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ سے سُنا کہ میں نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمیں اُسنے اس حدیث کے بعض باتوں کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ میں بعد ایراد اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث میں بعض باتیں تو صحاح کی روایت میں خود ظاہر ہیں اور بعض باتوں سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہیں اور متفرق احادیث میں جو مضامین ثابت ہیں ان میں سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو عفو کرے۔ والکلام فی المتفردات یاتی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالیٰ ف۔ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت امر غیبی ہے اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہیں اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھیں بندوں کو ملتا ہے جو معرفت والے ہیں اور معرفت والا وہ ہے جو قضاء پر راضی ہو اور بلاء پر صبر کرے اور جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ اُمرنا لنسلم لرب العالمین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور مجاری قضاء پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا حکم دیا اور اسمیں سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ و ان اقیموا الصلوٰۃ و اتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت میں ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت

خدمت میں مشاہدہ کا چاند نظر آوے لقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ۔ تقوی اس مقام پر یہ ہے کہ نماز میں او تعالی سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام ہیبت واجلال و مناجات ہے اس سے پرہیز کرو کہ تمہارے دل پر سوائے او تعالی کے اور کچھ خطور کرے پس او تعالی کے مشاہدہ سے محروم رہوگے۔ ابن عطارحؒ نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم آلہی کے ساتھ محفوظ رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالی کیساتھ حد ادب پر نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول توسوائے او تعالی کے کچھ خطرہ نہ آوے۔ قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ۔ پھر گاہ او تعالی نے عدم سے وجود میں اس تمام خلقت کو جو پیدا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کیواسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف میں سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور ان کے درمیانی نور سے تمام حوادث کا ظہور ہوتا ہے بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہے پس مراد ازلی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی میں ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمیں سے خلل پذیر نہیں ہوتا۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی از ازل تا ابد ہے کبھی اسکی انتہا نہیں ہے اور نہ کبھی تغیر و فنا ہے حسینؒ نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق سے ظاہر ہوئے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح و صادق واقعی ہوگا باطل و دروغ نہیں ہو سکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عزوجل سے صادر ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

صریح بھکی ہوئی اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اسپر رات کو

رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہیں آتے چھپنے والے

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر

لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ

نہ راہ دے مجکو رب میرا تو بیشک میں رہوں بھکتے لوگوں میں پھر جب دیکھا سورج

بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا

جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو بولا اے قوم میں بیزار ہوں ان سے جنکو تم

تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

شریک کرتے ہو میں نے اپنا منھ کیا اسکی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنیوالا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ - واذکر اذ قال ابراہیم لابیہ الذی لقبہ آزر واسمہ تارح - یعنی بیان کر بطور نصیحت کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر مین حائے مہملہ ہی چنانچہ قاموس مین بھی باب الحاء المہملۃ مین مذکور ہے اور بعض نے بخاء معجمہ ضبط کیا - وضحاک نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم وکذا فیما اسندہ عن عکرمۃ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام ہی اور ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا اور مان کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور مملوکہ باندی کا نام ہاجرہ تھا - قال ابن کثیر وہکذا قال غیر واحد من علماء النسب - مجاہد وسدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام غالب ہوگیا ہو وقال ابن جریر - شاید اس کے دو نام ہون آزر وتارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہی کہ اسکے باپ کا نام آزر تھا قال ابن کثیر - یہ قول جید قوی ہی قال المترجم مفسرؒ نے شاید تاریخ ونسب بیان کرنے والون کی جماعت پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہی اور تارح نام ہی اور حق وہی ہی جو ابن جریرؒ نے کہا جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اسکی تجوید کی ہے اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود ونصاریٰ سے سنا ہوا مروی ہوا ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج مین لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر مین کہا کہ ابراہیم بیٹے ہین آزر کے جسکا نام توریت مین تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے یعقوب واسرائیل دونون حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحمہ نے افراد مین روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملین گے اور آزر کے چہرہ پر قترت وغبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اسمین مصرح کر دیا کہ آزر ان کا باپ تھا - قال ابن کثیرؒ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا الآیات - اور اسمین ہی کہ باپ کو کہا سلام علیک ساستغفر لک ربی الآیۃ - اور فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ الآیۃ - اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملین گے پس آزر اونسے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز مین کچھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراہیم علیہ السلام عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجھکو خفیف نہ کرونگا اور اس سے بڑھ کے کیا خواری ہی کہ میرا باپ دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھین گے تو نظر آویگا کہ ایک بدبخ ملتطخ ہی پس اسکے چارون پاؤن پکڑ کر آگ مین پھینکدیا جائیگا - قال المترجم پس صحیح وصواب یہ ہی کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ ونسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہی کیونکہ توریت مین تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہی اور بعد آیات واحادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہین ہی کہ آزر نام ہونے مین کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا اصح ہی اور یہی ثابت ہی اور اصلی نام تارح نہین اور کہا کہ وہ کوئی نام گاؤن کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ مین ہی پھر کشرانی لوگ جہان یہ موجود تھا وہان والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان مین ستارے معبود الٰہ ہین اور زمین مین بت ہین پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اس ستارے سے تقرب چاہتے تو اس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تا کہ اس ستارے کی یہان سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اون پر انکار کیا اور اون کے فساد پر تنبیہ کر کے کہا - اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً - تعبدہا یعنی الٰہا تاہی بایں معنی کہ ان کی عبادت کرتا ہی اور یہ استفہام توبیخی ہی بطور ملامت کے اور اسمین حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی - اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - یعنی بسبب

عہ سا بڑی بخاری سے آ ردو ۱۲ ام

ہتون کے معبود بنانے کے تجھکو اور تیری قوم کو مین حق سے کھلا دور بھٹکا دیکھتا ہون اور یعنی آنکہ یقین جانتا ہون اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا جسکو دکھینا فرمایا - وَكَذٰلِكَ اسے کما ارینا ہ اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ مَلَكَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لیستدل بہ علی وحدانیتنا - جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ و باپ کی قوم کی گمراہی دکھلا دی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم کو ملک سموات و الارض تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے - اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے ولی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا - سبحانک فقنا عذاب النار - اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو - اور جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمین خوض کرتے ہین وہ برے کام مین پڑے ہین بلکہ طریقہ تفکر درحقیقت ہدایت الٰہی ہے - وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ - یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو - واضح ہو کہ قولہ وکذلک نری سے یہانتک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین و تصدیق مین حد کمال کو پہونچے ہوئے تھے اور باپ و قوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتلاتے تھے بس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نہ مانے تو وہ ہوا جو آگے فرمایا - فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو رَاٰ كَوْكَبًا ایک روشن ستارہ دیکھا - قال فی المدارک جسکو وہ لوگ پوجتے تھے - قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک مین کہا کہ یا مشتری تھا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل ہین اور بہت بعید ہین کیونکہ ظہور زہرہ و مشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعیین سے کوئی غرض متعلق نہین صرف اتنا بیان چاہیے کہ ایک ستارہ دیکھا - قال لقومہ و کانوا منجمین - تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہان سے تفسیر فرمائی کہ خود اپنے آپ نہین کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی بری مما تشرکون - بالجملہ خود یقین پر تھے اپنی قوم کو الزام دینے اور قائل کرکے توحید کی راہ سوجھانے کو قوم سے کہا کہ هٰذَا رَبِّيْ یعنی تم لوگون کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار یہ ستارہ ہے - فَلَمَّآ اَفَلَ جب غروب ہو گیا و غائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ - تو فرمایا کہ مین غروب ہو جانے والون کو نہین دوست رکھتا ہون کہ ان کو معبود بنالون کیونکہ پروردگار بر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہین روا ہے کیونکہ تغیر و انتقال تو حادث کی شان سے ہے - اسمین اشارہ ہے کہ تم لوگون نے اپنی پسند و خواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود بنائے ہین کیونکہ عقل نہین روا رکھتی کہ متغیر منتقل ہونیوالا معبود و الٰہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگون مین کچھ کام نہ کیا اور آزر و قوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر ان کو تنبیہ فرمائی - فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ قوم سے کہا کہ یہ میرا رب ہے یعنی تمہارے اعتقاد کے موافق - فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت نہین خواہ اول مین یا حالت ثبات مین چنانچہ مجھکو ہدایت فرمائی ہے اگر اسپر مجھکو ثابت نہ رکھے لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ - تو مین بھی گمراہ قوم مین سے ہو جاؤن - اسمین قوم پر تعریض فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر بیہوش ہین آؤ اور پروردگار حق عز و جل کی ہدایت مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا - فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا - اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کی طرف اور وہ اگرچہ مؤنث سماعی ہے لیکن یہان خبر کی رعایت بھی ہے کہ خبر اسکی مذکر ہے اسے ہذا المرئی رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی انتہا کر دی کہ کوکب کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال ہوا اب نجوم و ستارون مین سے ایک یہی آفتاب ہے

ڈرا رہا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں
بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک پڑے کہ تو پھر کیا پوچھتا ہے تو کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ قصدت بعبادتی میں نے اپنی عبادت
کرنے سے مقصود رکھا۔ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ
حَنِیْفًا۔ مائلاً الی الدین القیم۔ درحالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَمَآ اَنَا
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے قال المترجم شیخ امام الحافظ العماد رح نے لکھا
کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے
علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عز و جل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر
توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رح نے خود اختیار کیا ہے بدیں دلیل کہ کہا۔ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ الآیۃ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا
یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اسوقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جس میں ان کی والدہ بخوف نمرود بن
کنعان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا
جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہوگا پس اس خوف سے ان کی والدہ بروقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر
وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیم کی غذا ان کی انگلیوں سے
دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسا اور
مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المترجم مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے
بڑھتے اور نشو و نما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ
نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور ہم میں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں
استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ وفی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی
قولہ ھذا ربی بمعنی أھذا ربی۔ کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ یعنی أفھم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ
قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص
نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہو گئے۔
یہانتک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں
نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عز و جل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور
کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قال الواضح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔
مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال رح نے اختیار کیا۔ وقال الحافظ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ
کرتے تھے کہ ان پر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہی خطا و غلطی پر ہوا اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطا کار غلطی پر ہو
قال المترجم سورۂ قصص مین انشاء اللہ تعالی حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان
ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب اُن پرستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ
ستارون کی پرستش اور اُن مین الوہیت کا گمان کرنا محض غلط ہی بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق
نہین یہ تو حکم الٰہی عزوجل کے تحت مین مسخر ہے کہ جس طرح حکم ہے برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کرسکتا جیسے اور اجرام
سماویہ روشنی والے ہین پھر اُس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی
ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برائت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض
والنجوم وکل شئی کی طرف عبادت کے لیے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر
کرنیوالے ہوے ہون حالانکہ ابراہیم کے حق مین اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ
ما ہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوئے ہین چنانچہ آیات و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے
پس سب خلق کے حق مین ایسا ہی تو ابراہیم تو اسمین اولی ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلاشک و بلاریب
اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی
فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہی کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس لانا مقصود ہی اور اگر بالفرض ابراہیم اس مقام
پر ناظر ہون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہی کہ ارائۃ ایک تو بطور بیان کے بدون نمائش ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام
سے ہدایت کہلاتی ہی اور دوم ہدایت الٰہی ہی بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی ہی اللہ تعالی نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالی
وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ قال ابن کثیر ابن جریر وغیرہ نے عطا و سعید بن جبیر و سلمان و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے
حکایت کیا کہ آسمان اُن کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتی کہ جو کچھ اُسمین ہی سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہونچی اور ساتون زمینین
بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر
ان پر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے ابراہیم مین تجھ سے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن
عباس رض سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیر محتمل ہی کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معائنہ اسکو دیکھا اور احتمال
ہی کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم
نے حضرت رب تبارک وتعالی کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلی فقلت لا ادری
فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شئی الحدیث۔ میرا رب میرے خواب مین آیا باحسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد
ملاء اعلی کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا مجھے دریافت نہین ہی پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس
مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لیے ہر چیز کھل گئی الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ ہکذا ذکرہ الحافظ اور یہ تجلی صدری
کے اقسام مین سے ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہی پس نسخہ صحیح ترمذی یون ہی کہ ہذا حدیث
حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہی۔ ف۔ فی العرائس قولہ۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ جیسے

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل مین خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان و زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات و ارض
سے جو انوار ذات و صفات ظاہر ہین وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت مین راسخ و مستقیم تھا
پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطہ ملک و ملکوت کے مقام یقین مین ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والون مین سے ہو جاوے
قال المترجم یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابوسعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت
رکھین اور واصلین مین ہون۔ فارس رح نے کہا کہ یہ ابتداء اعلام غیوب ہے کہ نفس مین سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہین رہتا اور مشائخ
کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونون قول جمع ہوگئے باین طور کہ حضرت ابراہیم
نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہے
اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلا دے اور
اپنے واسطے اسمین سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کرلے فلیتامل۔ بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی
طرف رجوع نہ ہون اور ان سے خالق کی طرف جاوین اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے
بیزار ہو گئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذلک نری فرمایا اور یون نہ فرمایا کہ کذلک
رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار بچشم معرفت از ہدایت الٰہی ہے۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ
اللیل رای کوکبا۔ منجملہ امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادثات مین مشغول نہ ہون پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل
علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکون کے زعم مین یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور
مقام خلت مین پہونچا پس جب معادن ذات سے نور صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر مین دیکھا فعل مین صفت کا مشاہدہ کیا
اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس وہ خلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق مین پہونچا اور دیا دست طلبی کا ہیجان ہوا
پس نور ذات کا صفات مین اور صفات کا افعال خاصہ مین ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفاء وقت حاصل ہوئی تو سورج سے
مشاہدہ جلال قدم پاکر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آکر اسکو دیدار قدم مین وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا
کہ وسائط تمام عظمت قدم مین غائب و غروب ہین اور ظہور قدم بتجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام
وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الآفلین یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب
ولیت و ساقط ہونے والے کو نہین چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے کہا کہ لئن لم یہدنی
ربی لاکونن من القوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگون مین سے جو خالص صفات کے دیدار سے مقام التباس مین پڑے رہے۔ قال المترجم قمر کے
دیدار سے بیزاری کرنے مین کہا کہ لئن لم یہدنی ربی۔ اسمین اشارہ ہے کہ معرفت رب تبارک تعالیٰ احاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق
مین وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط
سے بیزار ہون اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض یعنی مین اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہون جسکے انوار فعل سے ہر شے
کا ظہور ہے چنانچہ کہا۔ حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین جو شرک کرتے
ہین کہ وسائط پر نظر رکھتے ہین بلکہ مین اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہون کہ اسی سے میری بقاء ہو۔ اور واسطی رح نے کہا

کہ قولہ لئن لم یہدنی ربی یعنی اگر مجھکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ مین جو مین نے ظہور و کشف افعال خاص بمقام التباس
مین دیکھا تو مین بھٹک جاؤنگا اور ان لوگون مین سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہین۔ قولہ انی بری مما تشرکون
بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے مین شرک کرنیوالون سے بری ہون کیونکہ سوائے اوتعالی کے کوئی چیز اللہ تعالی کی طرف
دلیل نہین ہو قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہو اور یہی تحقیق ہو ولیکن اہل نظر پر الزام ہو کہ مناظر سے معرفت ظاہر ہے پس توحید
اُن پر لازم ہو ولیکن یقین ہو کہ ہدایت بدون اوتعالی سبحانہ کے ناممکن ہو اگرچہ افلاطون کیون نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون وارسطو
سبکے سب کافر ہی۔ فافہم۔ قولہ وما انا من المشرکین۔ واسطی نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہوسکتا ہے اور ہدایت کرنا
اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص
اس سے کینہ وملال کرے تو مشرک ہو اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالی ہی کی قدرت ہو وقد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ
العباد بن العباد الخواصی الشامی کما رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی۔ یعنی قلب کو مین نے اپنے خالق کا مطیع
کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالی سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالی ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے
یہ مخلوق ہو وہ خوب ہی قادر ہو کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہین ہین۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم
علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام الفاقہ جسمین بزبان دعا کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ۔ دوم مقام نعمت
جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ۔ اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان
یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ۔ چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی بری مما تشرکون پنجم مقام معرفت جسمین بزبان
انبساط کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی ششم مقام ہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل نے جسوقت آگ
مین پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپکو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمائیے تو کہا اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہین ہو پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالی نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر نہ تھے بلکہ قوم پر حجت لاتے ومناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تعالے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ
اور اُس سے جھگڑی اُسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھکو سوجھا چکا اور مین ڈرتا نہین

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
اُن سے جو شریک ٹھہراتے ہو اسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کی علم سب چیز کو

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
کیا تم دھیان نہین کرتے ہو اور مین کیونکر ڈرون تمھارے شریکون سے اور تم نہین ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ
اللہ کے ساتھ جس پر نہین اُتاری اُسنے تم کو کچھ سند اب دونون فرقون مین کس کو چاہیے خاطر جمع ہو

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ
اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہین اپنے یقین مین کچھ تقصیر انھین کو ہے

وقف لازم

ع ۹ ۱۵

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى

خاطر جمع اور وہی ہیں راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اُسکی

قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

قوم سے مقابل درجے بلند کرتے ہیں جسکو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۔ محاجہ یہاں بمعنی جھگڑا و جہالت کی باتیں کرنا اور یہاں معنی نہیں کہ ایسی دلیل لانا جس سے دوسرے مقابل پر حق ظاہر ہوجاوے کیونکہ مشرکون کے پاس ایسی دلیل کہاں تھی اور شاید کہ طرفین سے محاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو محاجت فرمایا اگر مفسر رح نے معنی اول پر اکتفا کرکے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید میں جھگڑا کیا اور دھمکایا کہ اگر بت چھوڑیگا تو وہ ہمارے معبود تجھکو برائی پہونچاوینگے ۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ ۔ بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں ۔ وَقَدْ هَدٰىنِ والحال انہ قد ہدانی الیہا ۔ حالانکہ اوتعالیٰ نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے ۔ ایک قرأۃ میں تحاجونی کے نون کو تشدید ہے بایں طور کہ نون رفع اور نون وقایہ کا ادغام کردیا اور ایک قرأۃ میں تخفیف نون ہے بایں طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نحویون کے نزدیک نون رفع حذف ہوا اور قراء رحمہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون رفع مع بقاء نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون رفع بدون ناصب و جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہیں ۔ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ ضمیر بہ راجع بموصول ہے اور مراد اس سے بت ہیں یعنی جن بتون سے تم شرک کرتے ہو میں اُن سے خوف نہیں کرتا کہ مجھے کوئی برائی پہونچائینگے کیونکہ بتون کو کچھ قدرت نہیں ہے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْــــًٔا ۔ لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ پہونچیگی پس استثنار بمعنی لکن ہے ۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اے وسع علمہ کل شی ۔ ہر شئے کو میرے رب کا علم وسیع ہے ۔ علماً تمیز ہے جو فاعل سے محول کرکے تمیز کرائی گئی ہے ۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا تم یہ نصیحت نہیں سمجھتے کہ ایمان لاؤ ۔ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ میں کیونکر ایسی چیز سے خوف کرون جس سے تم نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حالانکہ نہ اس سے ضرر پہونچنا ممکن اور نہ نفع وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ ای انتم من اللہ تعالیٰ ۔ حالانکہ نہیں ڈرتے تم لوگ اللہ تعالیٰ سے اس بات میں کہ ۔ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۔ اے لم ینزل بعبادتہ حجۃ و برہانا ۔ نہیں نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت و برہان ۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۔ پھر دونون فریق میں سے کون امن نجات کا حقدار ہے ۔ ف ہم کہ تم یعنی ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے ۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ میں بعضے علماء بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور بعضے علماء قائل ہیں کہ نہیں جائز ہے پس احتیاط والون نے کہا کہ اگر جواز کا قول حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات سنے اور اردو میں کتابیں دیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالیٰ و احادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلیٰ و اولیٰ ہے و اللہ الموفق ۔ بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنانے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید آلہی سے ڈرنیوالے ۔ کون مستحق امن ہے ۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہیں توحید کرنیوالے اور شرک سے بیزار ہونیوالے پس تم

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا الم یخلطوا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے و اپنے
ایمان کو شرک سے نہین ملایا تو انھین کے واسطے امن ہی۔ اور حدیث بخاری و مسلم مین آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان
فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانیوالا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہین تو وہ مشرک ہو گیا پس اسلام و توحید یہ ہی کہ خلط نکرے
وقد قال تعالی وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون ۔ اور جو شرک نہین کرتے یہان ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر
ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہین ہوئے تو۔ اُولٰٓئِكَ لَھُمُ الْاَمْنُ اُن کیلئے امن ہی یعنی عذاب سے امن ہی وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ
اور وہ اللہ تعالی کی جناب مین ہدایت پائے ہوئے ہین اور ظلم کی تفسیر شرک سے کما فی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ
رضی اللہ عنہم مانند ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب و حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت
کثیر تابعین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر مروی ہی پس زمخشری نے جو کشاف مین اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہے کہ
ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زمخشری کا ظلم باطل ہی درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بیخبر اپنے اعتزال کی بیماری مین گرفتار
رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہان گناہ ہی اور شرک مراد نہین کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونون کا اجتماع
لازم آتا ہی حالانکہ دونون ضدین جمع نہین ہوتے ہین جواب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ برین یہ اعتراض درحقیقت
خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہی کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہین ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہین ہوتے ہین کیونکہ
معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہی پس مرتکب کبیرہ گناہ
کا تمھارے نزدیک مومن نہ ہوگا پھر تم یہان گناہ سے کیونکر تفسیر کر سکتے ہو۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ ۔ اسمین تلک مبتدا ہی اور وہ مبدل ہو کر حجتنا بدل
سے بلکہ مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہی۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہی جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کی وحدانیت پر کواکب کے غروب
و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کر دی اور مبتدا مذکور کی خبر آیندہ ہی۔ اٰتَیْنٰھَآ اِبْرٰھِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ۔ اے ارشدناہ حجتہ علی
قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہم نے ابراہیم کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ
مَّنْ نَّشَآءُ ہم جسکو چاہتے ہین مراتب مین بلند کرتے ہین (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین ف۔ درجات کو اکثر قراء
کے قرات مین اضافت ہی اے درجاتِ مَن۔ بدون تنوین کے اور کوفیون کی قرات مین درجات کو تنوین ہی۔ اور وہ تمیز واقع ہی اور
من مفعول ہی اور بنا بر قراۃ اول کے درجات مفعول ہی۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت آلٰہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہین بلند کرتے ہین
اور جسکا نہین چاہتے نہین بلند کرتے۔ پس او تعالی قادر مختار ہی اسپر کچھ بھی واجب نہین جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہین کہ اللہ تعالے
پر جو بہت بہتر ہو بندے کیواسطے وہ واجب ہی حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہو گیا کیونکہ اللہ تعالی کی مشیت پر ہی پس ابراہیم کو
یہ تمام فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور اُن کی قوم کے سیکڑون مشرک ہی ان کو یہ ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت الٰہی
مین یہی مشیت تھی اسیواسطے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ یعنی تیرا پروردگار ہر کام مین حکمت والا دانا ہی ف۔ فی العرائس
قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم یعنی جنھون نے اللہ تعالی کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے
استدلال کر کے نہین پہچانا اور مقام مشاہدہ مین درجہ عبودیت سے تجاوز نہین کیا اور احکام ربوبیت مین پڑ کر اسکے حسن تجلی سے
انانیت کا دم نہین مارا کیونکہ عارف جب مشاہدہ مین مقام عبودیت مین ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین مین ہی اور یہ انتہاء درجہ معرفت ہی

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہی کہ اللہ لا الہ الا اللہ کی توحید ہین انا العبد ہین بندہ مخلوق ہون مطیع رہے قال المترجم
لیکن واضح رہی کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے مین یہ مقام آسان نہین ہی جسکو اللہ تعالی دیوے اور بھی
بھید ہی کہ قیامت مین جب بظہور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تونے ان لوگون سے کہدیا کہ مجکو اور میری
مان کو معبود بنالو تو وہ کانپتے ہوے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور او تعالی کی حمد و ثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر و تلوین مین
کوئی چوک زبان سے بیخبری مین نکلے اور اللہ تعالی جل جلالہ علیم و خبیر ہے حالانکہ ان سے ایسی خطا نہین ہوئی ہے۔ قال الشیخ
اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت مین پڑگیا تو وہ سکر و تلوین مین رہا اور یہ مقام اضطراب ہی درجہ معرفت تک نہین پہونچا
جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بیخودی مین نکالا اگرچہ معذور ہین ولیکن یہ ظلم ہے اور ظلم یہی ہے کہ
کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ مین اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالی توحید و معرفت خاصہ سے
نگاہ رکھتا ہی اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر و تلوین کی نہین پہونچتی کما قال تعالی اولئک لہم الامن وہم مہتدون یعنی اُسی کے ساتھ
اُسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہین اور نیز آیت مین اشارہ ایسے بندون کی طرف ہی جو مشاہدہ کی حالت مین جہان کی کسی چیز کی طرف
رجوع نہین کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ ما زاغ البصر وما طغی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب مین کسی غیر کی طرف
ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہ ہو وہ حقائق توحید مین مشرک ہی پس جو اس طرح مشرک نہ ہوا یہ اس کی تعریف ہی کہ اولئک
لہم الامن۔ کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہین اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقبیت مین پڑا ہوا اپنے
نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالی کو وصف قدم و بقا و قہر و جبروت سے پہچانتا ہی قال اللہ تعالی لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون
جب اس نے اللہ تعالی سبحانہ کو بوصف محبت و عشق و شوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عز و جل سے متصف ہوا تو اوس نے
امن سے پایا ہی کیونکہ صفت قدم مین خوف و امید کا نشان نہین ہی وہان تو جنت قرب و وصل ہے اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی
تجلیون سے بالکل امن مین اور جب تک متصف بصفات الٰہی ہین مہتدون ہین اگرچہ پوشیدہ مکر کے دقائق سے اللہ عز و جل کے
مناقشہ سے چشم پوشی کئے ہوئے ہون۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالی ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اسمین داخل ہی کہ کسی دکھ و مصیبت و
خوشی و ناخوشی مین ان کی نظر سوائے اللہ تعالی کے کسی اور پر نہین پڑی۔ اولئک لہم الامن۔ ہر طرح کی کفایت ان کی او تعالی
جل جلالہ کی عنایت و تقدیر پر ہی۔ وہم مہتدون۔ انکا رجوع ہر حال مین اللہ تعالی ہی کی طرف ہی پس وہ راہ پائے ہوئے ہین۔
بھٹکے نہین ہین۔ قال الاستاد رح یعنی جو لوگ اللہ تعالی کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہین رجوع ہوئے قولہ تعالی نرفع درجٰت
من نشاء۔ درجات چند چیزین ہین معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت کے کرامات اور یہ سب خود ہی او تعالی کی طرف
راہ ہین پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہو کر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہان کچھ درجات جنت وغیرہ نہین بلکہ وہان شان
معرفت کے درجات ہین یہان عارفین و موحدین کے لیئے ازل و ابد مین سیر ہے جس کی انتہا نہین بلکہ وہان ابتدا و لا انتہا کسی کو دخل نہین قال
اشارہ ہے کہ مریدین مین سے ہم جس کے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین پس اسکو واصل کرتے اور وصول مین ان درجات سے سیر عرفان
ہے اور نیز درجات مین عشق و محبت و شوق کے درجہ ہین اور نیز درجات مین صفاء سر باطن و صحت نیت ہی اور نیز اخلاق پاکیزہ ہین اور بعض نے
کہا کہ پرتو علم الٰہی و فہم حکمت از و تعالی ہی۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بخلوص باطن سے بندہ حنیف ہوئے۔ اللہ تعالی نے

اعلیٰ درجات علم وحکمت دیئے اور مزید براں یہ کہ اولاد صالح دی۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ

اور اُس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اسکی اولاد میں

دَاوُودَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ۝ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکبختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو اُن کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَإِخْوٰنِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذٰلِكَ

اور بھائیوں میں اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم

اللہ کی ہدایت ہے اُس پر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولٰئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ۝ أُولٰئِكَ

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں اُن سے منکر وہ لوگ تھے

الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۖ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل اُن کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اسپر کچھ مزدوری

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِينَ ۝

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

ع ٨
١٠
١٦

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحٰقؑ اور یعقوبؑ یعنی پسر اسحاق کو۔ پس یعقوب علیہ السلام پوتے حضرت ابراہیمؑ کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہے جو کرم وفضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں قصہ بشارت مطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جس کا ملخص یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام قوم عزیزون قریبون کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا و دین میں انکو بزرگ و نیک نام کیا اور عجیب قدرت دکھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی اُمید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکریہ کیا اور عجیب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے

یعقوب کی بھی اُسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی مین بیٹا و پوتا ہوے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا
اور تعالیٰ نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ نہایت اکمل بشارت ہو کہ نبوت و کتاب کو انھین کی اولاد مین کر دیا اور یہی حضرت
نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا و ابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ در اصل
ذریت نوح علیہ السلام ہین پس نوح کی تمام ذریات مین سے نبوت و کتاب حضرت ابراہیمؑ و ان کی ذریات مین مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام
حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا۔ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیم کے پس
نوح کی ذریت مین نبوت و کتاب ہونا حضرت ابراہیمؑ کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گروہ خاص مین مراد تھا۔ اسیواسطے
علماء نے مرجع ضمیر دونون طرف جائز سمجھا فی قولہ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ۔ یعنی ذریت نوح سے بسبب آنکہ مرجع قریب یہی مذکور ہین اور بعض نے
حضرت ابراہیم کو مرجع قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہو کہ جو انبیاء مابعد مذکور ہین مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ مین یعنی۔ دَاوٗدَ
اُسکا بیٹا سُلَیْمٰنَ اور یہ دونون نبوت و بادشاہت کے جامع تھے۔ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ۔ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوْسٰی وَهٰرُوْنَ
وَکَذٰلِكَ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ اور جیسے ہم نے ان خالص بندون کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندون کو
بدلا دیتے ہین۔ قال ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داؤد اسمین ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوحؑ ہر دو مرجع ہین سے
نوح ہی اقرب مذکور ہین تو یہ ظاہر ہے اور اسمین کچھ اشکال بھی نہین اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیم کی طرف راجع ہو
کیونکہ سیاق کلام انھین کی شان مین ہو تو بہتر ہے ولیکن یہ اشکال ہو کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہین اور لوط بن ہاران بن آزر یعنی ابراہیم
کے بھتیجے ہین اُن کو ذریت مین شمار کیا اور جواب یہ ہوسکتا ہو کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمعیل کو یعقوب کے آبا مین شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک
واله آبائک ابراہیم واسمعیل واسحاق الآیۃ۔ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہو۔ وَزَکَرِیَّا اور اسکا بیٹا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا
وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ ای کل واحد منہم من الصالحین۔ ہر ایک انہین سے صالحین بندون سے ہو۔ واضح ہو کہ یہان ان
انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہین بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اسمین بحث
کرنا بیفائدہ ہو پس داؤد بن میشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہین اور معالم مین جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا
حلیہ پست قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیون کا بہتان محض غلط ہو بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام
نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام
ہین۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا
بن اذن بن برکیا۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہین جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکاً
نام رکھا تھا اور محمد بن کعب نے کہا کہ ماموں اور چچا بھی والد کے حکم مین ہو چنانچہ لوط کو ذریۃ ابراہیمؑ مین شمار کیا اور عیسیٰؑ کو ذریت مین شمار کیا
حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ماں کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے عبدالملک بن عمیر سے روایت ہو کہ یحیی بن یعمرؒ رحمہ اللہ حجاج
ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین سے نہ تھے تو یحیی
بن یعمرؒ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحیی نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی
پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے نسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت مین سے ہین تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

رواه ابو الشیخ والحاکم والبیہقی وقد رواه ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہیں کہ حجاج نے یحیی بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسنؓ و حسینؓ دونون آنحضرت صلعم کی ذریت ہین اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہے حالانکہ مین نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہین نہ پایا تو یحیی نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہین پڑھی ثم ذکر بنحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰؑ کے ذریت مین شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیون کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ قال الحافظ۔ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کیواسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یون کہا کہ مین نے یہ گاؤن مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلیے وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت مین دخترون کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ وقفت علی بنی۔ وقف کیا مین نے اپنے بیٹون پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتون کو شامل ہوگا اور ناتیون کو شامل نہ ہوگا اور دیگر علماء نے کہا کہ ناتیون کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید۔ یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث علی ما فی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجازاً ہے بمعنی ذریت و اولاد کے۔ قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف مین تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالی التوفیق الیاس مین اختلاف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ادریس ہین اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن سنا بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہین یعنی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد مین سے ہین اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے الیاس کو نوح کی ذریات مین گنا اور تاریخ نسب بیان کرنیوالے کہتے ہین کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد مین سے ہین۔ ضحاک رحؒ نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہین اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع بن نون کے پوتون مین سے ہین۔ اور واضح ہو کہ ان بندون کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام و احسان قرار دیا کیونکہ بیٹون کی شرافت و بزرگی اپنے باپ دادون سے ملتی ہے۔ وَإِسْمَاعِيلَ ابن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے مؤخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور موہبت الٰہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت مین مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ وَالْيَسَعَ مفسر رحؒ نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہین اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہین اور یہ غلط ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہین۔ وَيُونُسَ بن متی۔ حدیث صحیح مین آپ نے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ وَلُوطًا ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیم کے ماتحت نبی تھے اور اُن کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آئیندہ انشاء اللہ تعالی آئیگا۔ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۔ اور ان مین سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ آپس مین ان مین سے کون کس سے افضل ہے۔ اور اہل فقہ و علم اسمین کلام نہین کرتے ہان دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین لہذا آپکی افضلیت کو جمہور نے کہا ہے اور جو اسمین اختلاف کرتے ہین اُن کا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہین ہے۔ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہے کلا پر یا نوحا پر۔ اور من یہان تبعیض کے واسطے ہے یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیون مین سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہین ہوسکتا کہ کل باپ دادے وجملہ ذریات و برادر مراد ہون کہ ان مین سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد مین بعض کافر ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا۔ المعنی۔ اور اُن کے آباء و ذریات

وبرادرون سے ف ہم نے فضیلت دی ۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ اختر ناہم ۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور برگزیدہ کر لیا ۔ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف اسی مقام سے خاص بشر کو خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والون نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالےٰ کے سب کو شامل ہے ۔ قال المترجم اس مسئلہ مین گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے حالانکہ اس گفتگو مین ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہین اور برعکس پس عقائد مین جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ذٰلِكَ الدين الذی ہدوا الیہ ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جس کی ان کو ہدایت ملی تھی اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہے کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا ۔ کما جاد سے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین واعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنی مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ المعنی ۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا ۔ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ یہ ہدایت الٰہی ہے اس سے جسکو اپنے بندون مین سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام پر تھا وہ محض اپنی مشیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندون کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کرین اور راہ سنت مستقیم پر رہین اور باطل وشرک سے بچین بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص جہان کمال مطیع تھے وہان سب سے پہلے شرک سے بچے تھے ۔ چنانچہ فرمایا ۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط ونیست ہوجاتا ف مفسر رحمہ اللہ نے یہان تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ لوگ کہین کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے حبط اور نیست ہوجاتا پس شرک عمومًا برباد کر دیتا ہے ۔ قال الحافظ ۔ اسمین شرک کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا ۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیۃ ۔ یعنی اے محمد تجکو اور تجھ سے پہلے والون سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعًا تیرے عمل نیست ہوجاوینگے ۔ ھ ۔ پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہین مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہے بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز نہین بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین ۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو مین پہلا عبادت کنندہ ہوتا ۔ ھ ۔ اور فرمایا ۔ لو اردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین ۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بناوین تو ہم اپنے یہان بنا لیتے ۔ ھ ۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق ما یشاء الآیۃ ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا ہے اسمین سے جو چاہے چھانٹ لے ۔ ھ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہین محال ہے ۔ قال المترجم پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا مین یہ جائز نہین کہ شرک ان بندون سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالیٰ عزوجل نے تقدیر ازل مین ان کو برگزیدہ پاک اعمال کر دیا تھا ۔ لہذا مفسر سیوطی رح نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہین ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہین پس یہ لفظ توضیح کے واسطے ظاہر کر دیا ہے اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع داخل نہ ہوگا اور جو ضرور واقع ہونیوالا ہو اسپر حرف شک نہین داخل ہوگا مثلًا اذا جلبت الشمس اتیتک ۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو مین تیرے پاس آؤنگا ۔ یہ غیر ممکن ہے پس یہان حرف ان لاؤ اگرچہ محال ہے اور مثلًا ان غربت الشمس اتیتک ۔ اگر سورج غروب ہوگا اگرچہ بیشک غلط ہے

بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیئے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جس پر داخل ہوا اسکا وقوع محقق ہوتا ہے تو وہ غلط سمجھا۔ اُولٰئِكَ الموصوفون المذکورون۔ یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے ہیں یہی ہیں کہ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ف یعنی آسمانی کتابیں عطا فرمائی ہیں خواہ باین طور کہ ان پر نازل ہوئی یا ان کے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت الٰہیہ۔ وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت ف اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی ماہیت بیان کی اُس نے خطا کی بلکہ ان لوازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں۔ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا۔ اے بہذہ الثلثۃ۔ پھر اگر کفر کریں اس سے یعنی انھیں تینوں باتوں کتاب و حکم و نبوت سے اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی۔ ورجحہ الشیخ الحافظ۔ یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں هٰؤُلَاءِ اے اہل مکہ۔ کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و الضحاک وقتادہ والسدی وغیرہ واحد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا ای ارصدنا لہا یعنی توکیل بمعنی ارصاد ہے والمعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ ایمان لانے کیلئے۔ قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ایسی قوم کو جو کبھی اس سے منکر نہیں ہیں اور بکافرین پر بار زائدہ ہے بغرض مزید تاکید کے قال المفسر یہ قوم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ایسی ہی مانند ابن عباس سے مروی ہے اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لئے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لئے اور یہ بعید ہے اور حق یہ ہے کہ جیسے کفر انکار کرنیوالے اول اہل مکہ تھے مگر یہ انکار کرنیوالا ان میں شامل تھا اسی طرح ایمان لانیوالے اول تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور جو اسی طرح ایمان لاوے وہ انہیں میں شامل ہے اور ان کی تعیین علم الٰہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا۔ قال الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم یہود و نصاریٰ نے انکار کیا تو ہم نے اسپر ایمان لانیوالی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اسپر ایمان لاویگی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں سے منکرین کا کفر مقدر کیا اور ایک قسم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک اسمیں ان کے پیرو ہیں اسطرح کہ اسمیں سے ایک حرف سے بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات الٰہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ اے ہداہم اللہ تعالیٰ۔ یہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ اے بطریقہم من التوحید او الصبر اقتدہ پس تو بھی ان کے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایذا پر صبر کرنے میں اقتدا کر ف یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے۔ رواہ البخاری و النسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ خصائل عمدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقوی و احسن ہیں اور اس مقام پر جملہ خصائل ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدا ہوگی اور اولیٰ یہ ہے کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہونچایا اسمیں اقتدا کرنیکا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہ ہوں اسلئے کہ مشرکین نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے ہیں و دیگر امور میں مانند صبر برایذا کے کفار میں اقتدا کریں بہ استدلال قولہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ یعنی جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر۔ اور اقتدا کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں موافقت چاہنا۔ ج اقتدہ یہ ہا سکتہ کی پس وقف میں یہ ہا آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو باین طور کہ وصل کو وقف کے بجائے ہا رکھنا کیا اور حمزہ و کسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہے اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہے نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہے اور

اور راجع بجانب مصدر ہو یعنی اقتدہ بمعنی اقتدار الاقتدار ہے - قُلْ لاہل مکہ - کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ - اے علی القرآن - نہین مانگتا مین تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض - اَجْرًا - ان تعطونہ کچھ اجرت جسکو تم لوگ دیدو - بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالی عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو - اِنْ هُوَ ما ہذا القرآن نہین ہے یہ قرآن - اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ - مگر نصیحت واسطے عالمین کے یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آیندہ قیامت تک پائے جاوین اور اسمین دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق پر آپکی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہو اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہو اور دلیل یہی لفظ عالمین ہو جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جسمین سے ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم - فی العرائس قولہ اجتبیناہم وہدیناہم - اپنی معرفت کیواسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ مین یون ہے کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین اور شہریات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب ہو اور جنید نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منھ موڑ کر صرف او تعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی - قولہ تعالی اولٰئک الذین ہدی اللہ - او تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیائے سابقین کی اقتدا کرین کیونکہ اس مقام مین وسائط کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کیے چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الآیۃ - کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا تو یہ نہین دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے اس بات کے کہ میری پیروی کرے - قال المترجم علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص وحی نہین آئی اسمین آپ کو انبیاء سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہوا سپر ہم کو عمل کرنا چاہیے ہو اور مترجم اس بحث کو پہلے ذکر کرچکا ہے فتذکر - قال الشیخ اور نیز قولہ اولٰئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہو چنانچہ او تعالی نے فرمایا - شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ - واسطی رح نے اس آیت مین کہا کہ او تعالی نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب اُن سے ساقط کردی اور اُن کے اسرار باطنی مین اشارات حقائق کو بھر دیا - اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت پوری نہین ہوتی جب تک کہ پیشواؤن سے نہ لیوے اور اُن کی نظر کی برکتین حاصل نہ کرے - بھلا تو نہین دیکھتا کہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونون وزیرون سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا - اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر - یعنی تم لوگ اقتدا کرو دونون سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتین وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین پس ایسے ہی شخص کی اقتدا صحیح ہو جو پیشواؤن کے طریقہ پر ہو اور انکی برکتون نے اسمین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے - فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

اور انھوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے کہ اللہ نے اُتارا نہین کسی انسان پر کچھ پوچھ تو کس نے اُتاری

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ

وہ کتاب جو موسیٰ لایا روشنی اور ہدایت لوگون کی جسکو تم نے ورق ورق کر کر

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ قُلِ

دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اسمین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمھارے باپ دادے کہہ

اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے اپنی بک بک مین کھیلا کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری

مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

برکت کی سچ بتاتی اپنی اگلی کو اور تا تو ڈراوے اصل بستی کو اور آس پاس

حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

والون کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہین اور وہ ہین اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ۔ نہین تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی جیسا اسکی عظمت کا حق ہے ف ۔ کذا حکی عن ابن عباس رض اور یا یعنی کہ نہین پہچانا اللہ تعالیٰ کو حق اسکے پہچاننے کا ۔ حاصل آنکہ حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اُتاری کیونکہ یہ تو ادنیٰ بات ہو اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندون پر بہت ہو از انجملہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگون نے اسکی معرفت نہ پہچانی ۔ اِذْ قَالُوْا ۔ جبکہ کہا ان لوگون نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے مین جھگڑتے تھے ۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۔ مِنْ ادہ بغرض تاکید وشمول نفی ہے "نہین اُتاری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز" قال المفسر رح یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرتے ہین کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ۔ ابن عباس سے روایت ہو کہ یہود نے کہا کہ اے محمد آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اُتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری ۔ سدی رح نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہ رح سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے شاید ان یہودیون نے عوام کو شک ڈالنے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی ۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت مین مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ مین تھے یا اتفاق سے مکہ مین گئے ہون اور یہ سورہ مکیہ ہے ۔ قال الحافظ ابن کثیر رح قولہ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ ۔ نہین تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ اُنھون نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا ۔ ابن عباس و مجاہد و عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق مین ہو اور ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا ہو پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کرکے کہا کہ اصح یہ ہو کہ قریش کے حق مین نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہو اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کیے جانے سے منکر نہین ہین ہان قریش و عرب البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہین کما فی قولہ قالوا ابعث

اللہ بشراً رسولاً الآیۃ۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہان انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکون نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شئی۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتین سب واقع ہو سکتی ہین اگرچہ سبب نزول مین رائے کو دخل نہین مگر توفیق یون ہو سکتی ہے کہ یہود کمبخت نے مکہ مین یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات مین بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے مین کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش تو اس بات مین یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى۔ ان لوگون سے کہدے کہ کس نے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ۔ ف۔ یعنی توریت پھر کس نے اُتاری۔ یہ مین بار تقدیہ اور ضمیر مفعول بہ سے اور اسی سے حال ہے۔ قولہ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگون کے لئے یعنی منور وہادی ہے۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے مین اس کتاب سے روشنی لیجاتی تھی۔ اور قریش پر اسوجہ سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہین کر سکتا اور اگر نزول درباره یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہین کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت کر دیا اور قریش نے انھین جھوٹون وبہتان کرنے والون کی تصدیق کی تھی پس قریش بھی رد ہو گیا۔ یہودی اس سے کسی طرح انکار نہین کر سکتے۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا۔ بقولہ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ۔ درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزاء متفرقہ بناتے ہو۔ ابوعمرو اور ابن کثیر نے یجعلون بیاء تحتانیہ تینون جگہ پڑھا یعنی یجعلون اور یبدونہا اور یخفون سب بیاء تحتانیہ پڑھے ہین اور باقیون نے یجعلون وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جسکے فوائد مین سے یہ بھی ہے کہ بالمشافہ خطاب مین جھوٹ بولنے سے شرم کرین اور قراطیس جمع قرطاس بمعنی پارہ پارہ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو قراطیس مین یا تقدیر کلام آنکہ یجعلونہ ذا قراطیس یعنی اسکو اصلی کتاب مین سے نقل کر کے قراطیس مین لاتے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہو وہ پوری ہو کہ تحریف کرین اور تبدیل کرین اور کچھ ظاہر کرین اور جو چاہین وہ چھپا ڈالین جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی۔ اور یہ اُن لوگون کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہین اسی واسطے فرمایا تُبْدُوْنَهَا یعنی جو کچھ اسمین سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہین) وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (یا) وے لوگ اسمین سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولیٰ ہے بقرینہ قولہ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ۔ وعلمتم ایہا الیہود من القرآن ما لم تعلموا انتم ولا اٰباؤکم من التوراۃ بیان ما التبس علیکم واختلفتم فیہ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتین جنکو نہین جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادون نے توریت مین سے بایں طور کہ قرآن مین بیان آ گیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہو گئی تھی اور تم اسمین باہم جھگڑتے تھے۔ (السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی وپچھلی وہ خبرین وعلوم سکھلائے جو تم وتمھارے باپ کوئی نہین جانتے تھے۔ لیکن پوشیدہ نہین کہ استفہام کے تحت مین یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اُتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم وتمھارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہون کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت واحسان کے ہے یہود پر

اور نعمت کی یاددہانی ہو تاکہ جان بوجھکر جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین ۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار
کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کس نے توریت موسیٰ پر اُتاری تھی جواب دے بقولہ قُلِ اللّٰهُ اسے اللہ تعالیٰ اتارا ۔ رواہ علی بن
ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُتارا ۔ یعنی یہودی جھوٹے سفری شرمندہ ہوکر کیا جواب دینگے جواب
تو یہی ہے تو خود جواب یدے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اُتارا پس جیسا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو منکرین و
یہودیون کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہے رد ہوگیا اسلئے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کیواسطے موجبہ جزئیہ
کافی ہے ۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ فی باطلہم يَلْعَبُونَ ۔ پھر اُن کو اُن کی جہالت گمراہی اور بہتان و افترا مین چھوڑدے
لہو ولعب کرین ف ۔ یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت ہے انمین جاری ہو ۔ اور یہ بیان مشیت ہے کہ صریح الزام ان پر
عائد ہین یکھتے و جانتے ہین پھر ہدایت نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے یہ بعید ہے کہ پھر قرآن مجید کو
بیان فرمایا ۔ وَهٰذَا یہ قرآن كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ایسی کتاب ہے کہ ہم نے اسکو
اُتارا مبارک ہے اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتی ہے
وَلِتُنْذِرَ دو قراءۃ ہین بتا خطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہے اور بیاء تحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہے اور یہ اپنے ماقبل پر
از راہ معنی کے عطف ہے اور حاصل آنکہ یہ قرآن ایک کتاب ہے کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت و اگلی کتابون کی تصدیق کے اور
واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈرسنا وے ۔ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ام القریٰ کو یعنی ام القریٰ والون کو اور ان
لوگون کو جو اسکے گرد ہین ۔ قتادہؒ نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتدائے خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے
مکہ کو ام القریٰ کہتے ہین کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود یہین سے ہے اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہے ۔ بالجملہ ام القریٰ کے گردا گرد
تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند مان کے ہے چنانچہ دوسری آیت مین ہے قل
یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الآیۃ ۔ اور فرمایا ۔ تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ۔ اور فرمایا ۔ لانذرکم بہ
ومن بلغ الآیۃ پس یہ ارادہ ہوگا کہ وہ لتنذر ام القریٰ ۔ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہے کیونکہ من حولہا کے
معنی عموم بعثت کے مثبت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفید عموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا سے مضافات مکہ مراد
ہون تاہم ایک خاص فعل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین بایں معنی کہ جسکو واسطہ
آپکے بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہے ورنہ کافر ہوگا ۔ فافہم ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ جو لوگ آخرت
کو حق جانتے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین ف ۔ کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہے وہ ڈرسنانے پر متنبہ ہوتا
اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہے کیونکہ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہے اور لہو ولعب بیکار ہے اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار
آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین ۔ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت
رکھتے ہین ف ۔ یعنی عذاب الٰہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین ۔ قال فی المدارک نماز کی خصوصیت بایں معنی کہ وہ دین کا
ستون اور اصل اعمال ہے جسنے اسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہے کہ سب کو نگاہ رکھیگا قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام
بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے حضور مین عاجزی اور سرجھکانے

کو خیال نہین رکھتے اور سورۂ الحمد مین جو دعا و مناجات ہے اسکو دل سے نہین مانگتے ہین اللہم وفقنا ایای والمسلمین جمیعا وانت ارحم الراحمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کنہ قدم کو پاوین
کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہے کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریا کو کوئی
کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین و
لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان
سے ممکن ہے حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہے ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی ندارد ہے
سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہے اسکا ادراک کسی بندۂ مخلوق کی طاقت
نہین یعنی کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہے وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہے اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہے کہین
مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہے وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہے کہ زبانین جتنی بے انتہا تعریف کرین وہ اسکی
پاک برتر شان مین تھوڑی سی تھوڑی ہے اسکی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہے۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
عارف کہلایا اور جس حال کی بزرگی مین یہ بندہ پہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گرد
ہے وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم ویعلم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیواسطے گردن جھکا و سبحانک
اللہم آمنا بک وبما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہے بس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الٰہی
ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الٰہی کے وارد ہونے پر ان کی روحین
پگھل جاتین اور فنا ہو جاتین قولہ قل اللہ ثم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت
مین ان کی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے وارد ات
سے جو ان پر وارد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانے پس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو بزبان ادائے
محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہے تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو اور جب وہ لوگ
تجھ سے پوچھین جو قہر الٰہی مین پڑکر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کہان سے ہے تو کہدے کہ مشیت الٰہی نے تم کو اسمین ڈالا ہے
اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہے اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہے پھر چھوڑ دے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
جس دل مین اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہے۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ
مین داخل کی مترجم کی سمجھ مین تو جب شاید نہین آئی اور شاید قولہ علمتم ما لم تعلموا انتم ولا آباؤکم۔ کی تفسیر مین حضرت قتادہ رح سے مروی ہوا کہ یہ
مشرکون کیواسطے ہے اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانون کے واسطے ہے پس یہی اشارہ ہے ان دونون گروہ اہل ایمان و ولایت
کے اور اہل قہر و ضلالت کے اسکے حکم مین شامل ہونے کا ذو جہت سے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہ ہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہو جانا بندہ کے واسطے پردہ ہے اور نیز جب تبلیغ
رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ بغیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑ دے

تا کہ زبان باطنی موافق بزبان ظاہر ہو ۔ بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کیواسطے
بلکہ وہی ہو رہے ۔ بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی ہیں کہ اور وہاں کے حسب حال ادا کر اور زبان سے چھوڑ دے ۔ حکایت ہے
کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لا الہ الا اللہ نہیں کہتے اور اللہ کہتے ہیں اسمین کیا بات ہے فرمایا کہ اسکا ضد کہان ہے
جس کی نفی کرون پھر زیادہ کیا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہیں ہوتی ۔ پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہو جاؤن
پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم پس وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے
وارثون نے شبلی رح پر خون کا دعوی کیا اور خلیفہ کے پاس لیگئے پس خلیفہ نے شبلی رح سے دعوی کا استفسار کیا تو شبلی رح نے کہا کہ ایک روح تھی
کہ محبت میں سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا کیا قصور ہے پس خلیفہ نے حاجبون کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ قصور نہیں
ہے قال المترجم کمال الیقین و کمال محبت ہے کہ لا الہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھین کو حکم ہے کہ آلہہ باطلہ بناتے ہیں اور جن کو
یقین پڑھتا جاتا ہے وہ کافرون مشرکون پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہیں پھر کس معبود کی نفی کریں یہاں تو فقط ایک
اللہ پاک معبود برحق ہے ہان اگر کوئی اور وہم خیال میں آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلی رح نے کہا کہ ضد کہان ہے جس کی نفی کرون حاصل آنکہ
اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بد خلقی کا تصور ہو سکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھا یا جانور نہیں ہے تو بات اگرچہ
سچی ہے ولیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافرون کے معبودون کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہیں سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار
ہی کچھ نہیں ہے کیا اُن میں الوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے ۔ فافہم ۔ قولہ وہذا کتاب انزلناہ
مبارک الآیۃ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہیں ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہیں کر سکتے ہیں اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور
تیری اُمت پر جو صادقین ہیں کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہیں اور با وہیبت کے ساتھ اسکو سمجھتے ہیں جس سے دیدار صفات قدم کے
خزانون تک پہونچتے ہیں کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہیں جنسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزائن صفات
کی کنجی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اسمین نورانی عقل سے غور کرینو الا ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کتاب
انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب ۔ اور نیز مبارک ہے باین معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جسمین اسرار
قرب و صال ہیں اور تشویق بحسن و جمال ہے اور تحذیر از ہجر و فراق ہے اسمین اہل نور و تقوی کے واسطے راز و نیاز کی باتین ہیں اسمین عارفین
کے لئے اشارات ہیں اور موحدون کے لئے مفرحات ہیں اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غرور سے دور ہیں
یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثنا و صفت میں سب اگلی کتابون سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صدور ہیں اور یہ زیادہ
جامع و کاشف مقامات ہے بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والون کے لئے ۔ اور ایسی ہی
تصدیق و عمل کرنے والون کے لئے اور ایسے ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والون کے لئے اور ایسے ہی حضور دل سے
سمجھکر پڑھنے والون کے لئے ۔ قال الاستاد ۔ حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ وجد و حال
مین تسکین اور شفار از درد ہجر و فنا رہے ۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ

اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہین

شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں

فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ

موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اُس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا

پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ

دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ع

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

وَمَنْ اَظْلَمُ - ای لا احد اظلم کوئی زیادہ ظالم نہیں - مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا - یا دعاء النبوۃ ولم یکن نبیا - ایسے شخص سے جس نے بہتان باندھا اللہ تعالی پر - باین طور کہ نبوت کا دعوی کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا - اَوْ قَالَ عطف خاص برعام ہے بنابر قول شیخ ابوحیان کے - یا کہا کہ - اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ - مجھے وحی الٰہی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے - عکرمہ رض سے ابن جریر رح نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور معالم نے قتادہ رح سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے - وَمَنْ قَالَ - ای ومن قال پس عطف ہے من افتری پر یعنی اور کون اظلم ہے اسلیے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جس نے کہا - سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - کہ مجھ پر اُترنے والا ہے جیسا اللہ تعالی نے محمد صلعم پر اُتارا - اور یہ ان لوگوں نے بیباکی و حماقت سے کہا دیا - مطلب انکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنا لیں کما قال تعالی واذا تتلی علیهم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ہذا - اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبداللہ بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالی ثم انشانا خلقا آخر - اسکو لکھوایا تو عبداللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یونہی نزول ہوا ہے اور یہ لکھا ہوا تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ پر بھی اُن کے مثل وحی کی گئی جیسا آیا لکھی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے اُن کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہوکر مشرکوں کے پاس پہنچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا - قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبداللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا پس اخبار غیبیہ ہو سکتا ہے اور عموم کلام میں عبداللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اسکے مصداق وہی [illegible] لوگ تھے

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰی یا محمد اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے۔ غمرات جمع غمرۃ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس رضؓ غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ۔ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہون گے ف ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کیواسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہون گے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ نکالو اپنی روحون کو ف ہم اُن کو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہے روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہو کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوانؓ الفارہین۔ قال ابن کثیرؒ باسطوا ایدیھم یعنی مارپیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاکؒ ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و خواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اُسکی روح اُسکے جسم مین ڈری ہوئی دیکھتی ہو اور نکلنا نہین چاہتی ہو پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت و خواری دیے جاؤگے۔ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر ف یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کئے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب۔ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ۔ اور اوتعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسرؒ جواب لو محذوف ہو بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا وکذا لرأیت امرا عظیما یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہوکر بدحال ہون گے تو البتہ تجھکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا بالجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اُٹھائے جاوین گے تو اُن سے کہا جاویگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسرؒ یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ لئے ہوئے ہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدانکہ فرادیً تنوین بنا بر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور بالف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنا بر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فردی جمع فرادی نہین بس اسم جمع ہو اور راغبؒ نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ وہ حالؒ اقع ہے۔ اے جئتمونا منفردین الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے عکرمہ سے مروی ہوا کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑ آئے تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہون قال ابن کثیرؒ یعنی جو نعمتین و مال تم نے دار دنیا مین جوڑ جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے پس گر ایمان لاکر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر مین صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہان ملتا اب آخرکار چارناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح مین ہو کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ

تیرا مال بھی ہے سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا - اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اوروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے - وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ - الاصنام - الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا - یعنی ملامت کرنے کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ مین لات عزی وغیرہ بتون کو جو تمھارے زعم مین تمھارے شفیع تھے اب نہین دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق مین یہ لوگ اللہ تعالی کے شریک ہین - لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ - وصلکم ٹکرے ہو گیا وصل و میل تمھارا یعنی تمھارا جتھا ٹوٹ گیا اور یہ بنا بر قراۃ رفع کے ہے یعنی بینکم فاعل واقع ہے اور یہی اکثر قرا رحمہم اللہ کی قراۃ ہے - بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج رح نے کہا کہ بین ایک لغت ہے جو وصل اور جدائی دونون معنی مین آتا ہے پس یہ اضداد مین سے ہے اور یہان بمعنی اول ہے اور حفص و نافع وغیرہ کی قراۃ مین بینکم منصوب ہے یعنی تقطع ما بینکم اور یہی ابن مسعودؓ کی قراۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے - وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ - یعنی دنیا مین جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورا وا العذاب و تقطعت بھم الاسباب الآیۃ - ف - فی العرائس قولہ تعالی ومن اظلم ممن افترى الآیۃ - اسمین اشارہ ہے کہ امر الٰہی مین ہر مفتری و جھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الٰہی کا دعوی کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگون کو بہکاتا اور ناحق خراب و برباد کرتا ہے انجام کار خود دین و دنیا مین برباد ہوگا - بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الٰہی نہ ہو اسکو بیان کرنا بھی اسی حکم مین داخل ہے - سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہے - قولہ تعالی ولقد جئتمونا فرادى - اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت و جلال کے ظہور مین ہیچ و مضمحل ہین جب بندے پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھین گے اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ مین ان کی کچھ ہستی سمجھین گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہون گے جیسے عدم سے نکلے - بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اوتعالی کی درگاہ مین رجوع لاوے - شیخ ابو حفص رح سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الٰہی مین جا دینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے غنی کی درگاہ مین لیجاوے - قال تعالی لقد جئتمونا فرادى یعنی اپنے اعمال و احوال و طاعات سب سے خالی آئے - قال الشیخ مجھے یہان ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے درحالیکہ موحد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال مین عدم سے پیدا کرکے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تم نے الست بربکم کے جواب مین بلی سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ و بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ الی آخرہ مین اشارہ ہے کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہے اور اوتعالی نے قولہ و ترکتم ما خولناکم وراء ظہورکم سے سبقت ارادہ ازلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر کہان پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات

اللَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۵

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

اور اُسی نے بنادیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

الْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۵

دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۔ یہاں سے عجائب قدرت الٰہی کا بیان ہے اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہے اے چاک کر دینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہے ۔ کما قال ابن جریرؒ اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گیہوں وغیرہ کے اور نوی ہر گٹھلی جیسے خرما کی گٹھلی ہوتی ہے یعنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالیٰ درخت اُگاتا ہے جسمیں بالیاں ہزاروں دانہ لاتی ہیں اور گٹھلی سے درخت جماتا ہے جس کا سر ہوا میں بلند ہوتا اور ہری ہری پتیاں و شاخیں ہوتی ہیں یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشرک و کافر جن کو اپنا معبود بناتے ہیں انہیں سے کسی کو ایک پتی کی قدرت نہیں ہے پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے ف ہر دانہ و گٹھلی و حیوان و انسان کا نطفہ مردہ ہیں اس سے زندہ نکالا اور یہاں سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبزہ و نباتات میں جان ہے وقد قال تعالیٰ فانظر الیٰ آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذٰلک لمحی الموتیٰ الآیۃ ۔ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۔ زندہ سے مردہ نکالتا ہے ف جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ و انڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے میں ذرہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہیں مگر آنکہ آدمی بیوقوف اندھا ہو ۔ پھر اپنی توحید کی طرف بلایا ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ۔ یعنی جس کی قدرتوں میں سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالیٰ ہے اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۔ یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہیں تم کہاں منہ موڑے جاتے ہو اور مفسرؒ نے انیٰ بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو ۔ عن ابن عباسؓ کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدرتیں بیان فرمائیں ۔ بقولہ ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۔ اصباح کو شق کرنے والا ہے ف مفسرؒ نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے ۔ قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ او تعالیٰ اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے چہرہ شب سے کھولنے والا ہے پس جو وہم یہاں وارد ہوتا تھا کہ مشقوق تو تاریکی ہے کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ او تعالیٰ شق فرمایا ہے صبح کے عمود کو جو عکس ہے دن کی روشنی سے و دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہے ۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح ۔ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانیوالا ہے ف سکن یوں کہ اسمیں تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کرتی ہے سکن محل سکون قال قتادہ اسمیں ہر چو پایہ و پرند سکون لیتا ہے ۔ قال ابن کثیرؒ صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ او تعالیٰ نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہے ف۔ واضح ہو کہ
شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا بر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہے کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہے یعنی بحسب المعنی مفعول ہے پس
اسی پر شمس و قمر کا عطف ہے اور حسبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہے یعنی یجریان بحسبان۔ پس با محذوف ہے
چنانچہ سورہ الرحمن میں ظاہر مذکور ہے اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حسبانا
یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں بحسبان مقدر بقانون متقن کہ نہ تغیر ہے اور نہ اضطراب ہے
بلکہ ہر ایک کیواسطے منزلیں ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ وجل
الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو
غالب ہے اپنی بادشاہت میں دانا ہے اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عزوجل ہے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ۔ جمع نجم
ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر یہاں ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عزوجل نے تمہارے
لیے ستارے بنا دیے لِتَهْتَدُوا بِهَا۔ تاکہ راستہ تلاش کرلو ان نجوم کے ذریعہ سے فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اپنے
سفروں میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونوں کی طرف بسبب
ملابست کے ہے یا ظلمات سے مراد ان دونوں کے اندر راہوں کا اشتباہ ہے کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ
اکثر روئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہاں ریگستان
و جنگل و پہاڑ ہیں ہرگز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاویں اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہوجاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ستارے ثوابت
پیدا فرمائے جن سے خوب راہ ملجاتی ہے اور آنحضرت صلعم نے انھیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی
کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جس سے اقتدا کروگے اُسکے پیچھے راہ پر پہونچ
جاؤگے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدایش اسلیئے نہیں کہ کافر و مشرک اُن کی پرستش کریں یا اُن کی طرف سے اپنے حق میں رزق
وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ راہ بھول جاویں تو راستہ کا پتہ لگاویں۔ قال ابن کثیرؒ بعض سلف رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُسنے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ایک یہ
کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسمان کی زینت کیا ہے اور شیطانوں کیلیے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دریاؤں میں اُن کے پتے
سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں
راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کیواسطے اور شیاطین
کے رجم کیواسطے اور علامات کیلیئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو۔ قتادہؒ سے اسی کے مانند مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو۔ پھر اور باز رہو۔
رواہ ابن مردویہ والخطیب۔ امام غزالی رحؒ سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرفتیں ہیں جو اہل علم کی شان ہے اور عوام
اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی انسے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات
والارض میں شامل ہے اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ان میں اس معنی

کرے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم مین نظر
کرنے سے۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب و حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھین دونون اماموں ومرہبی نے روایت کیا اور
خطیب نے حضرت عائشہ رض سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب
کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو
رواہ الطبرانی والخطیب۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے
جادو مین سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ ابن ابی شیبۃ و ابوداؤد و ابن مردویہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے مجمل معلوم
ہوتا ہے کہ ستارون وغیرہ مین نظر کرنا روا ہے تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہے کہ تین اُمور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے
یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان مین نظر کرنا روا ہے۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اللہ تعالی کے نزدیک محبوب بندے وہ ہین جو
نگاہ رکھین سورج و چاند کو اپنی نماز کے وقتون کیلئے رواہ الحاکم و صححہ۔ و عن ابن ابی اوفی و ابی الدرداء و ابی ہریرۃ نحوہ رواہ ابن شاہین
والطبرانی والخطیب و الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستارون کی بہت سی تاثیرات کتابون مین لکھی ہوئی جمع ہین اور وہ موافق ہوتی ہین
تو جواب یہ ہے کہ تاثیر کے معنی ہین کسی چیز مین اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہے کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز خود اس امر پر
قادر ہو کہ کسی چیز مین اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالی نے ظاہر مین جو اسباب نظر مخلوق مین رکھے ہین کہ اللہ تعالی کی تاثیر
دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہے تو اب یہ غور ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہین اگر تجربہ و قیاس
و گمان سے ہین تو انکا کیا اعتبار ہے اور کیونکر یہ یقین ہوا کہ آیندہ زمانہ مین یون ہی ہوگا خصوص جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جنتری مین
چاند اُنتیس ۲۹ کا لکھا ہے اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ امسال ۱۳۰۷ھ ہجری مین مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے
خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان مین خود تاثیر نہین دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے سوم تاثیر کا حال
معلوم نہین کہ اللہ تعالی تاثیر دے یا نہ دے۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہے نجم چاند نکلنا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور چنین و چنان جو نجومی
بیان کرتے ہین صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہین کھلی ظاہر ہین پھر مرد مسلمان مومن
کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہین کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح مین صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین
اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق مین مذکور ہو چکی ہین اور دل یون مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالی نے مقدر
فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہین کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنی مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیون کی طرح
رات دن حرکت مین یا ثابت ہین اور اسی کی یاد مین مصروف ہین اسی کے حکم مین مسخر و مجبور ہین وہ بھلا کیا کر سکتے ہین لہذا ایسے اعمال
کرو جو اللہ تعالی عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہین اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہے پس آخرت کا توشہ درست
کرو جسکو قبر مین ساتھ لیجاؤ حدیث صحیح مین ہے کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہے یا دوزخ کا ایک گڑھا ہے پس اللہ تعالی سے ڈرو اور اس
ہدایت مانگو اور کفر و شرک بد اعتقادیون سے بچو اللہ تعالی مجھ پر اور تم پر رحم فرماوے وہی ارحم الراحمین ہے والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ
لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ اے قد بینا الدلالات علی الوحدانیۃ والقدرۃ لقوم یتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر
دلالات بیان کر دین ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت مین فکر کرتے ہین۔ یہ ایسا کھلا بیان ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالی

نے علم وہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت وجلال وتوحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے مین اندھے گھسے جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال ف — فی العرائس قولہ تعالی فالق الاصباح الآیۃ۔ صبح انوار شہود کو اہل ایمان ومعرفت کیلئے منکشف فرمایا۔ ازانجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام واولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے اُن کے چہرون سے ظہور کرکے نیک بندون کو منور کردیا۔ قال المترجم حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور پروانہ کی طرح ان کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث وآثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت وہدایت پاتا ہے فتذکر۔ قولہ جاعل اللیل سکنا جنکو انس ہے وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور اوتعالی دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہین۔ قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہو کہ جس نے تنہائی مین اوتعالی کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے۔ یہ جوش محبت کی خبر ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب وسینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور کرنیوالا۔ قولہ تعالی وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیۃ۔ واضح ہو کہ عوام لوگ جسم وجسمانیات کے متعلق جو قوت ہے اُس کو عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری وباطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین ویسی ہی یہ عقل کچھ چیز نہین ہے بلکہ عقل اُن کے نزدیک جسکا نام ہے وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت وسنت اس سے فیض پاتا ہے پس اشارہ ہے کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین توضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہے کہ نفوس کی تاریکیون مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات وانوار صفات کی راہ ملتی ہے اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی۔ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے رات کو سکن کردیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہو کر رضا وتسلیم کے ساتھ درجہ قرب ومنزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ رضاء حق عزوجل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ

اور اسی نے بنا دیا تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہین تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا ہم نے کھول سنائے پتے

لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ

اُس قوم کو جو بوجھتے ہین اور اسی نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہمنے اس سے اُگنے والی ہر

شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

چیز پھر اسمین سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے مین سے گچھے

دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

لٹکتے ہین اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس مین ملتے اور جدے

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اُسکا پکنا ان چیزون مین سب پتے ہین یقین لانے والون کو

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ خلقکم ۔ تم کو پیدا کر دیا بعد از انکہ تم نہ تھے مگر او تعالیٰ کے علم مین تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالیٰ خالق پاک ہے جسکی عجائب قدرت پاک مین سے ہے کہ تم کو پیدا کر دیا ۔ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے ۔ اگر کہا جاوے کہ آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہین تو جواب آنکہ حوا بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ مذکور ہو چکا ۔ فَمُسْتَقَرٌّ بکسر قاف قراۃ ابوعمرو اور ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی بعض تم مین سے قرار پکڑنیوالے ہین رحم مین ۔ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۔ بفتح دال یعنی بعض دیگر تم مین سے اپنے باپون کی پشت مین ودیعت رکھے ہوئے ہین اور اس تفسیر کو عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن مین باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا ۔ قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطاء الخراسانی اور نیز ابن مسعود رض و ایک گروہ علماء سے اس کے برعکس مروی ہوا یعنی مستقر تو پشت پدر مین اور مستودع رحم مادر مین ۔ وفی الکمالین عبدالرزاق نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ مستقر تو دنیا مین اور مستودع آخرت مین ۔ اور طبرانی نے ابن مسعود رض کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے ۔ قال الحافظ اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی یہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہے اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ونقر فی الارحام ما نشاء اور روایت عبدالرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہے قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت مین ہوگی کہ موافق قراۃ باقی قراء رحمہم اللہ کے مستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغہ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر وظرف دونون محتمل ہونے مین اتفاق ہے ۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ہم نے آیات کو مفصل کر دیا ایسی قوم کیلئے جو فقہ رکھتے ہین یعنی یفقہون ما یقال لہم جو ان سے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہین ۔ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ ماء یعنی مینھ پہلے آسمان سے ابر مین اترتا ہے پھر ابر سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہین ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ موقع پر مذکور ہوگی یہان اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہرچند جاڑے و گرمیون وغیرہ مین بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم برسات مین ہوتی ہے اور کسی مینھ سے نہین ہوتی ہے ۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے پانی اتارا ۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ اسمین غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالماء المطر نبات کل شئ تنبت ۔ یعنی پھر ہم نے باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اگتی ہے اگایا ۔ حاصل آنکہ کل شئ سے مراد اگنے والی ہر شئے ہے ۔ رہا قولہ تعالیٰ وجعلنا من الماء کل شئ حی ۔ مین بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر شئے جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جس طرح فرمایا ہے بلا تقیید وتاویل کے درست ہے ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور یہ تحقیق بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئیگی ۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا ۔ فاخرجنا من النبات شیئا خضرا ۔ پھر ہم نے نبات مین سے ایک شئ سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر ہے بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شئ ۔ ہم نے پانی سے ہر شئے کی نبات نکالی یعنی آدمیون و ہر قسم کے جانورون وچرند و پرند وحشی و پالو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۔ نکالتے ہین ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہون وغیرہ کی بالیان ہوتی ہین اور بجائے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدائش کی تصویر عقل مین آوے ۔ سبحان اللہ تعالیٰ عجیب نادر صنعت ہے

جسمین نادر حکمتین ہین ولیکن گویا آنکھین دیکھتے دیکھتے پتھرا گئین حالانکہ ہر وقت وہر باران کو معرفت زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ
مبدل منہ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض ہے ولیکن ملکر خبر مقدم ہوئی۔ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا موخر ہے۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع
اول ما یخرج منہا فی اکمامہا یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ مین سے ہے اس کے اکمام مین۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو
طلع پر ہوتا ہے۔ قبل طلع وہ کفری ہے قبل سکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر عذق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف
کھل گیا تو عذق کہلاتا ہے اور اسی کو قنو کہتے ہین جسکو ہندی مین گچھا و گودھ بولتے ہین اور عذق خاص خرما کے گودھ کو کہتے ہین
اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو وصنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ
جما اور دانیہ اے بعض قریب بعض یعنی آپس مین ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندلیہ یعنی
لٹکے ہوے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جن کی گودھین لدی ہوئی زمین پر چھٹی پڑتی ہین اور
ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودھ خوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ
اسکا بوجھ نہین سنبھال سکتی ہے۔ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغون کو انگور
کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے حبوب اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونون
ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی درحالیکہ مشتبہ
ہین زیتون و رمان کے پتے اور نہین متشابہ ہین پھل دونون کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالی کیونکہ زیتون و رمان کے پتے
زیادہ مشتبہ ہوتے ہین۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ۔ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اس کے ثمر کو
جب اسمین پھل آوین۔ الثمر بفتحتین احد ہے اور بضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتدائے حال پھل آنے
مین دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہین بدمزہ ہوتا ہے وَيَنْعِهٖ۔ والی ینعہ یعنی اسکی
پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ
یعنی ان فی ذلک اور اتصال خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم مین۔ لَاٰيٰتٍ یعنی
دلالات ہین اوتعالی عزوجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتون سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے
وہ ضرور بدرجہ اولی بروز بعث وحشر کے دوبارہ زندہ کردینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ قوم مومنین کیلیے
ہین ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبر کا اشارہ فرمایا اور یہان قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صفت
او تعالی عزوجل سے انتفاع انھین لوگون کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدرتہائے گوناگون کے مشیت مین چونکہ کافر و
مشرک مطرود ہوئے ہین ان کی آنکھون پر پردے پڑے ہین کہ ان کو یہ نظر ہی نہین آتا اور یہ خود چشم ایمانی مین عجیب قدرت
نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالی یہ کہ آنکھون والے موٹے تازے یہان اندھے ہین اللھم ثبت قلبی
وقلوب المومنین علی دینک ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت
ہم کو ہبہ فرمائی ہے تو وہاب ہے ہم امیدوار ہین کہ یہ موہبت عظمی ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہے ف۔ فی العرائس قولہ
وهو الذی انشأکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق مین تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان ہو چکی ہے۔ سب کو جو ہر فطرت سے

پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشار وجود اسکے فعل خاص کا نور ہی اور نور فعل خاص کا منشار وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہی اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہی۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کردیا اور یہ لطائف خطاب ہیں سے اشارہ کیواسطے مخصوص ہیں یہ قول یعنی من نفس واحدۃ۔ ہی یعنی بظہور نفس احدۃ ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہی پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہی اور مستودع اسکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہی یہاں تک کہ صفات ہیں تو بقاء دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات ہیں فنار وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہی کہ وہاں کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن حوادث وہاں فانی ہیں اور یہی فنائے توحید ہی اور نیز مستقر جو آیت کریمہ میں مذکور ہی بعض لوگوں کا مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا کرامات ہیں اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے۔ ابن عطاء نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہیں جنہیں مستقر و مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت ہیں کہ مکشوف عنہ ہے اور مکشوف حال معرفت ہیں مستقر علیہ ہی۔ قال المترجم یعنی اس کلام سے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہی اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد مقدار ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کم و بیش عطا ہوتی ہی پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہیں وہ دو قسم کے ہو جاتے ہیں اس جہت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا اب وہ مکشوف عنہ ہوا یہاں تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب وہ اسمیں مستودع ہوگیا اور یہی مستودع بجال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ کذا افہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسپر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اس سے زائل ہو۔ واسطی نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات تا ابد ہی اور مستودع اس کی طرف عود کرنیگا جہاں سے جدا ہوچکا ہو۔ محمد بن عیسی ہاشمی نے کہا کہ ہرا برد اپنی مخلوق کا عالم ہی جیسا کہ چاہا ویسا کیا جو اسکے علم میں مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ میں لکھا پھر لوح کو مقادیر میں ودیعت رکھا جو اسمیں مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں ہوتا رہا یہانتک کہ اسکو دیکھ شقاوت یا سعادت تک پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ

اور ٹھہراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اسنے اُن کو بنایا اور تراشتے ہیں اُسکے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بن سمجھے وہ اس لائق نہیں

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ

اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو بتاتے ہیں نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اُسکو کہاں سے ہو بیٹا

وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

اور اُس کو کوئی عورت نہیں اور اُسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ اور مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات ساجھی بنائے۔ یہ وہی مشرکین کا حال ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ ایسا کہ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب غریب اوپر مذکور ہوئے ہیں اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت میں

ع ۱۵ ۸

پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہین اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہو اور شرکا مفعول اول ہو اور الجن اس سے بدل ہو یعنی اللہ تعالی
کے ساتھ شرکا بنائے اور وہ جن ہین۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنون کو نہین بلکہ فقط بتون کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ
جنون ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتون کی عبادت کا حکم دیا پس انھون نے عبادت کرنا شروع کیا حسن بصری
رحمہ اللہ سے یہ مصرح مروی ہو اور فرمایا اللہ تعالی نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ
وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم الآیہ - حاصل آنکہ مشرکون نے عبادت کے استحقاق مین جنون
کے کہنے سے بتون وغیرہ کو اللہ تعالی کا شریک بنایا۔ وَخَلَقَهُمْ - اے والحال انہ قد خلقہم فکیف یکون شرکا۔ حال یہ کہ او تعالی
نے جنون کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہو سکتے ہین مشرکون نے بتون کی عبادت کی اور جنون کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی
شرک ہی چنانچہ قولہ تعالی اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر مین ثابت ہوا کہ عالمون و درویشون کا قول جو کچھ وہ
خلاف و باطل کہتے اسکو اُن کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی اُنکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتون کی عبادت کرنے
مین مشرکون نے جنون کا قول مان کر ان کو شرکا ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الٰہی ہین اگرچہ مشرکون نے اپنے ہاتھ
سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیئے جیسے مشرکون نے جنون کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالی کا ہے
اور عالم و درویش اگر او تعالی کا حکم بتا دے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالی کا حکم موافق قرآن
یا حدیث کے نہین ہو تو فوراً ترک کر دے بالجملہ مشرکون کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھون نے جنون کا حکم مان لیا بتون کی عبادت
مین و شریک بنایا۔ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ - اکثرون کی قراۃ مین خرقوا بتخفیف رائے مہملہ ہو اور معنی اسکے
تراش لیا ان لوگون نے ۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا یہ معنی ایک قراۃ نافع رح مین خرّقوا بتشدید را مہملہ ہو یعنی کثرت سے ان
کافرون نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیان بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالی کا
اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستون نے کہا کہ ملائکہ بیٹیان ہین الغرض ان مشرکون نے اسکے لیئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیان
تراشین۔ سُبْحَانَهُ پاکی ہو اُس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ - اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے
ہین کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہو وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی بدون کسی نمونہ کے اُن چیزون کو
پیدا کر نیوالا ہے اس سے ان کافرون کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگون نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہو اس بات سے
کہ او تعالی ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانون و زمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہین غور
سے نہین دیکھتے تا کہ اسمین ہم ہین خوار و برباد ہو پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذو الجلال و الاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج
کی باتین کہان ہو سکتی ہین محال ہین۔ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ - کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجہ - یعنی
کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہین۔ اسمین بھی کافرون کو ارشاد ہو کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدایش مین تو بیٹا سمجھے اور
اللہ تعالی عز و جل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہین سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہو کہ بعضے کافر
مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہین حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتون کے اللہ تعالی کی لونڈی تھی جو اللہ تعالی کی تقدیر
پر راضی و شاکر بلکون بفقری و محتاجی کی حالت مین اللہ تعالی کی عبادت کرتی تھی اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام الآیۃ۔ پس وتعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے سو خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ اور او تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرماوے۔ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے قال البیضاوی وغیرہ اس آیت میں کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا۔ اول آنکہ او تعالیٰ مبدع سموات وارض ہے اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہیں جس جنس کا فرزند بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بھی مخلوق ہیں پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہیں اور ولادت سے مبرا ہیں کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہیں۔ ایک زمانہ دراز گذرا پس او تعالیٰ اُن کی بہ نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہیں ہے دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ او تعالیٰ جل جلالہ مجانست سے پاک ہے۔ سوم آنکہ او تعالیٰ کا کوئی کفو نہیں ہے اور جسکا فرزند ہوتا ہے فرزند اسکا کفو ہوتا ہے پس و تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز سوائے او تعالیٰ عز وجل کے ہے وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہیں ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ او تعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہیں ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمیں ذرہ برابر بھی تفاوت نہیں ہے پس کوئی چیز او تعالیٰ سے مشابہت نہیں رکھتی ہر ایک کو او تعالیٰ نے اپنی علم وحکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندوں کی معاش وزندگانی کردیا۔ بعض نے کہا کہ وہی مبدع ومبدی ہے اور بعض نے کہا کہ او تعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہیں جمال وکمال میں فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ج وَھُوَ عَلٰی کُلِّ

یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہیں بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اُس پر ہر

شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ ز وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝

چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہیں پا سکتی آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ۔ یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی معبود آلہ مگر وہی۔ اگر کہا جاوے کہ مشرکوں و کافروں نے اور چیزوں کو مخلوقات میں سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگوں نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُن کی عبادت کرنی شروع کی مگر اُنکے معبود بنانے سے یہ چیزیں آلہ نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ آلہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم وخبیر جس پر کسی مخلوق کی کنہ وماہیت کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہیں اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہیں جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدائش میں ظاہر و باہر ہے پس ایسا پاک پروردگار تو آلہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اور اسکے سوائے کوئی بھی آلہ نہیں ہے اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عز وجل کے واسطے عبادت کا

حق ہو اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہین رکھتا پس جب کافرون ومشرکون نے دیگر اشیار کو معبود بنایا تو کفر وشرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا پس اوتعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین ان کو ڈالا تو عین انصاف ہو کیونکہ الٰہ معبود فقط خالق ہے۔ وہو خالق کل شیٔ ۔ اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اے لوگو قبل موت کے ہوش مین آو اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فاعبدوہ ۔ وحدہ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وہو علیٰ کل شیٔ وکیل ۔ اے حفیظ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہین اور اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہو خود فرمایا۔ لا تدرکہ الابصار ۔ نہین ادراک کرتی ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین۔ وہو یدرک الابصار ۔ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہے۔ وہو اللطیف الخبیر ۔ اور وہ لطف ومہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی وشرک وکفر وعصیان بندون کے جسکو وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہو یہ صرف اسکا لطف ہو کہ ان کو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم ہوتا ہو تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی ورافضی ومعتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہو کیونکہ اوتعالیٰ فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار۔ اور جماعت اہل سنت نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح وحق ہے اور جماعت صحابہ وتابعین وسلف صالحین ائمہ علما سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار آلٰہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسمین تفصیل کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہو کہ قولہ لا تدرکہ۔ جملہ نافیہ ہو اور نفی ومحال مین فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہو جو ممکن ہی نہ ہو اور نفی کیواسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہو کہ کل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہو کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے والحمد للہ رب العالمین اور وجہ دوم آنکہ لا تدرکہ سے ادراک کی نفی ہو اور رویت کی نفی نہین اور دونون مین فرق ہے کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور رویت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ وحقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور رویت فقط دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک احاطہ کے ممکن ہی بلکہ واقع ہے کمافی قولہ تعالیٰ فقال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا۔ یعنی جب موسیٰ مع اسرائیل کے تیر روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہونچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب پہونچ گیا تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم ادراک کر لئے جاوینگے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہین پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہے پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہو کہ اوتعالیٰ کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولا یحیطون بہ علما۔ پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد وعلم مومنون کو موجود ہو وکمافی صحیح مسلم لا احصی ثناء علیک الحدیث۔ یعنی احاطہ ثنار الٰہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثنار موجود ہو۔ قال سعید بن المسیب قولہ لا تدرکہ الابصار یعنی ابصار اسکو احاطہ نہین کرتے ہین۔ قال عطا رح ابصار اسکو احاطہ کرنیسے عاجز ہین۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالیٰ کو احاطہ نہین کر سکتی۔ عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالیٰ نے لا تدرکہ الابصار فرمایا ہو تو کہا کہ اسے کیا تو آسمان کو

نہیں دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے یعنی اگر تو گھیر نہیں سکتا تو دیکھ سکتا ہے
وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہاں مستعمل ہوا ہے تو بھی بدعتیون کا قول نہیں بنتا ہے کیونکہ الابصار سے بالاتفاق
بدعتیون کے نزدیک بھی جمیع البصار مراد ہیں پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر اسے لا یدرکہ کل بصر اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ
جزئیہ ہے کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہیں کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہیں ہیں اسکے منافی نہیں کہ بعض انسان
عالم ہیں اسی طرح ہم نہیں کہتے کہ قیامت میں سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہیں اور کافرون کو نہ ہوگا چنانچہ
فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب میں محروم رہینگے۔ امام مالک و شافعی
نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملیگی۔۔ وجہ چہارم نفی ادراک سے نور ذات عظمت وجلال
کی نفی مراد ہے عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباس نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک تعالی کو دیکھا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالی نے تو یون
فرمایا کہ لا تدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ اے تیری مان نہ رہے یہ تو وہ نور ہے جو اسکا نور ہے جب اپنے نور سے تجلی فرمادے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے رواہ
ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور حدیث ابو موسی اشعری میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ میں خود موجود ہے کہ حجابہ النور لو کشفہ
لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابون میں ہے کہ موسی نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ
اے موسی کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھ سکتا مگر آنکہ مرجاویگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھے گا مگر آنکہ خشک ہوجائیگا تا آخر کلمات مترجم کہتا ہے کہ لالکائی
ہبۃ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ میں بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسی خود دلیل اہل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ
تعالی مذکور ہوگا اور خود ابن عباس رض وایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورۂ نجم کے اوائل میں انشاء اللہ تعالی
مذکور ہوگا۔ عائشہ رض سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق رح نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلعم
نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح
پس عائشہ رض کے کلام سے دنیا میں دیدار کی نفی نکلتی ہے۔ قال اسمعیل بن علیۃ وغیرہ فی قولہ لا تدرکہ الابصار۔ یہ دنیا میں ہے اور مومنین آخرت میں
اپنے پروردگار کو دیکھینگے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے
اور یہ نہیں دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس رض وغیرہ کے اُسکے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کہتا ہے کہ قول ام المومنین رض سے یہ ثابت
ہی نہیں ہوتا کہ آخرت میں دیدار نہوگا اور دیدار محال ہے بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھیں صرف دیدار بمعنی جلال وعظمت الہی کے دیکھ لینے
سے جس شان پر اللہ تعالی عزوجل ہے انکار کرتی تھیں قال الحافظ ابن کثیر رح دیدار جلال وعظمت وکبریا حضرت باری تعالی جس شان پر وہ ہے
اسکو ابصار ادراک نہیں کرسکتی اسیواسطے ام المومنین عائشہ رض مومنون کے حق میں آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھیں اور دنیا میں اسکی نفی
کرتی تھیں قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح میں اللہ تعالی عزوجل کے دیدار جنت میں ملنے کے بیان میں ہے کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن
یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر ردائے کبریائی ہوگی جنت عدن میں۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہیں کہ اہل جنت عدن کی آنکھوں پر جلال
وعظمت الہی جاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اُسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ
(اے منورہ اللہ تعالی) الی ربہا ناظرۃ۔ قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے پس مخصوص
بروز قیامت ہے اور قولہ لا تدرکہ الابصار۔ عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونون میں تعارض نہیں ہے تا کہ تاویل کی طرف

اضطرار ہو اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہین وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصۂ موسیٰ مین ذکر کرکے رد کردیجائیگی بلکہ وہان کی
آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہے اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ
عنہم وتابعین وصلحاء اُمت کے متواتر بیشمار ہین جنسے بتواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر
سیوطی رح نے بدور السافرہ مین ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہان تفسیر مین اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا
کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت مین اپنے پروردگار کو دیکھوگے جیسے تم چودہوین رات مین چاند کو دیکھتے ہو یعنی کھلے کھلے
دیکھوگے بدون حجاب شک کے اللھم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے
متعلق اسکے مناسبات سے باستدلال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق ف — فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم
جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات
پہچنوائی اور حدوث کی علت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات وصفات کا واحد
وفرد ہونا اور تمام شرک وضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات مین عبودیت
لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسہ نہ کرو
کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمین ہے سب اسکی عظمت وجلال کے حضور مین خضوع مین پڑے ہین یعنی اسکی تقدیر وحکم سے کسی کو سرتابی کی مجال
نہین ہے سب ہی اسکے قبضۂ قدرت مین ہین کوئی کسی کو نفع نہین دیسکتا اور کوئی ضرر نہین دیسکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ ومشیت ازلی
مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وھو علیٰ کل شیء وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ
پہلے بندون کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہین سمجھے قہر مین زیادہ اندھیرے مین ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا
پھر اپنی صفات صرف سے پہچنوایا اسمین بھی کافرون پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنون پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک کو
مکاشفہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم مین دھنس گئے اور اہل عرفان وتوحید اسمین فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الٰہ الا ہو۔ تو انبیاء
علیہم السلام وبزرگون کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شیء یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا اس طور
کہ حدوث ومخلوقات کی آنکھین اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہین اور اسکی ذات وصفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ
کبریائی مین آنکھ اٹھانے سے مجبور ومعذور ہین اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کما قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک
الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہین اور ہر بندۂ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا جب اسکے جلال سے بینائی
حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی وہستی مین باقی رہین بلکہ از خود فانی
ہوکر اسکے جلال کی نور سے آنکھین پاکر اسکو چودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور اوتعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات
کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان وخلوص توحید اسکو آخرت مین یون دیکھین گے بایں طور کہ اوتعالیٰ عزوجل انکو اپنے انوار صفات
سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے اوتعالیٰ عزوجل کو دیکھین گے اور یہ نہین کہ حادث اپنے حدوث سے
دیکھیں کیونکہ حادث کو اسکی ذات عظمت وکبریائی مین ہستی کی تاب وطاقت نہین ہے۔ ہان اوتعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے
علم وقدرت سے محیط ہے اُن کے وجود وعدم کو جانتا ہے قولہ وھو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہے کہ عشق کے ساتھ قلوب

اسکی وجہ ذوالجلال کی طرف کھینچتے ہین اور بیخود و عاجز ہوتے ہین اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریاے محبت مین غرق ہوگئین اور اسرار فنا ہوئے اور عقلین اسکی علوم مین مضمحل اور عاجز ہوئین شیخ ابویزید نے فرمایا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار او تعالی قلوب سے بھی محجوب ہے جیسا کہ ابصار سے محجوب ہے۔ اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل ویسی آنکھین دونون برابر ہین۔ بعض نے کہا کہ او تعالی ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہین کہ ابصار کو اسکی جناب مین خود رسائی ہو۔ حسین رح نے کہا کہ لطیف از کنہ ہے پھر کہان اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہو کہ یاد فرمایا بندہ کو دہر خالی مین جبکہ آسمان مبنی اور زمین گستردہ تھی قبل خلقت وقت و اظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے پس یہ معنی لطیف کے ہین۔ قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبادہ فی الادھر الخالیہ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت واظہار الکونین وما فیہما فہذا معنی لطیف انتہی مافی النسخۃ والمترجم لم یحصل عن تحصیلہ۔ قاسم رح نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہان ممکن ہے۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہین پاتی اور وہ ہر شئے کو علم سے محیط ہے۔ ابوسعید خدری رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے قولہ لاتدرکہ الابصار کی تفسیر مین کہا کہ اگر بالفرض تمام جن و انسان و ملائکہ جب سے پیدا ہوئے اور اسوقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف باندھین تو کبھی اللہ تعالی کا احاطہ نہین کر سکتے ہین۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور عطیۃ العوفی ضعیف ہین اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین مین سے کسی نے اسکو روایت نہین کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہین ہوئی پس غریب ہے واللہ اعلم۔ جنید رح نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلاء و محنت مین تجھے ولی کیا اور آگ مین ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت مین تجھے داخل فرماویگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم یہ قول جنید رح کا قول دونون اوفق بسیاق معنی لغوی ہین۔ فافہم

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا

تمکو پہونچ چکین سوجھ کی باتین تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ

اور مین نہین تم پر نگہبان اور یون پھیر پھیر سمجھاتے ہین ہم آیتین اور تا کہین کہ تو پڑھا ہے اور

وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھ والون کے

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکون و منکرون سے اے محمد صلعم۔ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ بصائر جمع بصیرہ یعنی نور قلب ہے اور مراد یہان حجت و برہان واضح ہے فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ۔ اے فمن ابصرہا وآمن فانما ابصر لنفسہ لان النفع

بالجنۃ والنجاۃ من النار لہ۔ یعنی جس نے ان حجتوں کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اُسنے اپنے نفس کیواسطے فائدہ اُٹھایا اس سے
اللہ تعالیٰ کی درگاہ کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور
احتمال ہے کہ البصر بمعنی بصیرت میں داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح میں داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل
کی تو اپنی ہی ذات کیواسطے حاصل کی۔ کما فی قولہ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو
پیدا کرکے ان کے لئے بصائر قدرت و آیات قائم کر دیئے ہیں تاکہ ہلاک ہونیوالا اُن سے اندھا ہو کر نہ مانے اور ہلاک ہو کر دوزخ میں
جاوے اور زندہ ہونیوالا ابصارت حاصل کر کے جنت میں دائمی زندگی پاوے۔ اسی طرح بیان فرمایا فمن ابصر فلنفسہ۔ ومن عمی فعلیہا
وما انا علیکم بحفیظ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر میں داخل ہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ دائمی عذاب دوزخ
میں ہوگا اور میں تم پر حفیظ نہیں ہوں یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کیواسطے تھے جب آپ نے رسالت الٰہی کو تمام و کمال پہونچا
دیا تو اگر کوئی کافر ہے اور نہ مانے آپ سے اسکی باز پرس نہیں ہے وکذلک نصرف الآیات
نہیں الایات لیعتبروا۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہیں تاکہ عبرت و پند
حاصل کریں تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ ولیقولوا درست عطف ہے لیعتبروا مقدر پر۔ قال المفسر اے ذاکرت اہل الکتاب
وفی قرأۃ درست اے قرأۃ وتعلمت کتب الماضین وجئت بہذا منہا یعنی دارست بمعنی ذاکرت ہے یعنی تو نے اہل کتاب سے
ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کر لیا ہے اور ایک قرأت میں درست ہے یعنی تو نے پڑھی اور سیکھی ہیں اگلوں کی
کتابیں اور یہ باتیں ان کتابوں سے لایا ہے اور ابن عامر کی قرأۃ میں درست بسکون تا و فتح سین ہے از دروس یعنی یہ باتیں گذشتہ
اور مٹی ہوئی ہیں۔ قال الحافظ فی التفسیر ولیقولوا دارست اے ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد
من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم۔ یعنی تاکہ کہیں مشرکین و کافرین کہ باہم ذکر کیا تو نے اے محمد اگلی کتابوں والوں
یہود و نصاریٰ کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور اُن سے تو نے یہ سیکھا ہے۔ یہی ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ
نے تفسیر کی اور طبرانی رحمہ نے من طریق عمرو بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تو نے تلاوت کی مخاصمہ کیا
مجادلہ کیا۔ قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک افتراہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاؤا ظلما
وزورا وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگوں کو وسوسہ نفس ہے وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ بالکل
صریح وہم و غلط تھا جو مشرکوں نے باندھا تھا جبکہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہیں۔ اور اب اُن کی صدق
نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ در پردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہیں حالانکہ یہ کیا بُرا جھوٹا وہم تھا
کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر اُن سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جو اخبار غیب
وہ مذکور ہیں جو خود اہل کتاب کو نہیں معلوم تھے پس یہ کافروں کی جہالت و حق سے عداوت کی وجہ سے تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔
قال الحافظ یعنی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تو نے پڑھا اور سیکھ لیا۔ کذا قال مجاہد السدی
والضحاک و ابن زید وغیرہ واحد اور حسن بصری رح نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تا یعنی پرانا ہو گیا اور محو ہو گیا۔ قال المترجم
اس زمانہ میں بھی بہت سے ملحد زندیق و نیچر پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید و طریقہ عبادت کو پرانی روشنی کہتے ہیں اور اپنے لئے

نئی روشنی ثابت کرتے ہین اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہین واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیر رح سے
فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہین اور لفظ تو درست ہو اور بسکون آخر قراۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی اور قتادہ رح نے درست
بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب رض نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد وَلِنُبَيِّنَهٗ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ - یعنی بصائر خود ہدایت ہین لیکن انجام کار یہ ہو کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ
ہوگی۔ قال ابن عباس قوم دانا سے مراد وہ لوگ ہین جن کو ہدایت دی ہو اس آیت مین دلیل ہو کہ تصریف آیات ایک قوم
کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہو۔ ف — فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر منت
واحسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہین اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مین اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہو۔ ان بصائر سے
اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھین روشن کین اور ان مین انوار صفات ہین اور صفات از سبحات ذات ہین پس جسمین استعداد
از کرم جناب باری تعالیٰ ہو اُسنے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہین ہو وہ آیات وابصائر وقرآن سے
اندھا ہے لہذا قال ومن عمی فعلیها۔ وبال اسی پر ہو۔ خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت
اس شخص کو جسکو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہو کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون۔
اللہ تعالیٰ نے کافرون ومشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق ولطائف کو بندگان مومنین کے دلون مین کشادہ فرمایا
کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہو۔ یہ احسان الٰہی ہو کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے
ودائع سے انوار غیوب کو ادراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ
ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الٰہی رکھتے اور خطاب الٰہی کو سمجھتے ہین اور یقین فی ایمان لاتے ہین اور یہ قرآن مجید ایسے
لوگون کو نافع نہین جو خطاب و مراد نہین سمجھتے ہین۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت
بیان کو جانتے ہین یعنی اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت وقوت موہوم سے وقوف لیتے ہین اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہین کسی علم
خواہش سے پیش قدمی نہین کرتے اور کسی کاہلی وسستی سے پچھڑتے نہین ہین۔ پس یہی مومنین کاملین ہین ❊❊

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

تو چل اسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے — کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے — اور جانے دے شریک والون کو

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اور اگر اللہ چاہتا — تو شریک نکرتے — اور تجکو ہم نے نہین کیا اُنکا نگہبان — اور تجھ پر نہین اُنکا حوالہ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ - اسمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی اُمت کو حکم دیا کہ وحی الٰہی پر جو بالکل حق
وصحیح ہو عمل کرین - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پس جو امر الٰہی ہے وہی حکم وحق ہے باقی سب باطل ہو اور کافرون مشرکون کی طرف
مشغول نہون۔ کما قال وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ - مشرکون کی طرف التفات نہ کر اور اُنکی باطل باتون پر لحاظ نہ کر کیونکہ
حکمت الٰہی مین قابل قہر ہین۔ پس کیونکر ان صریح وظاہر آیات وبصائر کو دیکھین گے اور بدون ہدایت الٰہی کیونکر

بینائی پاوینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ آلہی مین راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابل
ہدایت نہین پس اوتعالی کی مشیت مین یہ نہین ہوکہ شرک نہ کرین لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیرمت ہوکہ ایسے
صریح آیت پر ایمان کیون نہین لاتے اور کیون شرک مین خوار ہوتے ہین ۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۔ اور تو
تو رقیب نہین کیا گیا کہ اُن کے اعمال کا نگہبان ہو اور اُن کے جرمون کی تجھ سے بازپرس ہو۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ
اور تو اُنکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہین کہ جسمین ان کی بہودی ہو خواہ مخواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر
فقط رسالت پہونچانا واجب ہو اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوین ان کے حق مین بہتر ہو نہ لیوین خود خراب خوار
ہون و اضح ہو کہ اعرض عن المشرکین۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہو پس نسخ جاری
نہوگا مترجم کہتا ہے کہ نسخ یہی ہو کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہوگا لہذا یہ توجیہ مہمل ہو بلکہ یون کہنا چاہیئے
کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہین کہ ان کو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال
کی طرف ہو بدین معنی کہ رسالت حقہ ان مین تاثیر نہین کرتی اور کیون نہین کرتی ہو پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہین ہو اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر
ابلاغ کے ہو حکم عملی شرعی دوامی نہین ہو پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہین ہو۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہو کما قال السدی رح
والاول اظہر واللہ اعلم۔ وفی قولہ ولوشاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہو کہ شرک مشرکون کا و کفر کافرون کا اوتعالی کی مشیت پر ہو اگر اسکی
مشیت مین ہوتا تو سب ہدایت پر ہوجاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہو سب اوتعالی کے
احکام قضا و قدر کے تحت مین مسخر و محکوم ہو۔ **فی العرائس** قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے
واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر اُن کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت
و حقائق انبساط مقامات و حالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار
کے مطالعہ اور ایسی واردات کی برداشت کی طاقت نہین ہو کیونکہ تائید نبوت و رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین
خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الہ الا ہو۔ اسی نے تجھ پر
وصف و نعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہو اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ
مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہین ہو۔ وقولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی مین مقامات
متعدد دیکھے اول وحی خاص بخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان و لو اللہ تو ہو یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ
ہو جیسا کہ قولہ تعالی فاوحی الی عبدہ ما اوحی مین یہ وحی مخفی مذکور ہو۔ دوم وحی خاص جو آپ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص
ہے جیسا کہ قولہ تعالی انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ مین مذکور ہو۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک
من ربک الآیۃ ۔ مین مذکور ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلا واسطہ ہو اور رسالت و انزال امر ظاہر بواسطہ ہو اسی واسطے
فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپکے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالی فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک ۔
پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہو کہ ان کو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ حق کی اطاعت
کرو اور ماسوائے اسکے جو کچھ وسواس و خیالات مین سب چھوڑدو اور اسکی اتباع کرو جو تمھارے دلمین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین ۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک و استفت قلبک و ان افتاک المفتون مترجم کہتا ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر یقین کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کر لے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھ اسی طرح

زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو انکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتاویگا جو کچھ کرتے تھے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہے اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے۔ وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں ماسوائے اللہ تعالی کے ہیں۔ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے اگر اس چیز سے باز رہا جاوے یعنی مشرکوں کے معبودوں کو برا کہو گے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالی کو برا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالی کا علم و معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودوں کو سخت زبانی کیساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو برا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مشرکوں نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودوں کو برا کہو ورنہ ہم تمھارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالی نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کرو کہ تمھارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کے حق میں بدزبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بدزبانی کرینگے۔ ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مفسدہ دور ہو حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اسکی ماں کو گالی دیگا۔ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکوں کے نزدیک ہم نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ہے ویسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ امت اسکو اچھا سمجھکر بجالاتی ہے اس میں اللہ تعالی کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اللہ تعالی کی طرف ان کا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اسمیں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا۔ اور بعض نے اسکو وعدہ وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے۔ اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بداعمال کی جزا و سزا ملیگی۔ ف فی العرائس قولہ تعالی کذلک زینا لکل امۃ عملہم۔ اللہ تعالی نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قیل و قال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنیوالا حق تعالی کا نہیں ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کرکے اسی کی مراد پر

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہے اسکی آنکھ سے پردہ دور کر دیا کہ وہ ان چیزون کی کچھ قدر و منزلت نہین دیکھتا بلکہ احسان الٰہی جو ازل مین اسپر ہوا ہے اسکے شکریہ کے ادا ہونے نہونے سے شرم مین غرق ہے بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہین صرف احسان پر نظر رکھتا ہے جو لوگ باطل بیہودہ ہین وہ اپنے بداعمال کو اچھا سمجھتے ہین - زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمین زیادہ رغبت کرین - واسطیؒ نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کر دیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گر گئے اور کوئی نہین بچا سوا ئے ان بندون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا تو مین نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا -

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشانی پہونچے البتہ اُسکو مانین تو کہہ

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ

نشانیان تو اللہ کے پاس ہین اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوین گے تو یہ مانین گے اور ہم اُلٹ دینگے

اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ

اُن کے دل اور آنکھین جیسے منکر ہوئے ہین پہلی بار اور چھوڑ رکھین گے اُن کو

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اپنے جوش مین بہکتے -

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اے غایۃ اجتہادہم فی الایمان - یعنی مشرکون نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی نہایت اپنی کوشش سے قسم مین یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمین کھائین اس بات پر کہ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا - اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کرکے مانگتے ہین تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف - یہ اپنے آپ کو قادر سمجھکر غرور کیا - قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ تو ان مشرکون سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت مین ہین - اور تعالیٰ مختار ہے چاہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار مین نہین ہین تو فقط ڈر سنانیوالا ہون - وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف یکسر ان لیا اور معنی یہ بیان کئے ماشعرکم - اے ما یدریکم بایمانہم اذا جاءت - کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت اُنکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات کو نہین جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لایؤمنون - اور علم الٰہی مین یہ بات سابق ہو چکی ہے کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہین لاوینگے -
قال المترجم اس تفسیر پر یشعرکم کا خطاب مومنون کو ہے اور بعضے مسلمانون نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ مشرکون نے مومن ہو جانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعبؓ سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی رواں ہوتا اور عیسیٰ مردون کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کرین پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا ہو جاوے آپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کروگے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہوجاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ انپر عذاب نازل کریگا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہو وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہو وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیر رح اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لا یومنون بتاء خطاب یعنی لا تومنون پڑھا گیا ہو اور ما یشعرکم میں خطاب مشرکوں کو قرار دیا گیا قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وما یشعرکم میں خطاب مشرکوں کو کیا گیا اور یہی مجاہد رح کا قول ہو گویا مشرکوں سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم ان قسموں میں سچے ہو بنابریں قرأۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آویں بسبب اسکے کہ علم الٰہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہوچکا ہو اور بعض نے لا تومنون بتاء خطاب پڑھا پس استیناف بھی ہوسکتا ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنوں کو ہو یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ وبنابریں جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنابریں کہ وہ یشعرکم کا معمول ہو اور درصورت معمول ہونے کے قولہ لا یومنون میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ وحرام علی القریۃ التی اہلکنٰہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرلیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں معنی یہ کہ حرام ہو کہ وہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلادیا کہ آیت مقترحہ آنے پر یہ لوگ ایمان لے آوینگے تاکہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہو۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی بن کعب کی قرأۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہو اور نیز عرب کے نثر و نظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب الی السوق انک تشتری شیئا یعنی لعلک تشتری شیئا۔ یا نہ ارجا شاید تو کچھ خرید لے۔ اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف بلیغ ہو اے انہا اذا جاءت لا یومنون او یومنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاوینگے یا لاوینگے پس ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہو اور قول حذف لصدد میں تامل ہو اسواسطے کہ یہ توعین صواب ہو کہ آیات آنے پر وہ ایمان لاویں یا نہ لاویں پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہو کہ امران دو حال سے خالی نہیں ہو اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار ہے تو مقتضائے مقام بدوں لا اچھا کیونکہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئیں گے اللہم الا ان یقال ان نفی الشعور عما ہو خلاف المقصود ابلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے ہو۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ نحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وَاَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یومنون۔ اور انکی بینائیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ۔ بما انزل الیک من الآیات۔ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے مروی ہو۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کردیئے گئے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ ونقلب افئدتہم وابصارہم یعنی ان کے وایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کردینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے جیسے کہ

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان و ان کے ایمان کے درمیان مین حیلولت کر دی کذا قال عکرمۃ وعبد الرحمٰن بن زید بن اسلم
یعنی جو معجزہ بلیغ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے و سمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو
تقدیر الٰہی عز وجل سے ان کے خبیث نفس مین شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہین
پہونچتا ہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو
دیئے جاوین تو بھی وہی پردہ حائل ہوگا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھین و دل جانب رحمت سے پھیرے
جاتے ہین۔ وَنَذَرُهُمْ نترکہم۔ فِي طُغْيَانِهِمْ ضلالہم اور ہم ان کو چھوڑتے ہین ان کی گمراہی مین ف
جو اُنھون نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہی۔ يَعْمَهُونَ۔ یترددون متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی مین
متحیر پھرتے ہین ف۔ یہی قول ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہی۔ کیونکہ انکو نور معرفت نہین پہونچا تو اپنی
تاریکی نفس مین بھٹکتے پھرتے ہین اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات مین سے ہے۔ ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتہم وابصارہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے دلون کا پھیرنا اور بینائیون کا لوٹ دینا
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلون و بینائیون کو پھیرتے و لوٹتے ہین اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث
صحیحہ مین کثرت سے ثبوت ہی کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین سب قلوب ہین وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین
وغیرہ) اور بعض احادیث مین ہی کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ مین اس مثال کے ہے جیسے میدان مین ایک پتا یا پر پڑا ہوتا ہی
کہ ہواؤن کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہین یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الٰہی عز وجل ہی اسی طرف دل پھر جاتے ہین۔
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلون کا یہ حال ہی تو جہان کسی دل کو حق کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت و کبریائی مین متوجہ کر کے محبت و
شوق و معرفت سے اپنے معجزات و آیات و صفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہی کہ وہ
آیات معجزات مین انوار قدرت و عجائب عظمت کو مطالعہ کرتی ہی اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات
صحیح ہو جاتے ہین یعنی طاعات صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ مین اس کی نیت صالح و خلوص حیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے
ہین یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہین اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہین جسمین شک و نفاق و بدبینی وغیرہ
کا میل کچیل نہین رہتا ہی برخلاف اسکے جہان کہین قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہو کر ٹاپتی پھرتی ہے
اور آیات قدرت مین اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہین ہوتے ہین اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رح
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلون کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب مین توبہ کرتے ہوئے خشوع
وخضوع سے متوجہ ہین اور جن دلون سے اعراض فرمایا وہی گمراہی مین خوار ہین (عس) مترجم کہتا ہے کہ
یہان بعضے گمراہ جو اپنے تردد مین متحیر ہین اپنی رعونت نفس مین بڑبڑا دین گے کہ جب گمراہون کے دل ہی
پھیر دیئے گئے تو ہم محض بےخطا اور بالکل گناہ سے پاک ہین ہم کو جہنم مین رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہی کہ یہان
دو مقام لکھون جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہون کی جہالت عیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہی کہ ہین

ان گمراہون کے اس سوال ناپاک مین بحث کرون - واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہین کہ مالک کو اپنی ملکیت مین ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے - یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان مین نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بخیطا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ کی شان مین ظلم کہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق مین تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ مین لاوے یا بہشت مین لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس رعونت سے مستحق جانتے ہین حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کردے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم مین پیدا کرے کیونکہ جب ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود مین نہین ہے تو استحقاق کہان سے ہوسکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل نے تمام انعام محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافرون و بدکارون پر حجت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہون نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل مین قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کمافی قولہ و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم الآیہ مین مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم اور سب نے اقرار کیا کمافی قولہ قالوا بلیٰ الآیہ - پھر بعد اسکے جب دنیا مین ظہور ہوا تو عہد کو بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھا تو مخلوقات کو کسی حالت مین یہ گنجائش نہین ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کاملہ پہونچائی کہ بعد اسکے کافرون کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا - حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا مین انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیون کو اس دنیا مین امتحان کیا اور ان کو دو باتون مین منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر مخلوق نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم ہے پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور فرماکر مطلق العنان کردیا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونون باتون مین مکلف کیا بس مومنون نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چند روزہ ہے اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہان ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیرخواہ و عادل جانتے ہین وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تبہ کار فاسق فاجر جانتے ہین وہ کبھی دنیا مین مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق مین سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونون خاک ہین علاوہ ازین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا مین درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہین کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا اور برخلاف ان کے کافرون نے دنیا کو شیطانی اتباع مین لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبرون کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے -

حتی کہ ہزارہا سال عمر پاوین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالی نے ان کے دلون مین دنیا کی محبت بچائی جو محض نجس ہے اور ازعقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کردی پس بدن کے سوائے ان مین کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالی نے اُن کے دماغ مین حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرنے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لا یعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور ان کو اسقدر مہلت دی گئی مگر اُنھون نے سوائے شرک وکفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد واختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے ومرے پس اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپکے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تم پر فتح ونصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا وآخرت مین خوار ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

ساتوان جزو تمام ہوا بعدہ آٹھوان ولو اننا ہے۔

تنبیہ للغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲/
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جودت سے متداول ہی۔ دو مجلد کامل۔
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف۔
گنج الحج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام
تبیان۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا مبین الدین
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از [illegible] علی۔ ۲/
[illegible] مشہور درسی از شیخ شرف الدین [illegible]
[illegible] مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ [illegible] اللہ۔
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر [illegible] عبد الحق محدث دہلوی۔
مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از

مولوی آلہ یار خان۔
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳/
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع وصیت نامہ۔
شرح مختصر وقایہ کو رمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/
رسالہ قاضی قطب ذکر ایمان و ارکان شرع

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔
فتح القدیر۔ حاشیۃ المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع۔ ۲۳
ہدایہ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہی وہ قابل دید ہین ہر چار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات۔
(۲) جلدین آخرین معاملات۔
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔
شرح وقایہ خرد مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم۔
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔
ملا مسکین از سورۂ تا وصایا محشی جدید کابل اطراف کابل مین داخل درس ہی۔
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہین۔
(۱) جلدین اولین عبادات مین
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔ ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الجماعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ چھپ رہی ہے -

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق ترجمۂ اخلاق جلالی - ۲ر

باب دانش مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - ۳ر

خزینۂ دانش ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳ر

بحر حقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ر

آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد - ۳ر

کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم و ادب - ۲ر

پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع -

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - ۳ر

چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۱ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل ۵ر

تہذیب جسمانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۲ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر

گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید یکسی ۹ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم یکسی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر

گلستان محشی اُردو - اسمین طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دئے گئے ہین - ۱۴ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اسمین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہو - ۱۳ر

گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اُردو - ۱۲ر

گلستان خرد - فارسی - ۵ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہو کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہو از مولانا جامی - ۵ر

خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر

بوستان جلی قلم محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی ۱۲ر

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح او صاف چھپی ہے - ۸ر

بوستان محشی خرد - ۵ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہو بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بیمثیل شرح ہو - ۲ر

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہو اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہو - ۲ر

اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہو اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہو از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۲ر

اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر

مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہو از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۲ر

مجموعۂ صد پند سودمند حضرت لقمان کے ستو قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی -

المشتہر مینیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ